ذکر الٰہی

الوابل الصیب من الکلم الطیب

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

ذکرِ الٰہی

اردو ترجمہ

اَلْوَابِلُ الصَّیِّب مِنَ اَلْكَلِمِ الطَّیِّب

تالیف

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

پہلا ایڈیشن — ایک ہزار [illegible] — قیمت تین روپیہ

حجازی پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسماعیل پرنٹر چھپا مولوی محمد زکریا صاحب پبلشر نے لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارش

آج کی بدلی ہوئی دنیا سے تین سال قبل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے آٹھ سالوں کا
اردو ترجمہ بنام "افادات ابن تیمیہ" شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی جسے قدردانوں نے
ہاتھوں ہاتھ لیا اس کے پانچ ماہ بعد علامہ یمن امام شوکانی کی سیرت حیات شائع کر کے کتاب زیر نظر
کتاب الوابل الصیب من الکلم الطیب تالیف حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ "اردو" جس کا نام ذکر الٰہی رکھا
گیا ہم افادات کے ساتھ ہی مکمل ہو چکا تھا اور بدعت کا ارادہ بھی ہو گیا تھا اسی لئے افادات میں اس کا اشتہار دیدیا مگر اس کے
چھ ماہ بعد تمام ہندوستان میں فسادات کا دور دورہ شروع ہوا جن کا نتیجہ انقلاب ۱۹۴۷ء کی خونیں
صورت میں ظاہر ہوا اس قیامت خیز تباہی نے دنیا کے تمام کاروبار درہم برہم کر دئیے ان میں ہی کاغذ
بھی عنقا ہو گیا کہیں سے تھوڑا سا دستیاب ہوتا تو اتنا گراں کہ الامان والحفیظ اب تک تقریباً یہی حال ہے لہذا
احباب کا اصرار یہ تقاضا ہے کہ خدارا اسے جلد شائع کیجئے چنانچہ اس گرانی اور اپنی کم مائیگی کے باعث ہم
کاغذ پر شائع کرنے پر مجبور ہیں جس کا ہمیں بیحد افسوس ہے مگر خوش بھی ہیں کہ نہ ہونے سے کچھ ہونا ہی بہتر ہے
الحمد للہ اگر ظاہری نمائش نہ سہی تو باطنی خوبیاں تو موجود ہیں خدا کا شکر ہے کہ عرصہ کے بعد کتاب منصہ
شہود پر جلوہ گر ہو کر باصرہ نواز احباب ہوئی کتاب کیا ہے اس کے متعلق حافظ ابن قیم کا نام نامی ہی اس کے
بلند پایہ ہونے کی پوری پوری ضمانت ہے حافظ ابن قیم ایک بحر ناپید کنار تھے جن علوم و مسائل پر قلم
اٹھاتے علم و تحقیق اور معلومات کے دریا بہا دیتے اس کتاب میں موصوف نے صبر، شکر، انعامات الٰہیہ و استحقاق
مفسدات اعمال، اضلال شیطانی، رحمت خداوندی، عمل مقبول و مردود، مراتب نمازیوں کی قسمیں،
ریا و اخلاص، اہل کوتاہی، اللہ عزوجل کی تکبیر، تہلیل، تحمید و تمجید، تنزیہ و تقدیس، اوراد و ادعیہ، اذکار پر سیر حاصل
بحث کی ہے بعد ازاں ذکر الٰہی کے نمبروار ۷۵ فائدے بیان کئے ہیں ہر فائدہ کے ضمن میں بیسیوں دیگر
مسائل حل فرمائے ہیں اللہ نور السموات والارض اور قرآن حکیم کی دیگر آبی و ناری دو مثالوں کی تشریح پڑھ کر
ایک عالم عش عش کر اٹھتا ہے فوائد مذکورہ کے ضمن میں علم و علماء کی خوب تقسیم فرمائی آخر میں کئی ایک
فصلیں قابل دید ہیں غرضیکہ زیادہ تعریف فضول ہے کتاب آپ کے سامنے ہے مطالعہ کیجئے اور
فائدہ اٹھائیے والسلام

مینجر مکتبہ عتیقیہ شیش محل روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرت انسان خدا تعالےٰ کے گوناگون اور بے شمار ظاہری و باطنی احسانات و انعامات کا ہر وقت اور ہر ساعت ممنون احسان ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ اللہ عزوجل کے انعامات پر شکر بجا لائے۔ امتحان و ابتلائے مصائب میں صبر کرے اور گناہ سرزد ہونے پر توبہ و استغفار کرے۔ اور ان پر پوری قوت اور استقلال سے قائم و دائم رہے۔ کیونکہ یہی تین چیزیں ہیں جو دنیا و آخرت میں انسان کے لئے سعادت کا پیش خیمہ اور فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں۔ اور جن سے انسان کو کسی وقت بھی بے نیازی نہیں۔

کیونکہ جب بھی دیکھا جائے عزوجل کے فیضان رحمت و نعمت کی بارش انسان پر موسلا دھار بارش کی طرح پے در پے برس رہی ہے جسے قائم و دائم اور جاری رکھنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے "شکر خداوندی"

(۱) شکر اور اس کے تین ارکان

جس کے تین ارکان ہیں۔ یعنی اس کی ادائیگی تین باتوں پر مبنی ہے۔

اول دل میں اعتراف نعمت۔ دوئم زبان سے انعامات خداوندی کا تذکرہ۔ یعنی تحدیث نعمت سوئم منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسی کے حسب منشا بجالانا اور اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کا تصرف اور کمی بیشی نہ

کرنا اگر ان شرائط کے مطابق شکر بجا لائے تو گویا اس نے حق نعمت ادا کر دیا۔ اور شکر بجا لایا اگرچہ اس کے بعد بھی کما حقہ ادا کرنے سے انسان قاصر ہی رہیگا۔

(۲) صبر اور اس کے تین ارکان

علیٰ ہذا القیاس بعض دفعہ بارگاہ الٰہی سے انسان کی آزمائش اور امتحان لینا مقصود ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی گھبراہٹ کئے بغیر اس پر پورا پورا صبر کرے۔

صبر کے بھی تین ارکان ہیں حبس[۱] نفس، حبس[۲] لسان، حبس[۳] جوارح یعنی نفس کو تقدیر پر ناراض ہونے سے زبان کو شکوہ کرنے سے۔ اور اعضاء و جوارح کو بے صبری و معصیت کے کاموں مثلاً سینہ کوبی، سر پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال نوچنے وغیرہ سے روکنے کا نام صبر ہے اور یہی وہ تین باتیں ہیں جن پر صبر کا دارو مدار ہے۔ اگر پوری قوت سے انسان کما حقہ انہیں بجا لائے۔ تو یہ تمام مشکلیں اس کے حق میں آسانیاں بن جاتی ہیں۔ وہ مصائب کو انعامات خداوندی تصور کرتا ہے اور ہر تکلیف دہ چیز اس کے لئے مرغوب طبع اور فرحت انگیز ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ تمام مصیبتوں کو پورے انشراح صدر سے جھیل جاتا ہے کیونکہ اسے پورا یقین ہے کہ عزوجل اسے خواہ مخواہ بے وجہ تنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس سے اس کے انقیاد و عبودیت اور صبر کا امتحان لینا مقصود ہے۔ جس طرح امن و خوشحالی میں اس پر عبادت خداوندی کا حق عائد ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح تنگدستی و بدحالی میں بھی عائد ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا

القیاس جس طرح مکروہات میں عائد ہوتا ہے۔ اسی طرح محبوبات میں بھی مگر اکثر لوگ امن وخوشحالی میں عبادت گذار بن جاتے ہیں لیکن مصائب و مشکلات میں ترک کر دیتے ہیں حالانکہ زمانہ مصائب و مشکلات کی عبادت کا رے دارد۔

آرام وتکلیف کی عبادات میں فرق مراتب

تو اس لحاظ سے انسان بھی مختلف المراتب اور مختلف الدرجات ہیں اور اسی تناسب سے خدا کے ہاں ان کی قدر و منزلت ہوگی

دیکھئے شدت کی گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا عبادت ہے۔ اپنی خوبصورت اور اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی عبادت ہے۔ اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں اور اپنے نفس پر خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کے بالمقابل شدت کے جاڑے میں سرد پانی سے وضو کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی معصیت (زنا وغیرہ) کو ترک کرنا جبکہ نفس اس کے لئے از حد بیتاب ہو۔ مزید برآں یہ کہ کسی کا ڈر ہو نہ ہی کوئی دیکھ رہا ہو تو یہ بھی عبادت ہے۔ اور قحط سالی اور تنگدستی میں خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ لیکن ان دونوں قسم کی عبادات میں بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

عبودیت انسانی پر کفائت خداوندی

تو جو شخص تنگی وخوشحالی، آرام وتکلیف دونوں حالتوں میں عبادت خداوندی واطاعت الٰہی کو کماحقہ بجالائے تو ایسے شخص کے تمام معاملات اور کاروبار کا خود عزوجل کافی وکارساز ہو جاتا ہے۔

اور آیت ذیل کا مصداق بن جاتا ہے۔ کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (زمر ع) کیا خدا تعالےٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(ایک قرات میں عِبَادَہٗ بصورت جمع بھی ہے لیکن اس میں کچھ فرق نہیں۔ کیونکہ یہاں مفرد بصورت مضاف ہے۔ جو جمع کی طرح عموم کا فائدہ دیتا ہے)

غرضیکہ عبودیت تامہ ہوگی تو خداوند تعالےٰ کی طرف سے کفایت بھی تامہ ہوگی عبودیت ناقص ہوگی تو کفایت بھی ناقص ہوگی۔ لہذا اگر کسی کو فائدہ حاصل ہو تو اسے خدا کی حمد کرنا چاہیئے۔ اگر نقصان ہو تو اپنے ہی نفس کو ملامت کرنی چاہیئے یہی وہ خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں جن پر شیطان کا داؤ کم چلتا ہے۔ اور وہ ان پر غالب نہیں آسکتا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ (حجر ع) میرے بندوں پر تجھے کبھی غلبہ نہیں ہوگا۔

اور ابلیس بھی بخوبی جانتا ہے کہ عزوجل اپنے مخلص بندوں کو اس کے ہتھکنڈوں میں نہیں آنے دیتا اور نہ ہی ان پر مسلط ہونے دیتا ہے کیونکہ قرآن حکیم میں اس کا اعتراف موجود ہے۔

لے ابن جریر فرماتے ہیں کہ لفظ عبدہ کا میں قراء کا اختلاف ہے۔ مدینہ طیبہ کے قراء اور کوفہ کے عام قاری عِبَادَہٗ بصورت جمع پڑھتے ہیں اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کیا خدا اپنے بندوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے سابق انبیاء کو کافی نہیں؟ کہ بت پرستوں کے اس خطرہ دلانے سے کہ ان کے معبودان باطلہ گزند پہنچائینگے جملہ انبیاء کو محفوظ و مصئون رکھے۔ اور مدینہ بصرہ کے عام قراء اور کوفہ کے بعض قاری عَبْدَہٗ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ کیا اللہ تعالےٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پر جمے رہنے میں کافی نہیں؟

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (صٓ - ع)

تیری عزت وجلال کی قسم تیرے مخلص بندوں کے سوا ان سب کو گمراہ کر ڈالوں گا۔

اور باری تعالے کا ارشاد ہے۔ کہ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيْسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوْهُ إِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ (سبا - ع)

ابلیس نے بندوں کے متعلق اپنے تخمینہ کو سچ کر دکھلایا کہ تھوڑے سے ایمانداروں کے علاوہ تمام لوگ اس کے پیرو بن گئے شیطان کو ان پر زور نہ تھا مگر ہمیں معلوم کرنا تھا کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کسے اس میں شبہ ہے

تو عزوجل نے اپنے دشمن کو اپنے مومن بندوں پر کبھی غلبہ نہیں دیا کیونکہ وہ اس کی حفاظت ونگہبانی اور یادداشت میں ہیں۔

شیطانی ہتھکنڈے

البتہ جس طرح ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی کو عقلمندی وہوشیاری کے باوجود ایک چور داؤ لگ جاتا ہے۔ لعینہ اسی طرح ایک مخلص مومن بھی شیطان کا داؤ کھا جاتا ہے۔ اور اس کا داؤ تو وہ ضرور لگا جاتا ہے۔ کیونکہ انسان سراسر شہوت وغضب اور غفلت کا پتلا ہے اور یہی تین چیزیں اس کے چور دروازے ہیں جن سے وہ موقعہ پا کر انسان کو داؤ لگاتا ہے۔ انسان جسقدر بھی اپنا بچاؤ اور حفاظت کرے۔ آخر وہ کتنی حفاظت کرلے گا اس کے خمیر میں غفلت ونسیان موجود ہے۔ اس کے اندر شہوت کی آگ بھی ہے اور اس میں غضب وغصہ کی چنگاری بھی دبی ہوئی ہے۔ آخر وہ کس کس چیز کا مقابلہ کریگا؟ اور کس کس چیز سے اپنی حفاظت کریگا۔

دیکھیے! ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ

تمام مخلوق سے زیدہ عقلمند سب سے زیادہ ہوشیار اور سب سے زیادہ ثابت قدم تھے۔ اتنی حفاظتوں کے باوجود دشمن خدا نے آپ کو پھسلا لیا۔ تو ہمارے تمہارے جیسے بیچاروں کا کیا پوچھنا جن کی اس قدر عقلمندی کے بالمقابل ہمارے عقل سراسر حماقت کہلانے کے سزاوار ہوں اور جن کے علم کے سامنے ہمارے علوم سمندر اور تھوک کی نسبت رکھتے ہوں پھر بھی شیطان دشمن خدا ایک مومن مخلص تک براہ راست کھلم کھلا نہیں پہنچ سکتا۔ وہ غفلت ولاپرواہی کے مواقع کی تاڑ میں رہتا ہے اور اسی وقت ہی داؤ لگاتا ہے۔ پھر گناہ و معصیت میں مبتلا کر کے خیال کرتا ہے۔ کہ اب وہ کبھی رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اس معصیت نے اسے بالکل ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لیکن ان تمام کے بعد خدا تعالےٰ کا فضل عفو و کرم اور رحمت و مغفرت رخم ٹھونک کر موجود ہے

رحمت الٰہی

تو جب اس کے عفو و کرم اور رحمت و مغفرت کا دریا جوش میں آتا ہے۔ اور عزوجل اس کی خیر خواہی و بھلائی کے درپے ہوجاتا ہے۔ تو اس پر توبہ ندامت ذلت و انکساری اور اپنے فقر و احتیاج کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے، وہ اپنے قصور کو دیکھ کر شرم و ندامت سے پگھلا جاتا ہے۔ اور خود کو ہر چیز میں خدا کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اس کے سامنے نہایت عجز و انکساری سے گڑگڑاتا ہے۔ چلا چلا کر دعائیں کرتا ہے توبہ کے لئے بارگاہ ارحم الراحمین میں ہاتھ پھیلا کر سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا۔ اور آئندہ کیلئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ تقرب الٰہی کے حصول کی خاطر نیکیوں کیلئے اس قدر جان لڑا دیتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی نیکی بن کر اس کے حق میں رحمت

الٰہی کا باعث بنجاتی ہیں۔ اور وہ حتیٰ کہ شیطان اسے رحمت الٰہی کی دریا میں لے غوطہ زن دیکھ کر حسد کے مارے چیخ اٹھتا ہے۔ کہ اے کاش میں اس سے یہ گناہ کا کام نہ کرواتا۔ تو آج وہ خدا کی اس قدر گوناگوں نوازشات سے تو محروم رہتا۔

کیا گناہ جنت کا اور نیکی دوزخ کی موجب بھی ہو سکتی ہے؟

اور یہی مطلب ہے بعض سلف کے اس قول کا۔ کہ

"انسان کبھی گناہ کرتے کرتے بہشت میں اور نیکی کرتے کرتے دوزخ میں چلا جاتا ہے"

لوگوں نے دریافت کیا یہ کیسے؟ بزرگ نے کہا جو نہی انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً اس کی اس پر نگاہ پڑ جاتی ہے اور وہ اپنے گناہ کو دیکھ دیکھ کر اس سے ڈرتا ہے خوف کھاتا ہے روتا ہے۔ نادم ہوتا ہے عزوجل سے شرمندہ ہوتا ہے۔ اور شکستہ دل ہو کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ تو یہ گناہ اس کے لئے ہزار ہا بیشمار طاعات سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ایک گناہ کے باعث اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اس کی فلاح و نجات اور سعادت کا ذریعہ بنتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہ اس کے لئے دخول جنت کا موجب ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف کبھی وہ بھولے بھٹکے ایک آدھ نیکی کر بیٹھتا ہے۔ تو خدا پر احسان چڑھانے اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے۔ تب ہی دل میں غرور اور تکبر سے پھولا نہیں سماتا۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ شاید میں نے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے۔ کبھی اس کی نگاہ اس نیکی پر پڑتی ہے کبھی اس پر حتیٰ کہ یہی ایک مختصر سا نیکی اسے جہنم رسید کر کے دم لیتی ہے"

غرضیکہ جب خدا تعالےٰ کسی مسکین سے خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسے

کسی ایسے کام میں مبتلا کر دیتے ہیں جو اس کی شکستہ دلی کا موجب ہوتا ہے جس سے اس کی اکڑی ہوئی گردن خم ہو جاتی ہے۔ رہا سہا غرور و تکبر ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اپنے نفس کو بڑا سمجھنے کی بجائے ایک حقیر و ناتواں چیز سمجھنے لگ جاتا ہے۔ لیکن جب بھلائی کا ارادہ نہ ہو۔ تو اس کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے تب وہ لگتا ہے اکڑ فوں کرنے اور اپنے کو کچھ بڑی سی چیز سمجھنے اور یہی وہ چیز ہے جو رسوائی و ذلت کا پیش خیمہ اور انسان کے لئے تباہی و ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

کیونکہ تمام عارف اس بات پر متفق ہیں کہ عزوجل کا تیرے نفس کو تیرے سپرد نہ کرنا ہی "توفیق" ہے، اور تیرے نفس کو تجھے سونپ دینا۔ اور خود خبر گیری نہ کرنا ہی "خذلان" ہے

غرضیکہ جس کے حق میں عزوجل بھلائی کرنا چاہتا ہے۔ تو غرور و تکبر و خود بینی کی بجائے اس کے سامنے عجز و انکسار کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے ہمیشہ اور ہر وقت نہایت خشوع و خضوع اور تذلل کے ساتھ رونا گڑگڑانا ہے، بے نیازی کی بجائے اپنی محتاجی و بیچارگی کا اظہار کرتا ہے۔ نیکیوں کی بجائے دھر اپنے عیوب نفسانی اور گناہوں کو دیکھ کر اپنے نفس کو سراسر جاہل و سرکش خیال کرتا ہے۔ تو ادھر خدا تعالیٰ کی بے نیازی کے ساتھ ساتھ اسکے فضل و احسان رحمت۔

علامہ نعیمہ اسی مفہوم کو ابن عطاء اللہ الاسکندری نے مسندہ اپنے اس حکمت میں یوں ادا کیا ہے کہ رُبَّ مَعْصِيَةٍ اَوْرَثَتْ ذُلًّا وَّانْكِسَارًا خَيْرٌ مِّنْ طَاعَةٍ اَوْرَثَتْ عِزًّا وَّاسْتِكْبَارًا۔ یعنے ذلت وانکساری پیدا کرنے والے گناہ ان نیکیوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں جن سے انسان میں غرور و تکبر کی بو پیدا ہو جائے ۱۲

ومہربانی اور عفو و غفران کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے جود و سخا کے بے پایاں خزانوں کو دیکھ پاتا ہے۔ تو سراپا مصروف حمد و ثنا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہر ذرہ وہر مو سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے نغمے نکلنے لگ جاتے ہیں۔

غرضیکہ ایک عارف و خدا طلب انسان ان دو بازوؤں (مشاہدۂ عیوب و فضل ربانی) سے ہی اڑ کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ دو بازو نہوں اور وہ عزو جل کو مل سکے حتیٰ کہ ان میں سے اگر صرف ایک بازو بھی مفقود ہوگا۔ تو وہ اس پرندے کی طرح اڑنے سے محروم و ناکام رہ جائیگا جس کا کوئی بازو ٹوٹ چکا ہو۔ تو وہ اڑنے سے بیکار ہو جاتا ہے۔

مقولۂ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ عارف انسان کو وصال باللہ کیلیے دو چیزوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا ہوتا ہے۔ اوّل خدا تعالیٰ کے فضل و احسان کا مشاہدہ، دوم عیوب نفسانی کا مطالعہ اور اعمال کا جائزہ۔

عیوب نفسانی و فضل رحمانی کا مشاہدہ، اور اس کا نتیجہ

بریدہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقولہ کا بھی یہی مفہوم ہے جو آنحضرت صلعم نے سید الاستغفار کے خط کشیدہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا	خدایا تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا خالق اور میں تیرا ادنیٰ غلام ہوں اور تیرے عہد و اقرار اور وعدوں پر حتی المقدور کار

صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (احمد، بخاری، نسائی)

بد خوئی، اپنی بداعمالیوں اور شرارتوں سے پناہ مانگتا ہوں تیرے جو انعامات فرمائے ہیں ان کا اقرار ہے ساتھ ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف ہے لہذا مجھے بخش دیجئے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

دیکھئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ قول اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، میں مشاہدہ فضل الٰہی اور مطالعہ عیوب نفس و عمل دونوں کو یکجا جمع کر دیا ہے فضل الٰہی کے مشاہدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان میں محبت الٰہی گھر کر جاتی ہے حمد خداوندی اور ولی نعمت (خدا) کی شکر گذاری کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ اور عیوب نفسانی اور عمل کی کوتاہی کے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس میں غرور و تکبر کی بجائے عجز و انکساری جڑ پکڑ لیتی ہے۔ وہ اپنے کو شان خداوندی کے سامنے بالکل سراپا احتیاج سمجھنے لگ جاتا ہے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اس کی زبان سے توبہ توبہ کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں، اور وہ اپنے نفس کو بالکل مجسمہ فقر و افلاس تصور کرنے لگ جاتا ہے۔

اور یہی سب سے زیادہ قریب ترین دروازہ ہے جس کے ذریعے انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ لہذا جب وہ اپنے کو بالکل مفلس و قلاش سمجھنے لگ جاتا ہے تو نہ ہی اپنے نفس کیلئے کوئی بلند عزت مقام۔ اور باعزت حالت نظر دکھائی دیتی ہے اور نہ اسے اسباب نظر آتے ہیں جن سے وابستہ ہو کر خدا تک پہنچ سکے اور نہ ہی وہ کوئی ایسا وسیلہ پاتا ہے کہ خدا پر اس کا احسان جتائے۔ وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر اور بالکل یکسو ہو کر خالص محتاجی اور افلاس محض کے دروازے سے ہو کر خدا کے پیش ہوتا ہے اور وہ بالکل اس قلاش کی مانند داخل ہوتا ہے جسے فقر و افلاس اور مسکینی نے بالکل شکستہ

دل کر دیا ہو اور دل کے ایک ایک رگ و ریشہ تک سرایت کر گیا اور چاروں طرف سے اس پر چھا چکی ہوں اور اسے تخیل سے گذر کر یہ مشاہدہ و یقین ہو چکا ہو کہ ہر لمحہ اسے خداوند تعالیٰ کی ضرورت ہے اور وہ ہمہ دم، ہر لحظہ اس کا محتاج ہے۔ اتنا محتاج کہ جس سے زیادہ احتیاج کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ایک ایک ذرہ میں خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن نظر آتے ہوں یا نظر سے مخفی فاقہ تامہ اور خدا تعالیٰ کی ضرورت کاملہ موجود ہے اور اگر وہ ان سے ایک سیکنڈ بھی خالی رہے، تو وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اسے اتنا خسارہ ہو جسکی تلافی اسی صورت میں ممکن ہو کہ خود ارحم الراحمین ہی اسے اپنے دامن رحمت و شفقت میں ڈھانپ لے۔

عبودیت کا مدار حبّ کامل اور عجز تام پر ہے

خلاصہ یہ کہ عبودیت کے سوا کوئی ایسا راستہ نہیں، جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سب سے زیادہ قریب تر ہو اور دعوائے زہد و تقدس کی لاف زنی سے بڑھکر کوئی ایسا حجاب نہیں۔ جو ان سے زیادہ سخت، اور غلیظ تر ہو۔

رہا عبودیت کا دار و مدار تو اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اور وہی دونوں اس کا اصل الاصول ہیں۔ اول حبّ کامل۔ دوم ذلّ تام اور ان کا منشاء و منبع وہی دونوں اصل ہیں جن کا تذکرہ سابقاً ہو چکا ہے۔ یعنی مشاہدۂ منت خداوندی جس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور مطالعہ عیوب نفس و عمل جن سے ذلّ تام حاصل ہوتی ہے

انسان اگر ان دونوں اصولوں پر اپنے سلوک الی اللہ کی بنیاد رکھے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطان اس پر ظفر یاب ہو سکے سوائے اس صورت کے کہ وہ بیخبری و

غفلت میں ڈال لگ جائے۔ تو عزوجل جلد از جلد اس کے اثر کو اکھاڑ پھینکے گا۔ اور اپنی رحمت کاملہ سے ان تمام نقصانات کی تلافی کر دیگا۔

استقامت یہی سلوک الی اللہ کی صحت و درستگی اور اس پر مضبوطی۔ یہ تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ دل اور اعضاء جوارح دونو میں استقامت ہو۔

استقامت قلب کی دو چیزیں اور استقامت قلبی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے

(۱) حب آلہی تمام محبتوں پر غالب ہو پہلی چیز یہ ہے۔ کہ خدا کی محبت ہر محبوب کی محبت پر مقدم ہو۔ حب غیر اللہ اور محبت آلہی کا مقابلہ ہو تو خدا تعالے کی محبت تمام ماسوی اللہ محبتوں سے فائق ہو۔ اور صرف فوقیت ہی نہ بجائے بلکہ اس کے مقتضیات پر اس کا عملدرآمد بھی ہو۔ مگر دعوے آسان اور اس پر عمل کر دکھانا بہت ہی مشکل ہے مشہور مقولہ ہے وعند الامتحان یکرم الرجل او یھان یعنی امتحان ہونے پر انسان کی عزت ہوتی ہے یا رسوائی و ذلت

لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات و مرغوب طبع چیزوں کو خدا تعالے پر ترجیح دیتا ہے جو اعمال خدا کو پسند ہوں ان کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مگر جن کو خود پسند رکھتا ہو یا اس کے چوہدری ذمہ دار۔ رشتہ دار اور شیخ و بزرگ کی نظروں میں محبوب ہوں۔ ان پر پروانہ وار مرمٹتا ہے۔

غیر اللہ کی محبت و اطاعت کی سزا

تو ایسے شخص کے دل میں نہ تو غیر اللہ کی محبت پر محبت الٰہی کو فوقیت ہوتی ہے اور نہ ہی اس محبت کو ملکۂ راسخہ کا سا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسا شخص اپنی یا اپنے پیر و مرشد کی اور بزرگوں کی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ یا غیر اللہ کی محبت کو محبت الٰہی پر فوقیت دیتا ہے اس لئے ایسے شخص کے متعلق سنت الٰہی اور قانون فطرت میں یہی سزا چلی آرہی ہے کہ اس کے اور اس کے محبوب میں عزوجل بغض و عداوت اور نفرت پیدا کر دیتا ہے اور ان کی محبت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے جس سے وہی محبوب اس کے لئے الٹا وبال جان بن جاتا ہے۔ اور ہزار دقتوں اور کوششوں کے بعد کہیں جا کر اسے ان فوائد کا ہزارواں حصہ میسر ہوتا ہے جنکی اسے توقعات ہوتی ہیں۔

اور پھر یاد رکھئے! عزوجل کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو اسے چھوڑ کر غیر اللہ سے محبت کرے وہ اسی کو اس کے لئے ذریعہ عذاب بنا دیتا ہے۔ جو غیر اللہ کا خوف دل میں رکھے اسی کو خدا تعالےٰ اس پر مسلط کرتا ہے۔ جو خدا کو چھوڑ کر غیر سے مشغول ہو وہی اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو غیر اللہ کو خدا تعالےٰ پر ترجیح دے۔ اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔ اور جو خدا تعالےٰ کو ناراض کر کے غیر اللہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہے خدا تعالےٰ ان کو باہم کبھی راضی نہیں ہونے دیتا بلکہ ہمیشہ ان کی باہم چپقلش رہتی ہے اور کبھی ملاپ نہیں ہوتا۔

امر و نہی کی تعظیم

استقامت قلبی کے لئے دوسری چیز ہے امر و نہی کی تعظیم اور یہ خدا تعالیٰ کی ...... عظمت و جلالت سے پیدا ہوتی ہے

جو صاحب امر و نہی ہے۔ کیونکہ جو اس کی یا اس کے امر و نہی کی تعظیم نہ کرے عز وجل نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی قدر و منزلت نہیں تو اس کے اوامر و نواہی کی کب ہو گی، اور خدا تعالیٰ نے بھی قرآن حکیم میں اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اس کی یا اس کے اوامر و نواہی کی عظمت کو نہ سمجھے اور قدر و منزلت نہ کرے چنانچہ ارشاد ہے

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا (سورہ نوح ع ۱) کیا تمہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و بزرگی پر اعتقاد نہیں

مفسرین نے اس کی تفسیر مَا لَكُمْ لَا تَخَافُوْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَظَمَةً سے کی ہے یعنی تم عظمت الٰہی سے ڈرتے نہیں ہو؟

تعظیم امر و نہی کی تعریف از شیخ الاسلام

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ نے تعظیم امر و نہی کی کیا ہی خوب تعریف فرمائی ہے۔ کہ

"ان میں نہ بے ضرورت رخصت طلبی ہو نہ بے موقع تشدد و غلو ہو اور نہ ایسی علت پر انگیختہ کریں جو اطاعت و انقیاد میں رکاوٹ سستی و کمزوری اور بدعملی کا باعث بنے۔"

تعظیم امر و نہی کا مدار تعظیم خداوندی پر ہے

شیخ الاسلام کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم خداوندی کا سب سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم کرے۔ کیونکہ جس شریعت محمدی کے ذریعہ مومن اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اسی کا مقتضا بھی یہ ہے کہ عز وجل کے امر و نہی کی اطاعت کی جائے۔ اور انقیاد و اطاعت بھی صورت منصور ہو سکتی ہے۔ کہ دل میں اگر امر الٰہی کی عظمت ہو تو جو اس کو بھی اسے ادا

کررہے ہوں۔ دل میں نہی خداوندی کی قدر و منزلت ہو۔ تو ظاہری ارکان بھی اس کے ارتکاب سے مجتنب ہوں۔ لہذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نظر آئے تو یہ اس کی بین دلیل ہے کہ اس کے دل میں صرف امر و نہی کی تعظیم ہی نہیں بلکہ صاحب امر و نہی کی توقیر و منزلت بھی راسخ ہے۔ اور جس قدر صاحب امر و نہی کی عظمت اور توقیر و منزلت ہوگی۔ اسی تناسب سے یہ ابرار کے زمرہ میں مرتبہ ولایت حاصل ہوگا جن کے حق میں ایمان و تصدیق صحت عقیدہ اور خصوصاً نفاق اکبر سے برات کی شہادت دی گئی ہے۔ کہ فلاں شخص صحیح العقیدہ ایماندار اور صاحب اخلاص ہے منافق نہیں کیونکہ بعض دفعہ انسان کسی کام کو اس لئے کر گزرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ پائیں یا ان کے ہاں اس کی جاہ و منزلت ہو۔ یا کسی امر ممنوع سے اس لئے کنارہ کشی کرتا ہے کہ لوگوں کی نظروں سے نہ گر جائے۔ یا ان شرعی حدود اور سزا کے خوف سے باز رہتا ہے جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں تو اس قسم کا فعل یا ترک فعل نہ تعظیم امر و نہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور نہ ہی صاحب امر و نہی کی عظمت و شوکت کی بنا پر۔

تعظیم امر و نہی کی علامات و مثالیں

کیونکہ تعظیم اوامر کی تو علامت ہی یہ ہے کہ اس کے اوقات و حدود کی رعایت کی جائے اس کے ارکان و واجبات اور تکمیل کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کا ٹائم قریب ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار و مستعد ہو۔ اور جب وقت وجوب آجائے تو اسے ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ اس کے ارکان و واجبات وغیرہ کی ادائیگی

نہیں خامی ہو جائے۔ یا حقوق ادا میں قصور پڑ جائے۔ تو وہ اس طرح غمناک و لنادگین ہو جلیسے کسی سے جماعت نماز فوت ہو جائے۔ اور وہ جانتا ہو کہ اگرچہ انفراداً نماز تو ہو جائیگی۔ مگر ستائیس درجات سے تو محروم رہ گیا۔ یا اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کسی تجارت پیشہ آدمی سے بلا مشقت و کلفت سفر وغیرہ گھر بیٹھے ایک ہی سودے سے ستائیس پونڈرہ جائیں۔ تو وہ افسوس و ندامت کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتا ہے تو کیا آپ یہ باور کر سکتے ہیں کہ اس سے کوئی جماعت بھولے سے بھی ترک ہو جائیگی۔ حبکہ نماز با جماعت کے ستائیس درجات میں سے ایک ایک درجہ ہزار نہیں۔ لاکھوں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

نماز و جماعت میں غفلت عدم تعظیم امر کی دلیل ہے

توجب انسان اس قدر فائدہ و نفع ضائع کردے۔ نفع تو کیا۔ اکثر علماء کے نزدیک نماز بلا جماعت نماز ہی نہیں۔ چہ جائیکہ وہ بے توجہی سے ادا کرے۔ اور نماز کو ایک قسم کی مصیبت سمجھے اور اس کے ارکان و واجبات کی رعایت نہ کرے تو یہ حالت امر الٰہی کی عدم تعظیم کا واضح ثبوت ہے۔ علی ہذا القیاس جبکہ اس سے اول وقت جو خدا تعالےٰ کی رضا کا موجب ہے فوت ہو جائے۔ یا پہلی صف کی شمولیت رہ جائے جس کے دائیں طرف پر خدا تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور ملائکہ الٰہی کی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ اس کے دل میں احکام خداوندی کی کس قدر توقیر و منزلت ہوگی؟ لیکن اگر اسے نماز با جماعت اور صف اول کے ثواب اور درجات اور فضائل کا پتہ چل جائے۔ تو وہ اس کے حصول

کے لئے لڑ مرے۔ اور قرعہ ڈال کر بھی پہلی صف میں گھس جائے۔ یہی حال نمازیوں کی قلت و کثرت کا ہے جس قدر جماعت میں نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گے۔ اسی طرح جس قدر دور سے چل کر آئیگا اتنا ہی ایک قدم معافیٔ گناہ کا باعث اور دوسرا رفعت درجات کا موجب ہوگا۔

بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں

علی ہذا القیاس خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑے ہو کر بھی جس کی نماز حضورِ قلبی اور خشوع و خضوع سے جو نماز کا روح و خلاصہ ہے۔ خالی ہو تو ایسی نماز اس مردہ بیان اور ڈھانچے کی طرح ہے جو روح سے سراسر خالی ہو۔ کیا انسان اپنے جیسے مخلوق انسان کے سامنے مرا ہوا غلام یا مردہ لونڈی تحفہ پیش کرنے سے نہیں شرمایا کرتا؟ اور کیا ایسے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ جس بادشاہ یا امیر وغیرہ کے ہاں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہے اس کے صلہ میں اس کی جانب سے آفرین و شاباش اور عزت افزائی ہوگی؟ تو بس یہ بخوبی سمجھ لیجئے کہ جو نماز خشوع و خضوع اور حضورِ قلبی توجہ الی اللہ اور یکسوئی سے خالی ہو بعینہ وہ نماز اس مردہ غلام یا لونڈی کی طرح ہے جسے کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ عزوجل اسے قبول نہیں کرتا۔ اگرچہ اس نماز سے دنیوی احکام سے ایک فرض ساقط ہو جائے گا۔ مگر ثواب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ثواب اسی نماز پہ ملتا ہے جو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھی جائے۔ جیسا کہ سنن اور مسند امام احمد وغیرہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ وَمَا كُتِبَ لَهٗ إِلَّا نِصْفُهَا إِلَّا ثُلُثُهَا إِلَّا رُبُعُهَا إِلَّا خُمُسُهَا حَتّٰى بَلَغَ عُشْرَهَا

انسان نماز پڑھتا ہے۔ مگر اس کے نامہ اعمال میں صرف اس کا نصف، تہائی، چوتھائی، پانچواں حصہ حتیٰ کہ بعض دفعہ دسواں حصہ صحیح درج ہوتا ہے

اخلاص اور تفضیل اعمال

یہاں یہ بتلا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جملہ اعمال کا یہی حال ہے اور جس قدر دل میں ایمان و خلوص، محبت اور لوازم محبت موجود ہونگے اسی تناسب سے خدا کے ہاں درجات و فضیلت اعمال میں کمی بیشی ہوگی۔ اگر مذکورہ اوصاف کا عنصر غالب ہوگا تو اعمال بھی اعلیٰ و افضل ہوں گے۔ یہی حال کفارہ بننے کا ہے کہ اگر اعمال خود بذاتہ کامل ہونگے تو بطور اکمل کفارہ سیئات بنیں گے اور جس قدر ناقص ہونگے اسی مقدار سے کفارہ ناقص ہوگا۔

کفارہ سیئات اور دو اصولی قاعدے۔

یہی دو قاعدے ہیں جن کی رو سے کئی ایک اشکالات رفع ہو سکتے ہیں یعنی

(۱) دل میں حقائق ایمان کے تفاضل سے اعمال میں تفاضل (۲) عمل کے نقصان و کمال کے تناسب سے کفارہ بننے میں نقصان و کمال۔ لہذا انہی دو قاعدوں کی رو سے وہ اشکال بھی حل ہو سکتا ہے جو حقائق ایمانی سے ناواقف و بے بہرہ لوگوں کی جانب سے اس حدیث پر کیا جاتا ہے۔

إِنَّ صَوْمَ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ وَيَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يُكَفِّرُ سَنَةً

حج کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا اور عاشورا کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر ہمیشہ عرفہ و عاشورہ دونوں کے روزے رکھتا جائے تو ایک ایک سال میں تین تین سالوں کا کفارہ کیسے[1]؟

[1] سید رشید رضا رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جاہل مسخروں کا یہ قول بالکل اسی قسم کا ہے۔ "آج نے عاشورہ کے دن ظہر تک روزہ رکھا لو یہ کہا شستا ہی کیلئے کافی ہے" یہ تمسخر مورد اشکال سے معترض کی ناواقفیت پر بین دلیل ہے۔ کیونکہ وہ مکفر و مکفر لہ دونوں کو مادی چیز سمجھتا ہے۔ کہ دونوں باہم مقابل و برابر ہوں جتنی نیکیاں ہوں اتنی ہی بدیاں ہوں کمی بیشی نہ ہو۔ کیونکہ اگر نیکیاں (مکفر) بدیوں (مکفر لہ) کا کفارہ بنکر زائد بچ رہیں گی۔ وہ بیکار ہوں گی اور کفارہ نہیں بن سکیں گی اس لئے کہ جن گناہوں (مکفر لہ) کا نیکیوں نے کفارہ بننا ہے۔ ان کا تو وجود ہی موجود نہیں یا اس کے برعکس نیکیاں (مکفر) کم ہوں اور قابل تکفیر گناہ زائد بچ رہیں جیسا کہ حجلے کے نصف سال کے گناہ باقی بچ رہے۔ تو زائد گناہوں کے لئے کون چیز کفارہ بنے گی؟ غرضیکہ وہ گناہوں اور نیکیوں کو بھی مادی چیز تصور کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تقدیرات معنویہ ہیں جو حسنات کے ذریعہ نفس سے بدیوں کو اثر زائل کرنے کے لئے مقدر کی گئی ہیں۔ اس کی واضح تر محسوس مثال حدیث شریف میں آئی ہے جس میں پانچوں نمازوں کے گناہوں کا کفارہ بننے کو اس نہر جاری سے تشبیہ دی ہے جو کسی کے دروازہ کے سامنے سے گذرتی ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو۔ تو کیا اس کے بدن پر کچھ تھوڑی سی میل بھی باقی رہیگی؟

اس کی دیگر مثال یوں سمجھئے کہ ایک کپڑے کے متعلق آپ کہیں کہ یہ کپڑا صابن سے تین دفعہ دھونے سے صاف ہوگا۔ دوسرے کے متعلق کہیں کہ اسے ضرور پانچ دفعہ دھویا جائے۔ تو میل نکلنے کے بعد جتنی دفعہ زیادہ دُھلے گا اتنا زیادہ ہی صاف ہوگا جیسا کہ نیکیوں کا تو فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ نہ نیکی، نقصان ہوتا ہے نہ منفی پہلی رونق کو کم کرتا ہے دوبالا کرتا ہے

حسنات و کفارۂ سیئات اور اس کے شرائط

بعض محدثین نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اگر اعمال کی کچھ حصہ تکفیر سیئات سے بچ رہے تو اس سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ مگر مقام تعجب ہے کہ انسان کو کیا معلوم۔ شاید وہ اعمال جو کفارہ سیئات بنتے ہیں، اگر سب کے سب بجا لائے جائیں تو وہ تمام مل کر بصورت اجتماعی کفارہ سیئات بنتے ہوں۔

پھر اعمال کا کفارہ سیئات بننا بھی چند شرائط سے مشروط اور اس بات پر موقوف ہے کہ عمل کے موانع داخلی و خارجی اندرونی و بیرونی سب منتفی ہوں۔ اگر انسان کو یہ یقین ہو کہ اس نے کوئی عمل بشرط تمام ادا کر لیا اور ساتھ ہی جملہ موانع بھی مفقود ہوں تو اس وقت کہیں جا کر وہ کفارہ سیئات بن سکے۔ ورنہ بے شمار ایسے عمل نظر آتے ہیں جو اگر سراپا غفلت و بے توجہی سے نہیں ادا کئے جاتے تو کم از کم ان کا اکثر حصہ تو اسی غفلت بے رخی اور بے توجہی کی نذر ہو جاتا ہے۔ مزید براں یہ کہ اخلاص جو عمل کی جان ہے سے یکسر خالی ہوتے ہیں اور اس کے آخر حقوق کو نہایت بیدردی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) ہوتا ہے۔ کیونکہ نیکیاں جسطرح نفس کا تزکیہ کرتی ہیں اور گناہوں کی میلی دھوتی ہیں اسی طرح نفس کو قوت ایمانی تقوی خدا و رسول اور اولیاء اللہ کی محبت اور نیکیوں کی رغبت وغیرہ سے مزین و خوبصورت بنا دیتی ہیں۔ اگر نفس گناہوں سے مبتلا نہ ہوا ہو یا وہ بھی اس قدر قلیل ہو کہ چند نیکیوں سے ہی زائل ہو جائے۔ تو باقی نیکیاں اس کی زیادہ صفائی و نظافت کا موجب ہوں گی اور چمکا دیں گی تو روز مرہ محسوسات کے ماننے والوں پر وہ اسرار دین بلکہ اپنے نفس تک سے کس قدر بے خبر اصلی ثابت ہوئے ہیں۔

سے پامال کر دیا جاتا ہے۔ اور جو کما حقہ بجملہ حقوق ادا نہ کیے جائیں۔ تو خود ہی بتلایئے کہ وہ کس کا کفارہ بنیں؟

مخربات اعمال

لیکن کیا انسان اپنے عمل کے متعلق پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کما حقہ اسے بجملہ حقوق ظاہری و باطنی ادا کر دیا ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے۔ تو کیا اس بات کی قسم دی جا سکتی ہے۔ کہ اسے کوئی مانع نہ پیش آیا ہو جس کی رو سے وہ کفارہ بننے کے قابل ہی نہ رہا ہو۔؟ یا غرور و خود بینی کی اس میں آمیزش نہ ہوگی جو اعمال کو یکسر ضائع و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں یا وہ یہ ایک معمولی سا عمل کر کے لوگوں پر اس کا احسان نہیں جتلایا کرتا؟ یا اس ایک معمولی سے عمل کے عوض لوگوں سے عزت و تعظیم کا طالب نہیں ہوا کرتا؟ اچھا! وہ ایمانداری سے بتلا سکتا ہے کہ ظاہر نہ سہی اسکا دل اور باطن بھی اس خواہش سے بالکل پاک صاف اور منزہ ہے کہ اس عمل کے باعث اس کی تحسین و آفرین ہو؟ یا توقیر نہ کرنیوالوں سے بغض و عناد اور نفرت و عداوت نہ رکھتا ہو؟ یا کم از کم اس کے دل میں ٹھیس تک بھی نہ لگتی ہو۔ کہ فلاں شخص نے مجھے آفرین و شاباش تک نہ کہی یا عدم تحسین کو اپنے لئے ہتک عزت کا باعث تک نہ خیال کرتا ہو؟ تو پھر ایسا ردی عمل کس گناہ کا کفارہ بن سکے گا؟

غرضیکہ اعمال کو خراب و برباد کرنیوالی چیزیں اس قدر ہیں جو حصر و شمار سے باہر ہیں۔ اور عمل کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ عمل کو خراب و برباد کرنے والی چیزوں سے محفوظ اور صحیح سالم رکھنا کارے دارد۔ دیکھئے! ریا تھوڑی سی تھوڑی کیوں نہ ہو عمل کو بالکل تہس نہس کر کے رکھ دیتی ہے۔ اور اس کی اس قدر حدود ہیں جن کا شمار ناممکن ہے

سُنّت سے آزادی اور بطلان عمل

الغرض اتباع سنت سے کسی عمل کا آزاد ہونا بطلان

عمل کا موجب ہے۔ پھر دل ہی دل میں خدا پر اس کا احسان جتانا یہ بھی مفسد اعمال ہے علی ہذا القیاس صدقہ دے کر اس کے عوض لوگوں پر احسان جتانا۔ ان سے نیکی واحسان، یا صلہ کی خواہش رکھنا بھی عمل کو برباد کر دیتا ہے، جیسا کہ باریتعالیٰ کا ارشاد ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (بقرہ ع ۳۶)

مومنو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقات کو باطل مت کرو۔

اکثر لوگوں کو تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ بعض برائیاں نیکیوں کو بھی برباد کر ڈالتی ہیں جیسا کہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات ع ۱)

مومنو! پیغمبر خدا کی آواز سے اونچی آواز کر کے اپنے اعمال مت برباد کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے اسطرح بلاؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو۔ کہ بے خبری ہیں اپنے اعمال ہی برباد کر کے بیٹھ جاؤ۔

ضبطی اعمال کی مثالیں

دیکھئے! ایک دوسرے کی طرح رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اونچی آواز سے مخاطب کرنا بربادی اعمال کا موجب ہے جس سے عزوجل مومنوں کو تحذیر فرما رہے ہیں حالانکہ پیغمبر خدا صلعم کو بالجہر مخاطب کر لینا کوئی ارتداد سے نہیں ہاں ایک معصیت ہے جو عامل کے بیخبری و بے شعوری میں ہی اعمال کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے تو آپ خیال فرمائیے! جو شخص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احادیث طریقہ

وہدایت پر غیروں کے طریقہ اقوال کو مقدم کرے یا ترجیح دے تو کیا اس نے جہالت و بےخبری میں اپنے اعمال کو تباہ و برباد نہیں کر ڈالا؟

حبط اعمال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دیگر ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہے۔

مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ[1]	جس نے عصر کی نماز نہ پڑھی اسکے عمل ضبط ہو گئے

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیع عینہ کے موقعہ پر جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔

اِنَّهٗ قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ[2]	اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مل کر جو جہاد کئے تھے وہ بھی برباد کر لئے مگر یہ کہ توبہ کرے

حالانکہ بیع علینہ ارتداد کی قسم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک معصیت ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ یہ بیع معصیت ہے۔

لہٰذا جو چیزیں عمل کو فوراً یا بعد از وقوع خراب و برباد کر دیتی ہیں۔ ان کا کھوج لگانا ان کا ایک ایک گوشہ چھان ڈالنا۔ اور ان کے ہر پہلو سے واقف ہونا انسان کا اہم فریضہ ہے۔ اسی طرح دل میں جذبہ عمل کا ہونا۔ اور عمل کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھنا از حد ضروری ہے۔ ایک اثر معروف میں آیا ہے۔

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ الْعَمَلَ سِرًّا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی فَيَتَحَدَّثُ	کہ بعض دفعہ انسان خفیہ طور پر نیکی کرتا ہے جسے خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں ہوتی،

[1] بخاری و مسلم از بریدہ رضی اللہ عنہ ۱۲ [2] بیع علینہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز ادھار دے کر وہی چیز قیمت لینے سے پہلے نقد اپنی قیمت سے کم قیمت پر خرید لے ۱۲

بِهٖ فَيُنْتَقَلُ مِنْ دِيْوَانِ السِّرِّ اِلٰى دِيْوَانِ الْعَلَانِيَةِ ثُمَّ يَصِيْرُ فِيْ ذٰلِكَ الدِّيْوَانِ عَلٰى حَسَبِ الْعَلَانِيَةِ فَاِنْ تَحَدَّثَ بِهٖ لِلسُّمْعَةِ وَطَلَبِ الْجَاهِ وَالْمَنْزِلَةِ عِنْدَ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَبْطَلَهٗ كَمَا لَوْ فَعَلَهٗ لِذٰلِكَ

لیکن اس کے منہ سے کہیں اسکا تذکرہ نکل جاتا ہے تو اب خفیہ نہیں رہا بلکہ دوسری کے کانوں تک پہنچ کر علانیہ کے درجے میں آگیا جہاں اس کے مختلف طرح ہوتے ہیں اگر اس نے ریا وسمعہ اور غیر اللہ سے طلب جاہ و منزلت کے لئے اس کا تذکرہ کیا ہو تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے اسی غرض سے کیا ہوا برباد ہو جاتا ہے۔

۱؎ امام منذری ابودرداء سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْاِبْقَاءَ عَلَى الْعَمَلِ اَشَدُّ مِنَ الْعَمَلِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُكْتَبُ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ مَعْمُوْلٌ بِهٖ فِي السِّرِّ تُضَعَّفُ لَهٗ اَجْرُهٗ سَبْعِيْنَ ضِعْفًا فَلَا يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ حَتّٰى يَذْكُرَهٗ لِلنَّاسِ وَيُعْلِنَهٗ فَيُكْتَبُ عَلَانِيَةً وَيُمْحٰى تَضْعِيْفُ اَجْرِهٖ كُلِّهٖ ثُمَّ لَا يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ حَتّٰى يَذْكُرَهٗ لِلنَّاسِ الثَّانِيَةَ اَوْ يُحِبُّ اَنْ يُذْكَرَ بِهٖ وَيُحْمَدَ عَلَيْهِ فَيُمْحٰى مِنَ الْعَلَانِيَةِ وَيُكْتَبُ رِيَاءً فَاتَّقَى اللّٰهَ امْرُءٌ صَانَ دِيْنَهٗ وَاِنَّ الرِّيَاءَ شِرْكٌ

عمل کرنے کی نسبت عمل کی حفاظت کرنا زیادہ مشکل ہے بعض دفعہ آدمی خفیہ طور پر کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے لئے نامہ اعمال میں عمل صالح درج ہو جاتا ہے اور ستر درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے تو شیطان لوگوں میں آہستہ آہستہ مشہور کرکے اسے علانیہ بنا دیتا ہے تو خفیہ کی بجائے اعمال ہائے علانیہ کی فہرست میں درج ہو جاتا ہے اور وہ زائد ثواب کے ستر حصے محو ہو جاتے ہیں صرف اسی عمل کا ثواب باقی رہ جاتا ہے پھر دوبارہ اس کے پیچھے شیطان لگ جاتا ہے حتی کہ دوبارہ اسے یاد دلاتا ہے اور دباتی رہتے

ضبط شدہ اعمال کا ثواب توبہ سے وہی واپس ملتا ہے یا جدید؟

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ اگر وہ توبہ کر لے تو اس عمل کا ثواب دوبارہ لوٹ کر اسے مل سکیگا؟ یا اس ثواب کا وجود باطل اور فنا ہو جانے کے باعث دوبارہ واپس ملنے کی کوئی توقع نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر اس نے غیر اللہ کے لئے کیا ہے۔ اور نیت قلبی بھی یہی ہے۔ تو وہ توبہ سے نیکی نہیں بن سکتا۔ البتہ توبہ کے باعث اسے عذاب نہ ہوگا اس صورت نہ اسے اس کا ثواب ہوا نہ عذاب۔ اور اگر اس نے محض خالصاً لوجہ اللہ کیا بعد ازاں اس کے دل میں قدرے عجب و غرور پیدا ہو گیا۔ یا اس کے منہ سے اس کا تذکرہ نکل گیا۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور نادم و شرمسار ہوا تو اس کا وہی ثواب اسے دوبارہ مل جائے گا۔ ضبط اور ضائع نہیں ہوگا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ پہلا ثواب اسے نہیں ملتا۔ بلکہ از سر نو ثواب ملیگا۔

محض مرتد ہونے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا شرط ہے؟

(بقیہ فٹ نوٹ ۲) اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عمل لوگوں میں مشہور ہو کر اسکی تعریف ہو تو وہ ایسا کرنے لگتا ہے جس کی وجہ علانیہ کے درجہ سے محو ہو کر ریا کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ ثواب کی بجائے انسان عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے لہذا زیادہ متقی وہ شخص ہے جو اپنے دین کو ریا سے محفوظ رکھے کیونکہ ریا شرک ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث بغرادلقیہ بن ولید اپنے اساتذہ سے منفرد روایت ہے۔ حافظ منذری نے کہا کہ میں اسے موقوف خیال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲

حقیقت میں اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر ہے کہ محض ارتداد سے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا بھی اس کے لئے شرط ہے؟ اس کے متعلق دو قول مشہور ہیں۔ اور یہی دونوں روایتیں امام احمد سے مروی ہیں (۱) اگر یہ کہیں کہ نفس ارتداد سے ہی باطل و حبط ہو جاتے ہیں، تو جب مسلمان ہو جائیگا اسوقت وہ قبل از اسلام کے سابقہ اعمال اسے از سرِ نو باطل کریں گے (۲) اور اگر یہ کہیں کہ ارتداد پر مرنا شرط ہے تو اس صورت جب دوبارہ مسلمان ہو گا۔ اسی وقت اس کا ثواب واپس لوٹ آئے گا علی ہذا القیاس اسی اصول کی رو سے یہ مسئلہ بھی حل ہو سکے گا۔ کہ اگر نیکی کے بعد انسان سے کوئی ایسی برائی سرزد ہو جائے جس سے وہ نیکی حبط ہو جائے بعد ازاں اس برائی کے بعد وہ توبہ کرلے۔ تو سابقہ نیکی کا ثواب ہی اسے واپس ملیگا۔ یا ثواب جدید؟

مسئلہ مذکور اور مصنف کی تحقیق

غرضیکہ اس مسئلہ کے متعلق میرے (ابن قیم) کے دل میں ایک کھٹکا سا لگا رہا۔ اور مجھے اس کی صحیح صورت معلوم کرنے کی خواہش رہی۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کے متعلق کسی شخص نے کچھ تسلی بخش نہیں بیان کیا

نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش

اور جو میرے ذہن میں آیا واللہ اعلم خدا کی توفیق اور امداد سے جواب یہ ہے۔ کہ نیکیوں اور برائیوں میں ہمیشہ جنگ چھڑی رہتی ہے اور دونوں ایک دوسری کو پچھاڑتی رہتی ہیں حتیٰ کہ جو فریق غالب آجائے۔ اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور فریق ثانی مغلوب و شکستہ خوردہ ہونے کے باعث کالعدم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جب نیکیاں زیادہ ہو جائیں تو برائیوں

کو دفع کر دیتی ہیں لہٰذا ازاں جب انسان توبہ بھی کر لیتا ہے۔ تو اس پر اور زیادہ نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی کثیر مقدار تک پہنچ جاتی ہیں کہ جو نیکیاں برائیوں نے مٹا ڈالی تھیں ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں پھر جب توبہ نصوح اور صحیح پختہ ارادے اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو تو اس کی برائیوں کو جلا کر اس طرح کر دیتی ہیں۔ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔

فَاِنَّ التَّائِبَ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ ①

کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنیوالا شخص یوں پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں

اس کی تائید حکیم بن حزام کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے زمانہ شرک و جاہلیت کے نیک کاموں صلہ رحمیوں اور عتق وغیرہ کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ان پر بھی ثواب ملیگا؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ ②

قبل از اسلام کی سابقہ نیکیاں بھی تجھے ملیں گی

اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو نیکیاں بوجہ شرک باطل ہو چکی تھیں اسلام ان کا ثواب بھی لوٹا دیتا ہے۔ پھر جب انسان شرک سے توبہ کر لے۔ تو اس کی سابقہ نیکیوں کا ثواب اسے واپس مل جاتا ہے۔ بعینہ اسی

① اسے ابن ماجہ نے سنن میں طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً ابن مسعود سے روایت کیا ہے مقاصد حسنہ میں سخاوی فرماتے ہیں کہ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ ہاں اسے استاذ حافظ ابن حجر نے بہ شواہد اسے حسن قرار دیا ہے اور یہ حدیث کئی ایک سندوں سے مروی ہے جو تمام ضعیف ہیں ② اسے احمد بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے!

طرح جب انسان صدق دل سے خالص اور سچی توبہ یعنی توبۃ النصوح کر لیتا ہے
تو ایسی توبہ تمام برائیوں کو خاکستر سیاہ کر کے تمام نیکیوں کا ثواب دوبارہ واپس
لوٹا دیتی ہے

ایک تمثیل سے مسئلہ مذکورہ کی مزید وضاحت

ایک دوسرے طریقہ سے اس کی وضاحت یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح بعض
امراض بدنی ہوتی ہیں اسی طرح بعض قلبی ہوتی ہیں۔ مثلاً جیسے بخار اور درد بدنی
امراض ہوتی ہیں، اسی طرح گناہ اور برائیاں قلبی بیماریاں ہوتی ہیں، اور جب کوئی بعض
بیماری سے بالکل تندرست ہو جائے تو سابقہ تمام قوتیں عود کر آتی ہیں۔ بلکہ وہ
پہلے سے بھی کئی گنا طاقتور ہو کر یوں معلوم ہوتا ہے گویا آج تک وہ شائد بیمار
و کمزور اور لاغر ہی نہیں ہوا تھا، الغرض اس مثال میں آپ قوت سابقہ کو بمنزلہ
حسنات۔ مرض کو بمنزلہ گناہ۔ اور صحت و عافیت کو توبہ کے قائم مقام تصور
کر لیجئے پھر یہ بھی بخوبی سمجھ لیجئے کہ مریض مختلف الطبیعت ہوتے ہیں مثلاً
(۱) بعض مریض ضعف عافیت کے باعث کبھی شفایاب نہیں ہو سکتے (۲)
بعض کی طبیعت میں چونکہ قوت مدافعت اور مقابلہ مرض کے اسباب اور
پہلے سے بہتر حالت ہونے کی بدن میں صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس لئے
وہ پہلے کی طرح دوبارہ تندرست ہو جاتے ہیں (۳) اور بعض ایسے ہوتے ہیں
جو پہلے سے بھی زیادہ تندرست توانا و طاقتور ہو کر طبیعت میں پہلے سے بھی
زیادہ نشاط و بشاشت پاتے ہیں کیونکہ ان کی طبیعت میں صحت و عافیت

کے اس قدر قوی اسباب موجود ہوتے ہیں جو کمزوری بیماری کے اسباب کو ایک منٹ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتے حتیٰ کہ بعض دفعہ مریض کے لئے خود اپنی مرض ہی صحت کا موجب ہوتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے، سہ

لَعَلَّ عَتْبَكَ مَحْمُودٌ عَوَاقِبُهُ	شاید تیر لعتاب ہی محمود العاقبت ثابت ہو۔
وَرُبَّمَا صَحَّتِ الْأَجْسَامُ بِالْعِلَلِ	اور بعض اوقات بیماری ہی جسم کیلئے صحت کا باعث ہو جاتی ہے

بعینہٖ اسی طرح توبہ کے بعد انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں، کوئی پہلے درجے میں کوئی دوسرے میں اور کوئی تیسرے میں

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ وَلَا رَبَّ سِوَاہُ

فصل

تعظیم مناہی کی علامات

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی مناسب نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے احکام امتناعی کی عظمت وہیبت اور امور ممنوعہ سے اجتناب کی علامات کیا ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی علامات بے شمار ہیں، مثلاً امور ممنوعہ کے نہ صرف دواعی و اسباب سے دور رہنا بلکہ ہر اس وسیلہ و ذریعہ کو ترک کر دینا جن کے ذریعہ ممنوعات الٰہی کے ارتکاب یا کم از کم قریب ہونے کا شائبہ تک موجود ہو تعظیم مناہی کی بین دلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی تصویر دار مکان (تھیٹر وغیرہ) جہاں ارتکاب معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے سے اس بنا پر دور رہے، کہ مبادا وہ بھی کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے علیٰ ہٰذا القیاس بے حرج کو اس خطرہ سے ترک کر دینا کہ مبادا کہیں وہ باحرج

میں داخلہ کا موجب ہوں۔ یا ایک بے ضرورت مباح ہے اس لئے اجتناب کرنا کہ وہ ارتکاب مکروہ کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو۔ علی ہذا القیاس ہر ایسے شخص سے دور رہنا جو ممنوعات خداوندی کا علانیہ ارتکاب کرتا ہو اس کی تحسین و تعریف کرتا ہو۔ اس کی طرف دعوت دیتا ہو۔ اس کا پراپیگنڈا کرتا ہو بلکہ وہ امتناعی امر کو پرکاہ کے برابر بھی نہ سمجھتے ہوئے بے دھڑک اس کو استعمال کرتا ہو ممنوعات آلٰہیہ کی عظمت و ہیبت کی بہت بڑی علامت ہے۔ کیونکہ ایسے شخص سے میل جول رکھنا اور اختلاط کرنا بھی غضب الٰہی و قہر خداوندی کا ذریعہ ہے ایسے آدمی سے تو وہی شخص میل جول رکھ سکتا ہے جس کے دل سے خدائے ذوالجلال نیز اس کی حرام و منع کردہ چیزوں کی عظمت و ہیبت اٹھ چکی ہو

تعظیم نہی کی علامات

دوسرا سوال ہے کہ تعظیم نہی کی علامات کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ محارم الٰہی کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کر غضب آلود ہو جاتا ہے تو خدائے قدوس کی زمین پر خدا تعالے کی نافرمانی۔ اور اس کے احکام کے قیام سے سراسر انحراف ہوتا دیکھ کر شکستہ دل اور غم و اندوہ سے لبریز ہو جاتا جب کہ اسے ایسی صورت کو بدل ڈالنے کی طاقت نہ ہو۔ تعظیم نہی کی واضح علامت ہے۔

ادائے امر و نہی میں سستی

غرضیکہ امر و نہی کی تعظیم و عظمت کی علامت یہ ہے۔ کہ بارگاہ الٰہی سے جب کسی کام کو کرنے کا حکم صادر ہو تو فوراً تیار ہو جائے۔ یا کسی چیز کے متعلق امتناعی حکم نافذ ہو تو فوراً رک جائے۔ رخصت و معافی کا بہانہ اور آسانی تلاش کرے

دراگر کہیں کسی معاملہ میں کسی وقت شرع شریف سے رخصت ملتی ہو تو یہ نہ
ہو کہ خود بدعمل ہو کر دوسروں کے لئے بدعملی کا نمونہ ثابت ہو یا رخصت کو دیکھ کر
اس قدر سست و بدعمل ہو جائے کہ اگر کسی کو کسی وقت کسی ضرورت میں رخصت ملی
ہو تو وہ اس بدعمل کی بدعملی کو اسوہ بنا کر وقتی رخصت کو بے موقعہ و بے ضرورت
استعمال کرنے لگ جائے اور جادۂ اعتدال سے یکسر منحرف ہو جائے۔

ابراد ظہر کی رخصت کا غلط استعمال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ شدت کی
گرمی میں ظہر کے متعلق حدیث میں ابراد کی رخصت آئی ہے تو اس رخصت کا
مفاد یہ نہیں کہ ابراد کرتے کرتے نماز کا وقت ہی نکل جائے۔ یا قریب الخروج تک
پہنچ جائے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو یہ متر خص جانی ہے یعنی رخصت میں حد سے
زیادہ سستی و نرمی کرتے ہوئے اس کا غلط استعمال کرتا ہے

ابراد کی حکمت

اور اس رخصت میں یہ حکمت ہے کہ شدت گرمی
کے باعث انسان پوری طرح حضور قلب اور
خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتا۔ اور ایک عبادت کو بددلی
اور جبر و اکراہ سے ادا کرتا ہے اس لئے شارع علیہ السلام کی یہ دانائی اور حکمت

ؔ بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ
سخت گرمی میں ظہر کو قدرے تاخیر سے پڑھو۔ کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ
کا جوش ہے ۱۲۔ اللھم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ

تھی کہ حرارت کی شدت ٹوٹنے تک تاخیر ظہر کا حکم صادر فرمایا کہ انسان حاضر دماغی اور اطمینان سے نماز ادا کر سکے۔ اور نماز کا اصل مقصود یعنی خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ نہ فوت ہو جائے۔

کھانا حاضر ہونے اور قضاء حاجت کے موقعہ پر نماز نہ ہونے میں حکمت

اسی طرح نہی کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے حاضر ہونے اور پیشاب و پاخانہ کی سخت حاجت کے موقعہ پر نماز پڑھنے سے منع[1] فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر طبیعت میں تشویش سی ہوتی ہے۔ دل غیر حاضر ہوتا ہے۔ اور نماز کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کی یہ دانشمندی ہوگی کہ پہلے اس کام کی طرف متوجہ ہو پھر فارغ القلب اور مطمئن ہو کر نماز ادا کرے۔ ایسی صورت میں اگر وہ نماز ادا کریگا۔ تو اس کا دل بالکل خدا تعالے کی طرف حاضر ہوگا اس کی تمام تر توجہ خدائے قدوس کی طرف ہوگی اور اس کا ایک ایک عضو متوجہ الی اللہ ہوگا۔ تو اس قسم کی دو رکعتیں ہی اس کے لئے سابقہ گناہوں کی معافی کا باعث ہو سکیں گی۔ اس مثال سے بھی یہ بتلانا مقصود ہے کہ رخصت تاخیر کی آڑ لیکر وقت نماز ہی گذار دینا۔ رخصت کا غلط استعمال ہوگا۔ اور اس کے حمل

[1] مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا کہ لَا صَلٰوۃَ بِحَضْرَۃِ طَعَامٍ وَلَا ھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ یعنی طعام حاضر ہونے اور پاخانہ کی شدید حاجت کے موقعہ پر نماز نہیں ہوتی ۱۲

سے خود بخود ظاہر ہو جائیگا کہ ایسے شخص کے دل میں تعظیم امر و نہی کا کس قدر جذبہ موجزن ہے؟

جمع بین الصلوٰتین کی حکمت اور اس کا غلط استعمال

علی ہذا القیاس جمع بین الصلوٰتین کو لے لیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے وقت مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ اثنار سفر میں سواری سے اترنا متعذر رہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوتا ہے اور پھر لگاتار سفر کو جاری رکھتے ہوئے ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا بھی مشکل ہے۔ لہٰذا کسی منزل میں جب دو تین روز یا ایک دن کے لئے ہی قیام اور پڑاؤ کا موقعہ ہو تو وہاں جمع بین الصلوٰتین کا کوئی موجب نہیں۔ کیونکہ وہ اسوقت ہر نماز اپنے اپنے وقت میں بلا مشقت ادا کر سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ جمع بین الصلوٰتین کرنا طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا جیسا کہ اکثر اصحاب سفر کا خیال ہوتا ہے کہ سفر میں دو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ہی سنت ہے خواہ عذر موجود ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ قصر کرنا طریقہ نبوی ہے اور جمع بین الصلوٰتین ایک عارضی رخصت ہے۔ لہٰذا مسافر کیلئے چار رکعتوں کو دو پڑھنا یعنی قصر کرنا تو سنت ہے خواہ عذر ہو یا نہ۔ مگر جمع بین الصلوٰتین ایک وقتی حاجت اور رخصت ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں فرق ہے اسکی صورت اور ہے۔

اس کی اور شرعی رخصتوں کے غلط استعمال کی دیگر مثال

رخصت کی ایک دیگر مثال سنئیے! کہ سیر ہو کر کھانے کی رخصت ہے۔ اور یہ کوئی حرام امر نہیں۔ اب رخصت رخصت کر کے یہ مناسب نہیں کہ انسان کھانے نے کھانے اتنا ظلم ڈھائے کہ ناک کے نتھنوں تک بھر کر بیمار ہو جائے اور لگے چورن ڈھونڈنے اور ہر وقت اسے کھانے سے پہلے بھی اور پیچھے بھی پیٹ ہی کی فکر ہو اس بھلے مانس کو چاہیے کہ کبھی سیر شکم ہو تو کبھی بھوکا بھی رہے۔ اور کھاتے وقت اشتہا باقی ہوتے ہوئے کھانا ترک کر دے۔ خود آنحضرت صلعم نے طعام کی مقدار اور اس کا اندازہ بتلا دیا ہے، کہ

ثُلُثٌ لِطَعَامِہٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِہٖ وَ ثُلُثٌ لِنَفْسِہٖ ؂۱

تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے۔

لہذا تینوں حصوں کو وقف طعام ہی نہیں کر دینا چاہیے۔

یہ تشریحات امر و نہی کی ادائیگی میں نرمی و سستی اور بدعملی کے متعلق تھیں۔ اب تشدید و غلو کی صورتیں ملاحظہ فرمائیے۔

امر و نہی میں غلو کی ممانعت

امر و نہی میں تشدید و غلو کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک وسواسی شخص وضو کرتے کرتے نماز کا وقت گذار دے۔ یا بار بار تکبیر تحریمہ کہتے کہتے اتنا وقت گذار دے کہ امام کے ساتھ سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکے یا وہ رکعت ہی اس سے فوت ہونے لگے یا اتنا صوفی و پرہیزگار بنا پھرے کہ عام مسلمانوں کا طعام کھانا ہی ترک کر دے

؂۱ اسے ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مقدام بن معدیکرب سے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن کہا ۱۲

کہ مبادا اس کے اندر حرام و مشتبہ مال چلا جائے اور بعض علم سے کورے اور جاہل صوفیہ و زہاد پر تو اس بیہودہ ورع و پرہیزگاری کا جنون اس قدر سوار تھا کہ اسلامی شہروں کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز تک کو حرام و مشتبہ سمجھ کر ٹال دیتے۔ اور نہ کھاتے مگر عیسائی شہروں سے آئی ہوئی چیزوں کو حلال و طیب مان کر دکار جاتے اور قصداً عیسائی شہروں سے کھانے کی چیزیں (بسکٹ وغیرہ) منگواتے۔ تو دیکھئے ان جاہل صوفیوں کو جہل مفرط اور غالیانہ زہد نے ہی اہل اسلام سے بدظن کر دیا اور عیسائیوں کے حق میں حسن ظنی و خوش فہمی کا بیج بو دیا۔ نعوذ باللہ۔

تو تعلیم امر و نہی کی حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ بے ضرورت کی رخصتوں سے ٹکرائیں اور نہ ہی ان میں تشدید و غلو ہو۔ کیونکہ امر و نہی سے اصل مقصود تو ہے صراط مستقیم جو اس پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

شیطان کے دو داؤ:- افراط و تفریط

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر امر الٰہی کے متعلق شیطان دو قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اول تقصیر و تفریط دوم غلو و افراط جس حربہ سے بھی کسے انسان پر کچھ کامیابی کے آثار نظر آتے ہوں اس پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ پہلے قلب انسانی کا گوشہ گوشہ ٹٹول کر جانچ لیتا ہے کہ اس میں تفریط کا عنصر غالب ہے یا افراط کا۔ اگر اس میں لچک نرمی سستی و کمزوری اور رخصت پسندی نظر آئے۔ تو اسی ذریعہ سے پھانس کر اسے امر الٰہی کی ادائیگی سے بالکل بزدل بنا کر بٹھا دیتا ہے۔ اور اس کے ایک ایک عضو پر ڈھیلا پن اور سستی و کاہلی کے قفل چڑھا کر اس پر طرح طرح کی تاویلات کے

دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور خدا تعالےٰ کی گوناگوں رحمتوں کی امیدوں کے سبز باغ دکھا دکھا کر اسے مغرور کر دیتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات اس حربہ کا اثر اس قدر ہوتا ہے کہ انسان جملہ مامورات الٰہیہ کا تارک ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس بعض انسان جوشیلے جلد باز، ہوشیار و چالاک اور ہر کام کر گذرنے والے ہوتے ہیں جن سے بزدلی کی توقع نہیں اور نہ بزدل بنائے ان سے کام نکلتا ہے۔ اس لئے ان کو مزید جوش دلا کر حد سے زیادہ جدوجہد اور کوشش کی ترغیب دے کر پھنساتا ہے۔ کہ میاں حقیر سا عمل تجھے کافی نہیں۔ تجھے اس سے کئی گنا زیادہ عمل کی طاقت ہے۔ اور دوسروں سے بڑھ چڑھ کر تجھے نیکی کرنا چاہیئے مزہ تو جب ہے کہ جب وہ سو جائیں تو تم اس وقت بھی ہوشیار بیدار رہو وہ روزہ افطار کریں تو تم مت افطار کرو۔ وہ عمل کرتے سست پڑ جائیں تو تم سستی کو قریب تک نہ آنے دو۔ دوسرے تین بار ہاتھ منہ دھوویں۔ تو تم سات دفعہ دھوو۔ اور جب باقی لوگ وضو کر کے نماز پڑھیں۔ تو تم نہا کر پڑھو۔ وغیرہ وغیرہ

غرضیکہ شیطان ہر وقت اسے اسی طرح افراط و غلو کی ترغیب دیتا اور صراط مستقیم کی حدود کو پھاند جانے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کو تقصیر و تفریط اور سستی و نرمی بلکہ بدعملی پر ابھارتا رہتا ہے اور اصل غرض دونوں کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہوتا ہے پہلے کو صراط مستقیم سے چار قدم پیچھے ہٹا کر اور دوسرے کو چار قدم آگے بڑھا کر۔ اور یہی شیطان کی سب سے بڑی فریب کارانہ چال ہے جس میں اکثر لوگ پھنس کر رہ گئے اور جس سے بچنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ انسان کے پاس علم راسخ ہو۔ قوت ایمانی ہو۔ شیطانی ہتھکنڈوں سے مقابلہ کی طاقت و

جرأت موجود ہو۔ اور مزید براں افراط و تفریط کی راہ سے بچ کر درمیانی راہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جائے۔ تو پھر دیکھیئے عزوجل کی اعانت کس طرح دستگیری کرتی ہے والمنۃ للہ

امر و نہی کی علت و حکمت شرعی کا علم مزید انقیاد کا باعث ہونا چاہئیے

تعظیم امر و نہی کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ انسان کسی امر کو کسی ایسی علت پر محمول کر کے ترک نہ کر دے جو امر الٰہی کے متعلق ضعف انقیاد اور عدم تسلیم کا باعث ہو بلکہ ارشاد خداوندی ملتے ہی اسے سر تسلیم کر دینا چاہئیے خواہ اس کی حکمت کا علم پائے۔ اگر اس نہی کی حکمت شرعی کا پتہ چل جائے تو اسے مزید انقیاد و تسلیم اور اطاعت کا موجب ہونا چاہئیے۔ نہ یہ کہ وہ زندقہ و الحاد اور بیدینی کا باعث ہو جیسا کہ اکثر زندیق فقیروں اور جعلی صوفیوں کے لئے زندقہ و الحاد کا باعث ہوئی۔ کیونکہ عزوجل نے پانچ نمازیں مشروع فرمائی ہیں تو اس لئے کہ ذکر الٰہی ہمیشہ قائم و دائم رہے اور دل، زبان اور اعضا و جوارح تمام اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا مقررشدہ وظیفہ عبودیت ادا کرتے رہیں جس کے لئے انسان پیدا ہوا۔ تو گویا نماز عبودیت کے اکمل ترین مراتب پر واقع ہوئی جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔

ایمان و اخلاص اور غفلت و شہوت کا مرکب انسان

اس کی وجہ یہ ہے کہ عزوجل نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات قرار دے کر جملہ کائنات سے چن لیا۔ پھر اس کے دل کو ایمان و توحید اخلاص و محبت

میں تعظیم اور خوف الٰہی کا گنج گراں مایہ بنایا۔ اور پھر ان پر عملدر آمد سے اس کا
ثواب بھی سب سے زیادہ افضل و اکمل یعنی دیدار الٰہی، رضوان خداوندی، اور
جنت میں خداوند تعالیٰ کا قرب تجویز فرمایا۔ پھر اسے آزاد نہیں رکھا۔ بلکہ اس میں
امتحان کیلئے غضب شہوت، اور غفلت و نسیان کا مادہ رکھ دیا اور ساتھ ہی
ایک انتھک دشمن (ابلیس) پیچھے لگا دیا۔ جو اس کے انہیں طبعی و انسانی دروازوں
سے داخل ہوتا ہے اور چونکہ نفسانی خواہشات کے ذرائع کو کام میں لاتا ہے جو
خود نفس انسانی کو محبوب و پسند رہتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بخود اس کی طرف
مائل ہو جاتا ہے۔ اس صورت شیطان، انسان کا اپنا نفس، اور اس کی خواہشات
تینوں متفق ہو کر اس ایک پر تسلط و حکمران ہو جاتی ہیں اور اپنے اپنے کام کے
لئے اعضاء جوارح کو استعمال کرتی ہیں۔ جو پہلے ہی ایک مطیع و منقاد آلہ ہے
اس لئے اسے اکٹھے ہی بنتی ہے غرضیکہ اسی طرح وہ اعضاء جوارح کو استعمال
کرتی رہتی ہیں اور اسے جدھر مروڑیں اور جو کام لینا چاہیں، وہ ہاتھ بندھے
غلام کی طرح کام دیتے ہیں۔ یہ تو تھا انسانی حالت کا مقتضا۔ اب رحمت الٰہی
کا تقاضا یہ ہوا کہ جو لشکر اس کی ہلاکت کے درپے تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے دیگر
لشکر اور دیگر امداد سے اس کی اعانت کی یعنی اس کی طرف رسول بھیجے۔ اس کی
خاطر کتاب نازل فرمائی۔ پھر ساتھ ہی ایک طاقتور اور بزرگ فرشتہ سے اس کی
امداد فرمائی جو اس کے ازلی دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ جب شیطان اس کو
شیطنت کی ترغیب دیتا ہے۔ تو وہ امر الٰہی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور
دشمن کی پیروی میں جو جو نقصانات و ہلاکتیں ہوتی ہیں وہ ایک ایک کر کے

اس کے سامنے واضح کرتا ہے بغرضیکہ وہ برائی کی ترغیب دیتا ہے۔ تو وہ نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔ رہا شیطان سے محفوظ و مصئون رہنا تو یہ خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی منصور اور محفوظ ہوگا جس کی خود عزوجل نصرت و حمایت فرمائیں

نفس امّارہ و نفس مطمئنہ

پھر نفس امارہ کے مقابل عزوجل نے اسے نفس مطمئنہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جب نفس امارہ برائی کی دعوت دیتا ہے۔ تو نفس مطمئنہ اسے منع کرتا ہے اور جب نفس امارہ نیکی سے روکتا ہے۔ تو نفس مطمئنہ اس کی دعوت دیتا ہے۔ اور انسان ہے جو کبھی نفس مطمئنہ کی پیروی کرتا ہے۔ تو کبھی نفس امارہ کی اطاعت کرگذرتا ہے اور جس کی زیادہ اطاعت گذاری کرے وہی غالب اور دوسرا مغلوب رہتا ہے اور بعض دفعہ تو ان دونوں میں سے ایک اس قدر مغلوب و مقہور ہو جاتا ہے کہ بالکلیہ ہمیشہ کیلئے کالمعدوم ہو کر کبھی دوسرے کا مقابلہ ہی نہیں کرسکتا۔

خواہشات نفسانی اور عقل و نور ایمانی

پھر عزوجل نے شیطان اور نفس امارہ کی اطاعت پر برانگیختہ کرنیوالی خواہشات کے مقابل عقل و بصیرت اور نور ایمانی عطا فرمایا ہے۔ جو اسے خواہشات کی پیروی سے منع کرتا ہے۔ اور انسان جب بھی خواہشات کی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے تو عقل و بصیرت اور نور ایمانی اسے زور سے آواز دیتے ہیں۔ کہ خبردار! بچنا! اس سے دور رہنا، دیکھ! تیرے سامنے سراسر ہلاکت و بربادیوں کا طوفان بپا ہے اگر ہماری رائے کے برخلاف ایک قدم بھی اٹھاؤ گے۔ تو ڈاکوؤں اور راہزنوں

کا شکار ہوگے۔ اب حضرت انسان ہے کہ کبھی ناصح کی نصیحت پر کاربند ہونے سے رشد و ہدایت پاکر طرح طرح کی بھلائی جمع کر لیتا ہے، تو کبھی راہنما ہے خواہشات کے پیچھے اٹھ بھاگتا ہے۔ اور ڈاکوؤں کے اڈے چڑھ کر جب مال و اسباب بلکہ اپنے جسم کے چیتھڑوں تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تو سر پیٹا کر خود ہی شیشہ دیکھ کر پوچھتا ہے۔ کہ بڑے میاں کہاں سے آئے؟ حالانکہ تعجب تو اس پر آتا ہے۔ کہ اس کو خوب پتہ ہے کہ کہاں سے آیا اور کہاں کس کس نے کس مقام پر، لوٹ کھسوٹ اور اس کی خاطر تواضع ہوئی؟ مگر پھر وہ ہے کہ اسی راستے بھاگ دوڑتا ہے۔ اور اس کو چھوڑتا نہیں۔ کیونکہ اب خواہشات کا اس پر جادو چل چکا ہے۔ بوالہوس نے پوری طرح اس پر قابض و حکمران ہو کر غلو کر رکھا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ اس کی مخالفت کر کے اسے کمزور کر تا وہ خواہش پرستی کی دعوت دیتا تو اسے دھتکار دیتا اور جب اس پر تسلط جمانا چاہتا۔ تو لڑ کر اس کا تمام تسلط توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ لیکن یہاں کیا کیا جائے جب کہ اس نے خود اپنا نفس اس کے حوالے کر دیا ہو۔ اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا ہو تو اس کی مثال بعینہ اس شخص کی سی ہے۔ جو اپنے نفس کو دشمن کے سپرد کر دے اور جب وہ مار مار کر حلیہ بگاڑ دے تو لگے زور سے شور و واویلا کرنے۔ مگر اس کی کوئی نہ سنے۔ بعینہ یہی مثال حضرت انسان پر صادق آتی ہے۔ کہ پہلے وہ شیطان، خواہشات، اور نفس امارہ کا خود اسیر ہو لیتا ہے۔ پھر نکلنا چاہتا ہے۔ مگر نکل نہیں سکتا۔

اغواءِ شیطانی و فضلِ رحمانی

غرضیکہ جب انسان طرح طرح کے امتحانات میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس
کی بیشمار لاؤ لشکر فوجیں، اور قلعے لیکر امداد کی جاتی ہیں۔ اور اسے کہدیا جاتا ہے۔ کہ
میاں! لیجئے یہ لشکر موجود ہیں جسقدر ان میں سے لینا چاہتے ہیں لے کر اپنے
دشمن سے خوب ڈٹ کر جہاد کیجئے اور پھر یہ قلعے بھی موجود ہیں جس کے ذریعے
اپنی حفاظت و بچاؤ کر سکتے ہیں کیجئے۔ مگر یاد رکھئے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں۔
اس کے لئے بھی جلد از جلد توشہ آخرت جمع کر لیجئے۔ اور اس کے لئے بالکل
تھوڑا سا ٹائم دیا گیا ہے

اور مرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ کہ معاملہ بالکل قریب سر پر موجود
اور دنیا ہی کیلئے بالکل تھوڑی سی مہلت دی گئی ہے۔ اپنے کو یوں تصور کیجئے
گویا بہت بڑے شہنشاہ کے ہاں جا رہا ہے جس نے اپنے پیغامبر اور خادم و
نوکر بھیجے ہیں کہ تجھے اپنے اصلی گھر میں منتقل کرلائیں اور اب تو گویا جہاد کی
تمام کلفتوں سے بے فکر اور باآرام ہو چکا ہے اور تجھ کو دشمن سے بچا کر دار الکرامۃ
یعنی باعزت مقام (جنت) میں بھیجا دیا گیا ہے۔ جہاں آپ من مانی خوشیاں
کر رہے ہیں کیونکہ تیرے دشمن کو سخت ترقید خانے میں ڈالدیا گیا ہے دیکھئے
جس قید خانے میں وہ تجھ کو اسیر کرنا چاہتا تھا ہم نے اسی میں اسے جکڑ کر اوپر
سے قفل لگا دیئے ہیں۔ اب وہ رہائی و نجات اور آرام و خوشی سے بالکل ناامید
اور آپ اس تھوڑی سی مدت تک صبر کرتے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت
کے لئے بالکل قلیل عرصہ تک قیام کرنے کے عوض جنت میں من مانی خوشیاں

کر رہے ہیں۔ اور دل ٹھنڈا کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ شدت کی ایک ہی گھڑی تھی جو آئی گئی ہو گئی۔ گویا کچھ تکلیف ہی سر پہ نہ گذری تھی۔

دنیائے پنجروزہ پر غرور

اگر اس بات کے سمجھنے سے طبیعت قاصر ہو کہ یہ گھڑی کیونکر جلد از جلد گذر جاتی ہے تو حسب ذیل ارشادات خداوندی میں غور و فکر کرنا چاہیئے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ (احقاف ع)	جس روز عذاب دیکھ لینگے تو یوں سمجھیں گے کہ گویا صرف ایک گھنٹہ دنیا میں ٹھہرے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا (نازعات ع)	جب قیامت کا ملاحظہ کرینگے تو یوں کہینگے گویا صرف شام یا صبح کا وقت ٹھہرے ہیں

ایک جگہ یوں ارشاد ہے۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝ قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (مومنون - ع)	عزوجل پوچھینگے دنیا میں کتنے سال ٹھہرے ہو؟ کہینگے ایک سالم دن یا دن کا کچھ حصہ ہی ٹھہرے ہیں۔ عزوجل فرمائیں گے تم صرف تھوڑا سا وقت ہی ہاں رہے ہو۔ اگر تمہیں کچھ علم ہے۔

ایک جگہ یوں فرمایا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا	جب صور اسرافیل پھونکا جائیگا۔ اور اس دن ہم مجرموں کو نیلی آنکھیں کر کے اٹھائیں گے آہستہ آہستہ باہم کہتے ہونگے کہ تم (دنیا میں)

يَقُولُونَ اِذْ يَقُولُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۔ (طٰہٰ ع ۶)	صرف دس روز ہی ٹھہرے۔ ہمیں اس بات کا خوب پتہ ہے جب کہ ان میں کا صائب الرای کہیگا تم تو صرف ایک دن ہی ٹھہرے۔

آنحضرت صلعم کا عبرت انگیز خطبہ

اگر حدیث نبویؐ سے تسکین چاہتے ہیں تو سنئیے!

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا جب سورج ڈھل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر غروب ہونے کے قریب چلا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

اِنَّہٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى اِلَّا كَمَا بَقِىَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ	گذشتہ کی نسبت دنیا صرف اس قدر باقی رہ گئی ہے۔ جتنا یہ دن غروب ہونے میں باقی ہے۔

تو ایک ذی الش ... اور اپنی جان کے خیر خواہ انسان کو اس حدیث میں غور کرنا چاہئیے۔ اور خیال کرنا چاہئیے کہ پوری دنیا گذر جانے کے بعد اس قلیل مدت میں کیا کچھ حاصل ہوگا؟ تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ اب تک وہ سراسر غرور و فریب اور خوابوں کی دنیا میں تھا اور اس نے ایک خسیس و بے قیمت چیز کے عوض ابدی سعادت مندیوں اور دائمی نعمتوں کو فروخت کر ڈالا اور اگر وہ دنیا کی بجائے خدا و دار الآخرت کی طلب و جستجو کرتا۔ تو عزوجل اسے حد سے زیادہ۔ خوش ہضم۔ اور دنیا سے کئی گنا کامل تر حصہ عنایت کرتا۔

دنیا کی بجائے آخرت پر زیادہ توجہ چاہیئے

جیسا کہ بعض آثار میں ہے

ابن آدم بع الدنیا بالآخرۃ تربحھما جمیعا ولا تبع الآخرۃ بالدنیا تخسرھما جمیعا

اے انسان! دنیا کو آخرت کے عوض فروخت کر ڈال۔ تیرے لئے دنیا و آخرت دونوں سود مند رہینگی مگر خبردار دنیا کے عوض آخرت کو ہرگز فروخت کرنا ورنہ تیری دنیا و آخرت دونوں خسارہ میں رہینگی۔

بعض سلف کا قول ہے۔

ابن آدم انت محتاج الی نصیبک من الدنیا وانت الی نصیبک من الآخرۃ احوج۔ فان بدأت بنصیبک من الدنیا اضعت نصیبک من الآخرۃ وکنت من نصیب الدنیا علی خطر۔ وان بدأت بنصیبک من الآخرۃ فزت بنصیبک من الدنیا فانتظمہ انتظاما

اے انسان! تو دنیوی حصہ کا بھی محتاج ہے مگر اخروی حصہ کا اس سے بھی زیادہ ضرورتمند ہے۔ لہٰذا اگر دنیوی حصہ کے حصول کی پہل کریگا تو اخروی حصہ تو ضائع ہی کردیگا اور دنیوی حصہ کا حصول بھی غیر یقینی ہوگا لیکن اس کے برعکس اگر تو اخروی حصہ کے لئے پہل کرے گا تو دنیوی حصہ حاصل کرلے ہیں بھی فائز المرام رہے گا لہٰذا تجھے محض اخروی حصہ کیلیے ہی بندوبست اور انتظام کرنا چاہیئے

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا رقت انگیز ناصحانہ خطبہ

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ لَمْ تُخْلَقُوْا عَبَثًا وَ
لَمْ تُتْرَكُوْا سُدًى وَإِنَّ لَكُمْ مَعَادًا
يَجْمَعُكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ لِلْحُكْمِ
فِيْكُمْ وَالْفَصْلِ بَيْنَكُمْ فَخَابَ وَشَقِيَ
عَبْدٌ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ
رَحْمَتِهِ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَ
جَنَّتِهِ الَّتِيْ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ
وَإِنَّمَا يَكُوْنُ الْأَمَانُ غَدًا لِمَنْ خَافَ
اللّٰهَ وَاتَّقٰى وَبَاعَ قَلِيْلًا بِكَثِيْرٍ وَفَانِيًا
بِبَاقٍ وَشَقَاوَةً بِسَعَادَةٍ أَلَا تَرَوْنَ
أَنَّكُمْ فِيْ أَصْلَابِ الْهَالِكِيْنَ وَسَيَخْلُفُكُمْ
بَعْدَكُمُ الْبَاقُوْنَ أَلَا تَرَوْنَ أَنَّكُمْ فِيْ
كُلِّ يَوْمٍ تُشَيِّعُوْنَ غَادِيًا وَرَائِحًا إِلَى
اللّٰهِ قَدْ قَضٰى نَحْبَهُ وَانْقَطَعَ أَمَلُهُ
فَتَضَعُوْنَهُ فِيْ صَدْعٍ مِّنَ الْأَرْضِ
غَيْرَ مُوَسَّدٍ وَلَا مُمَهَّدٍ قَدْ خَلَعَ
الْأَسْبَابَ وَفَارَقَ الْأَحْبَابَ وَوَاجَهَ
الْحِسَابَ؟

لوگو تم بیکار نہیں پیدا کئے گئے اور نہ تم غیر
مکلف چھوڑے گئے ہو بلکہ تمہارے لئے ایک
معاد مقرر ہے جس میں عزوجل نے جمع کر کے
تمہارا فیصلہ کرنا ہے تو وہ شخص بڑا ہی بدنصیب
بدبخت اور خسارہ میں رہیگا جسے عزوجل نے
اس دن اپنی رحمت واسعہ سے جو تمام کائنات
سے وسیع تر ہے اور اپنے بہشت سے جس کا
صرف عرض ہی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے
باہر نکال دیا اس دن وہی شخص باامن ہوگا
جس کے دل میں تقوی اور خوف خدا موجزن
ہو جو قلیل کو کثیر کے عوض فانی کو باقی رہنے
والی کے بدلے اور بدبختی کو نیکبختی کے عوض
فروخت کر ڈالے۔ تم دیکھتے نہیں؟ کہ تم کسی وقت
مرنے والوں کی پشت میں تھے اب تمہارے
بعد تمہارے کئی زندہ جانشین ہوں گے
کیا دیکھتے نہیں ہو؟ کہ روزانہ تم ایک نہ ایک
شخص کو خدا کے ہاں رخصت کرتے رہتے ہو
جس کا پیمانہ زندگی لبریز اور امیدیں ختم ہو چکی ہوتی
ہیں اور تم اسے اٹھا کر ایک گڑھے میں ڈال دیتے ہو جہاں نہ کوئی تکیہ ہے نہ بستر راحت ہے جہاں

سب اسباب ختم ہو جاتے ہیں تو وہ تمام مال و اسباب یار دوست اور احباب سے الگ تھلگ ہو کر حساب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

ان جملہ بیانات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عزوجل نے انسان کو اس قلیل مدت کے لئے بھی طرح طرح کی فوجوں، لشکروں، اور خاص اعانت سے امداد فرمادی ہے۔ اور اگر کہیں اس کا نفس اسیر شیطان ہو جائے۔ تو اس سے رہائی کے جملہ اسباب بھی بتا دیے ہیں۔ اب چاہے اِمّا شاکراً و اِمّا کفورا بن جائے اس کا اپنا اختیار ہے۔

حارث اشعری کی یحییٰ علیہ السلام والی طویل حدیث اور اس کی بہترین تشریح از مصنف

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی نے بروایت حارث اشعری مرفوعاً حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَمَرَ یَحْیٰی بْنَ زَکَرِیَّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ اَنْ یَّعْمَلَ بِہَا وَیَاْمُرَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنْ یَّعْمَلُوْا بِہَا وَاِنَّہٗ کَادَ اَنْ یُّبْطِئَ بِہَا فَقَالَ لَہٗ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَکَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ

خدا نے سبحانہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا ارشاد فرمایا کہ خود بھی ان پر عمل کریں۔ اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم دیں آنحضرت سے تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوا چاہتی تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی یاد دہانی فرمائی کہ عزوجل نے آپ کو پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا

لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَامُرَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ
اَنْ يَعْمَلُوْا بِهَا فَاِمَّا اَنْ
تَامُرَهُمْ وَاِمَّا اَنْ اٰمُرَهُمْ
فَقَالَ يَحْيٰى اَخْشٰى اِنْ
سَبَقْتَنِيْ بِهَا اَنْ يُخْسَفَ بِيْ
اَوْ اُعَذَّبَ. فَجَمَعَ النَّاسَ
فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ
فَامْتَلَاَ الْمَسْجِدُ وَقَعَدُوْا
عَلَى الشُّرَفِ. فَقَالَ اِنَّ
اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
اَمَرَنِيْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ
اَنْ اَعْمَلَ بِهِنَّ وَاٰمُرَكُمْ
اَنْ تَعْمَلُوْا بِهِنَّ: اَوَّلُهُنَّ
اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ
وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ
شَيْئًا وَاِنَّ مَثَلَ
مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ
كَمَثَلِ رَجُلٍ اِشْتَرٰى
عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهٖ بِذَهَبٍ اَوْ

کہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم
دیں کہ وہ ان پر کاربند ہو جائیں۔ اب آپ
انہیں یا تو خود ارشاد فرمائیے۔ یا مجھے کہنے
کی اجازت دیجئے یحیی علیہ السلام نے کہا آپ
سبقت مت کیجئے۔ کیونکہ اگر آپ اس
حکم کی تعمیل میں مجھ پر سبقت کریں گے
تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے زمین میں
نہ دھنسا دیا جائے۔ یا کسی دیگر عذاب
میں نہ مبتلا کر دیا جائے۔ الغرض یحیی علیہ
السلام نے لوگوں کو بیت المقدس
میں جمع فرمایا۔ تو مسجد بھر گئی۔ اور آپ
ایک اونچی جگہ بیٹھ کر وعظ فرمانے لگے
کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم صادر فرمایا
ہے۔ کہ پانچ چیزوں پر خود بھی عمل
کروں اور تمہیں بھی ان کی تعمیل کا حکم
دوں۔ اول یہ کہ خدا کی عبادت کرو اور اس
میں کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور خدا کا شریک
بنانیوالے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بلا
شرکت غیرے صرف اپنے ہی سونے چاندی

وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهٖ
دَارِيْ وَهٰذَا عَمَلِيْ
فَاعْمَلْ وَ اَدِّ اِلَيَّ
فَكَانَ يَعْمَلُ وَ
يُؤَدِّيْ اِلٰى غَيْرِ سَيِّدِهٖ
فَاَيُّكُمْ يَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدُهٗ كَذٰلِكَ
وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ
بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلَّيْتُمْ
فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهٗ
لِوَجْهِ عَبْدِهٖ فِيْ
صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ
وَاَمَرَكُمْ بِالصِّيَامِ
فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ
رَجُلٍ فِيْ عِصَابَةٍ
مَعَهٗ صُرَّةٌ فِيْهَا مِسْكٌ
فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ اَوْ يُعْجِبُهٗ
رِيْحُهَا وَاِنَّ رِيْحَ الصَّائِمِ
اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ

سے غلام خرید کر سے اپنا گھر اور اپنا کام کاج
بتا دے کہ میاں یہ ہے میرا مکان اور یہ
ہے میرا کام اسے کیجئے۔ اور مجھے دیجئے۔ اب
وہ کام بھی کرتا جائے۔ اور بنا بنا کر اپنے
اصل مالک کے سوا کسی غیر کو دیتا جائے
تو کیا کوئی چاہتا ہے کہ اسکا غلام ایسا ہو؟
نیز خدا تعالے کا ارشاد ہے۔ کہ
نماز پڑھا کرو۔ اور جب پڑھو تو ادھر ادھر
مت جھانکو۔ کہ جب تک نمازی ادھر
ادھر نہ جھانکے عزوجل اپنا چہرہ اس
کے چہرہ کی طرف کئے رکھتا ہے اور اس
کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

اور میں تمہیں روزے رکھنے کا
حکم دیتا ہوں اور اس کی مثال اس شخص
کی سی ہے جو کسی جماعت میں چلا جائے
اور اس کے پاس کستوری کی ایک تھیلی
ہو جس کی خوشبو سے تمام کا دماغ معطر
ہو جائے۔ یا کم از کم اس کا تو معطر ہی رہے
گا۔ یاد رکھو! خدا کے ہاں روزہ دار کے منہ

مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ
وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ
فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ
رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ
فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلٰى
عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ
لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَفْدِي نَفْسِي
مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدَى نَفْسَهُ مِنْهُمْ
وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا
اللّٰهَ تَعَالٰى فَإِنَّ مَثَلَ
ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ
خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ
سِرَاعًا حَتّٰى إِذَا أَتٰى عَلٰى حِصْنٍ
حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ
الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ

کی بدبو کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔
نیز میں تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں
کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص
کی سی ہے جو دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو
اور وہ اس کی مشکیں باندھ کر قتل کرنے کے
لئے قتل گاہ کی طرف لیجا رہے ہوں۔ اور
وہ تھوڑا بہت مال دے کر دشمن سے
اپنی جان بچا لے۔
نیز میں تمہیں ذکر الٰہی کا حکم دیتا ہوں
کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے
جس کے پیچھے دشمن لگ گیا ہو اور وہ اس
کے آگے بھاگا بھاگا ایک مضبوط قلعہ کے
پاس پہنچ کر اندر گھس جائے اور اپنی جان
بچا لے۔ بالکل اسی طرح انسان اپنے
نفس کو شیطان سے ذکر الٰہی کے سامنے

لہ یہاں امر پانچوں جگہ امرکم کو بصیغہ متکلم منسوب کیا گیا ہے کیونکہ عزوجل نے انہیں ان پانچوں امور کی تبلیغ کا مکلف بنایا تھا۔ لیکن صلوٰۃ میں بصیغہ غائب عزوجل کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا مقتضا یہ تھا۔ کہ ما بعد کو اسی امر بالصلوٰۃ پر بصیغہ غائب عطف ڈالا جاتا ۱۲م۔

اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اٰمُرُکُمْ
بِخَمْسٍ اللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِہِنَّ
اَلسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ
وَالْجِہَادِ وَالْہِجْرَۃِ
وَالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّہٗ
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ
قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ
رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ
عَنْ عُنُقِہٖ اِلَّا اَنْ یُّرَاجِعَ
وَمَنِ ادَّعٰی دَعْوَی الْجَاہِلِیَّۃِ
فَاِنَّہٗ مِنْ جُثٰی جَہَنَّمَ
فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَاِنْ صَلّٰی وَصَامَ فَادْعُوْا
بِدَعْوَی اللّٰہِ الَّذِیْ
سَمَّاکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَ اللّٰہِ
قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ

ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہیں پانچ چیزوں
کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم مجھے بھی خدا
تعالےٰ نے دیا ہے۔ اور وہ ہیں۔ خدائی
حکم کو کان لگا کر سننا (۲) اس کی اطاعت
کرنا (۳) جہاد کرنا (۴) ہجرت کرنا (۵)
اسلامی جماعت سے علیحدہ نہ رہنا۔ کیونکہ
جو شخص جماعت سے بالشت بھر جدا ہے
تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو
نکال دیا۔ الا یہ کہ جماعت میں مل جائے۔
اور اب بھی جو شخص لڑائی کے لئے زمانہ جاہلیت
کی طرح لڑائی کی دعوت دے تو وہ جہنمی ہے
کسی نے کہدیا یا رسول اللہ صلعم خواہ نماز
روزہ ادا کرے؟ تو آپ نے جواب سے اعراض
فرمایا۔ اور فرمایا خدا کے بندو! جاہلانہ قسم
کی طرح بلانا چھوڑ دو۔ بلکہ اس خدا کا بلانا
بلاؤ جس نے تمہارا نام مومن و مسلم
رکھا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث

حَسَنٌ صَحِيْحٌ ؂ حسن صحیح ہے

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان حدیث کے اندر جس کا یاد کرنا، پڑھنا پڑھانا اور سمجھنا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے۔ وہ تمام چیزیں بیان فرما دی ہیں جن سے انسان شیطان لعین سے نجات پا سکتا ہے۔ نوجن پر عملدرامد سے دنیا و آخرت میں نجات و کامیابی حاصل کر کے سرخرو ہو سکتا ہے۔

موحد و مشرک کی تمثیل

غور کیجئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں موحد و مشرک کی مثال بیان فرمائی کہ موحد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے مالک کے گھر اپنے ہی مالک کا کام کرے۔ اور جو کچھ تیار کرے وہ اپنے مالک کے حوالے کر دے۔ اور مشرک کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے اس کے مالک نے اپنے گھر میں کسی کام پر مقرر کیا ہو۔ اور وہ بنا بنا کر سب کچھ بنایا اپنے مالک کے سوا کسی اور کے حوالے کر دیا کرے۔ یعنہٖ مشرک کا یہ حال ہے کہ خدا کے گھر رہ کر غیر اللہ کا کام کرتا ہے اور پھر خدا کی نعمتوں سے خدا کے دشمن کا قرب تلاش کرتا ہے اور دشمن خدا کو راضی کرتا ہے۔

؂ امام نسائی نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت فرمایا ہے۔ نیز امام ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ عبد العظیم منذری فرماتے ہیں کہ کتب ستہ میں اس حدیث کے سوا حارث اشعری کی کوئی حدیث نہیں

خدا اور انسان کے غلاموں کا تقابل

اور یہ تو بدیہی بات ہے کہ بنی آدم میں سے ہی کسی انسان کے پاس ایسا غلام ہو۔ تو اس کی نظر میں وہ سب سے زیادہ مغضوب قابل نفرین اور دفع کر دینے کے قابل ہوگا۔ حالانکہ وہ بھی اسی طرح کا مخلوق ہے اور وہ دونوں غیر کی نعمتیں کھا کر پرورش پا رہے ہیں تو خدائے رب العالمین کو کیسے غصہ نہ آئے جبکہ ہر وہ نعمت جو انسان کھا رہا ہے محض اسی وحدہ لا شریک کی ہے۔ حتیٰ کہ وہی تمام نیکیوں کی توفیق عنایت کرتا ہے۔ اور وہی تمام برائیوں سے دور رکھتا ہے۔ صرف وہی پاک ذات ہے جو انسان کو پیدا کرتا ہے۔ اس پر رحمت کرتا ہے اس کے ہر کام کی تدابیر کرتا ہے۔ اس کو روزی دیتا ہے، اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس کی جملہ حاجات پوری کرتا ہے۔ تو ان تمام انعامات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے لائق ہے کہ خوف و محبت امید و بیم حلف و نذر اور دیگر معاملات میں اس کے ساتھ غیر اللہ کو بھی شریک و ساجھی ٹھہرایا جائے؟ یا خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ سے ویسی یا اس سے بھی زیادہ محبت کی جائے جیسی خدا تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہئے۔ یا غیر اللہ کا اسی طرح خوف رکھا جائے جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے۔ یا خدا کے ساتھ غیر اللہ سے اس طرح امیدیں رکھی جائیں جیسا کہ عزوجل کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

مشرکین اور ان کے معبود

پھر مشرکین کے یہ حالات کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ ان کے ایک ایک قول و عمل اور ان کی ایک ایک ادنیٰ سی حالت پر بے شمار شواہد ناطق موجود ہیں

کہ اہل شرک نے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ و مردہ معبود و شریک بنا رکھے ہیں خدا کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں، زیادہ ڈرتے ہیں، زیادہ امیدیں رکھتے ہیں، زیادہ معاملات رکھتے ہیں۔ زیادہ رضا جوئی چاہتے ہیں اور ان کے غصہ سے زیادہ دور بھاگتے ہیں[1] اور یہی وہ شرک ہے جسے عزوجل کبھی نہیں بخشیگا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء ع)	خدا شرک کو کبھی نہیں بخشیگا، علاوہ ازیں جسے چاہیگا معاف کر دیگا۔

[1] اس سے زیادہ واضح تر کیا چیز ہوگی؟ کہ دبے ہوئے مردہ معبود کی قبر پر نہایت عجز و نیاز اور خشوع و خضوع سے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور خوف کے مارے کانپ کانپ کر منہ کے بل سجدہ ریز ہوتے گرپڑتے ہیں اور پورے عاجز و مسکین اور انتہائی عاجز و ذلیل بن کر اپنی ضروریات کو پوری الحاح و زاری کے ساتھ واضح تر بیان کرتے ہیں کہ تیرے در کا سگ ہوں وغیرہ خرافات اور اعلیٰ سے اعلیٰ مال خوشی سے صندوق نذرانہ میں ڈال کر بھی حق نذرانہ کی عدم ادائیگی کا افسوس لئے ہوتے ہیں حالانکہ جب نماز میں خدائے ذی الجلال و جبروت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اس کا ہزارواں حصہ بھی خشوع و خضوع اور خوف خدا نہیں ہوتا اور بادلی اور بے دلی سے اور بالکل بے پرواہی سے کھڑا ہوتا ہے۔ کوے کی طرح ٹھونگے مارتا ہے۔ اور جلدی سے قرأت و ذکر اور دعا کو مدغم کی طرح لپیٹتا جاتا ہے۔ نہ الفاظ کا پتہ کرتا ہے اور نہ ان کا معنی سمجھتا ہے۔ اور خشیت و خوف الٰہی کا تو اس کے نفس کو چھوڑ، دل کو بھی احساس نہیں ہوتا۔ توبہ اور اس قسم کی بیشمار مثالیں (بقیہ بر صفحہ ۵۶)

ظلم کی تین قسمیں

یہاں یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ ظلم کے دفاتر خدا تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن تین قسم کے ہوں گے۔ (۱) ایک وہ دفتر ہے جس میں خدا تعالیٰ کچھ بھی نہ بخشیگا۔ اور وہ شرک ہے جسے خدا تعالیٰ کبھی نہیں بخشتا (۲) ایک وہ دفتر جس میں سے خدا تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑیگا۔ اور یہ بندوں کا باہم ایکدوسرے پر ظلم جس کا خدا تعالیٰ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیگا۔ (۳) اور ایک وہ دفتر ہے جس کی خدا کچھ پرواہ نہیں کریگا اور وہ ہے انسان کا اپنی جان پر ظلم جس کا معاملہ انسان اور خدا تعالیٰ کے مابین ہے۔ اور یہ دفتر سب دفتروں سے ہلکا اور جلدی محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توبہ واستغفار، بدیوں کو مٹانے والی حسنات، اور گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب وغیرہ سے ہی محو ہو جاتا ہے۔ مگر دفتر شرک کی یہ صورت نہیں کیونکہ اسے توحید ہی محو کر سکتی ہے۔ اسی طرح حقوق العباد کا دفتر مظالم بھی حق بحقدار رسید کی صورت ہی محو ہو سکے گا۔ یا یہ کہ خود مظلوم معاف کر دے۔

کلید جنت اور اس کے لوازم

لیکن شرک چونکہ خدا کے ہاں سب دفتروں سے سنگین ترین الزامات کا دفتر تھا۔ اس لئے عزوجل نے اہل شرک پر

اس بات کی واضح تر دلیل ہے کہ یہ لوگ خدا کی نسبت اپنے مردہ خداؤں سے بدرجہا زیادہ ڈرتے ہیں اتنی عزوجل کی عبادت نہیں کرتے جتنا نہیں ہر طریق سے خفیہ علانیہ پوجتے ہیں خواہ انہیں مولوی انا لوگ مشرک نہ ہی کہیں۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ فی الواقع یہ عبادت کوئی مفید نجات دہ ہے۔ نہ عند اللہ اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔

بہشت حرام کر دیا۔ لہذا اس میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔ صرف اہل توحید ہی اس میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ توحید دروازہ بہشت کی چابی ہے، اس لئے جس کے پاس یہ چابی نہ ہوگی اس میں داخل نہ ہو سکے گا علے ہذا القیاس اگر چابی کے دندانے نہ ہوں گے۔ تو پھر بھی دروازہ نہیں کھل سکے گا۔ اور اس چابی کے دندانے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف نہی عن المنکر، سچ بولنا، امانتوں کو ادا کر دینا، صلہ رحمی کرنا، والدین سے نیک سلوک سے پیش آنا وغیرہ ہیں۔ لہذا جس نے دنیا میں ہی توحید کی صحیح سالم چابی بنا کر اس میں اوامر الٰہی کی اطاعت کے دندانے بھی لگا لئے۔ تو قیامت کے دن جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا۔ تو چونکہ اس کے پاس وہ چابی موجود ہوگی جس کے سوا جنت کا دروازہ کھل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے جنت کا در کھولنے میں اسے مشکل نہیں پیش آئے گی الا یہ کہ اس کے پاس ایسے گناہ، خطا کاریاں اور بدیوں کے گٹھڑ ہوں جن کا اثر دنیا میں توبہ و استغفار سے بھی زائل نہ ہو سکا ہو تو جب تک وہ ان سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ بہشت میں داخل ہونے سے روک دیا جائیگا۔ اور اگر اسے موقف اور موقف کے ہول و شدائد نے پاک نہ کیا۔ تو اسے جہنم میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ تاکہ اس کی پلیدی نکل جائے۔ اور گناہ کی میل کچیل سے صاف ہو جائے۔ بعد ازاں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائیگا۔

دار الطیبین و دار الخبیثین

کیونکہ جنت دار الطیبین یعنی پاک لوگوں کا گھر ہے۔ اس میں طیب و

پاک لوگ ہی داخل ہو سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ (نحل ع ۴)

جنہیں فرشتے فوت کرتے ہیں۔ بحالیکہ وہ طیب و پاکیزہ لوگ ہوتے ہیں تو فرشتے انہیں سلام علیکم کہتے ہیں کہ جاؤ بہشت میں داخل ہو جاؤ

دوسری جگہ فرمایا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (زمر ع ۸)

اپنے رب سے ڈرنے والے متقی لوگ جماعتیں بنا کر جنت کی جانب روانہ کئے جائیں گے حتیٰ کہ جب جنت کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اس کے دربان انہیں سلام علیکم کہیں گے کہ تم طیب ہوئے لہٰذا ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

دیکھئے، طِبْتُمْ کے بعد اُدْخُلُوْهَا پر فاء تعقیب لانا اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ طیب یعنی گناہوں کی میل کچیل سے پاک صاف ہونا ہی داخلہ جنت کا سبب ہے اس کی تقدیر یوں ہوگی ای بسبب طیبکم قیل لکم ادخلوها یعنی تمہارے پاک نفس ہونے کے باعث تمہیں کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

رہا دوزخ تو وہ دار الخبث یعنی خباثت کا گھر ہے۔ خباثت خواہ اقوال میں ہو یا اعمال میں یا کھانے پینے میں اور وہ دار الخبیثین یعنی خبیث لوگوں کا گھر ہے۔ اس لئے عزوجل تمام خبیث لوگوں کو جمع کر کے بعینہ اسی طرح تہ بتہ کر کے چھوڑ دیگا جیسے کوئی شخص کسی چیز کو تہ بتہ کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

بعد جملہ جنتیوں کو دھڑام دوزخ میں دھکیل دیگا۔ لہذا اس میں خبیث لوگ ہی ہونگے۔ اور کوئی نہیں ہوگا۔

لوگوں کی تین قسمیں

اور چونکہ تمام لوگ تین قسم کے ہوں گے (۱) اول وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و پاکیزگی ہوگی خبث کا نام تک نہ ہوگا (۲) دوم وہ لوگ جن کے ہاں محض خباثت ہی خباثت ہوگی۔ نیکی وصفائی کا نام تک نہ ہوگا، (۳) سوم وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و خباثت، دونوں ملی جلی ہونگی۔

تین قسم کے مکان

اس لئے ان کے رہنے کے بھی تین قسم کے گھر ہوں گے۔ اول دار الطیب المحض یعنی محض نیک پاک لوگوں کے لئے۔ دوم دار الخبث المحض یعنی صرف خبیث لوگوں کے لئے۔ یہ دونوں قسم کے گھر کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ سوم ان لوگوں کا گھر جن میں نیکی و خباثت دو نو موجود ہوں گی۔ یہی وہ گھر ہے جو فنا ہو جائیگا۔ اور یہ "دار العصاۃ" یعنی عاصیوں کا گھر اس کے فنا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوزخ میں کوئی اہل توحید عاصی باقی نہیں رہیگا۔ سب باہر آجائیں گے۔ کیونکہ جب اپنی سزا کے برابر ان کو عذاب مل جائیگا۔ تو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے۔ لہذا صرف دو گھر ہی باقی رہیں گے۔ (۱) دار الطیب المحض یعنی جس میں صرف نیک اور پاکیزہ لوگ ہوں گے۔ (۲) دوم دار الخبث المحض۔ یعنی جس میں صرف اہل خبث ہوں گے۔

حدیث حارث کے جملہ وامرکم بالصلوٰۃ کی تشریح

اب مذکورہ طویل حدیث میں یحییٰ علیہ السلام کا جملہ ذیل ملاحظہ فرمایئے۔ کہ

وَاٰمُرُکُمْ بِالصَّلٰوۃِ فَاِذَا صَلَّیْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْصِبُ وَجْھَہٗ بِوَجْہِ عَبْدِہٖ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ

میں تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہوں، جب نماز پڑھو تو ادھر ادھر مت جھانکو۔ کیونکہ جبتک نمازی نماز میں دائیں بائیں نہ جھانکے۔ تو عزوجل اپنا چہرۂ اقدس اس کی طرف کئے رکھتا ہے۔

التفات قلبی و بصری

نماز میں جو التفات (دائیں بائیں جھانکنا) منع فرمایا گیا ہے وہ دو قسم ہے

اوّل التفات قلب۔ یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے دل ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا

دوئم التفات بصر یعنی خدا سے نظر ہٹا کر غیروں کی طرف جھانکنا۔

یہ دونوں قسم منع ہیں۔ اور جبتک انسان نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے عزوجل اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب دل یا آنکھ کی توجہ غیر اللہ کی طرف ہٹا لیتا ہے تو عزوجل بھی اس سے اعراض کر لیتے ہیں[1]۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ

[1] احمد ابوداؤد اور نسائی نے بواسطہ ابی الاحوص ابوذر سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَایَزَالُ اللّٰہُ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا صَرَفَ وَجْھَہٗ اِنْصَرَفَ عَنْہُ یعنی نمازی جبتک نماز میں ادھر ادھر نہ جھانکے تو عزوجل اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں مگر جب خدا سے دھیان ہٹا لیتا ہے۔ تو عزوجل بھی توجہ پھیر لیتے ہیں ۱۲

وسلم سے نماز میں دائیں بائیں جھانکنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

اِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطٰنُ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَبْدِ[1] | شیطانی جھپٹ ہے جو کہ شیطان نمازی کی نماز سے جھپٹ مارتا ہے۔

ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے۔

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی خَیْرٍ مِّنِّیْ؟ اِلٰی خَیْرٍ مِّنِّیْ؟ ص[2] | عزوجل فرماتے ہیں کیا مجھ سے کسی بہتر ہستی کی طرف جھانکتا ہے؟ مجھ سے اعلیٰ کی طرف؟

نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کی مثال

نماز میں التفات قلبی و بصری (یعنی دل یا آنکھ سے ادھر ادھر جھانکنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے کوئی بادشاہ بلائے اور اپنے سامنے کھڑا کرکے اس سے بات چیت اور گفتگو کرنے لگے مگر یہ عین وقت اثنائے کلام میں ہی بادشاہ سے توجہ ہٹا کر دائیں بائیں جھانکنے لگ جائے۔ اور توجہ قلبی نہ ہونے کے باعث بادشاہ کے کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ اس کا دل تو وہاں سے غیر حاضر ہوگا۔ تو ایسے شخص کے متعلق بتلائیے! سلطان کا کیا رویہ ہوگا؟ کیا وہ کم از کم اتنی سزا کا مستحق نہ ہوگا کہ بادشاہ کی نظروں سے گر کر اور غضب سلطانی کی زد میں آکر شاہی عدالت سے مار مار کر نکال دیا جائے۔

[1] بخاری و مسلم عن عائشہ ص۲۰۱ ج۲ [2] حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب میں بعینہ ترغیب بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلعم سے طویل حدیث میں اسے ذکر کرکے کہا کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے ۱۲

حضور قلب اور بے خشوع کی نماز میں فرق

غرضیکہ ایسا نمازی

بھی اس نمازی کے برابر نہیں ہو سکتا جس کی تمام تر توجہ نماز میں صرف خدائے جلشانہ کی ذات اقدس کی طرف مرکوز ہے اور جس نے اپنے دل کو (پہلے ہی) اس ذات کی عظمت و ہیبت سے خبردار کر کے جس کے سامنے اب ہاتھ باندھے کھڑا ہے اپنے ..... دل کے رگ و ریشہ میں خدا کی ہیبت و عظمت طاری کر لی ہے اور وہ دہشت خداوندی سے تھر تھر کانپ رہا ہے اس کی گردن خم ہو چکی ہے اور وہ اپنے رب سے شرمسار ہے کہ خدا تعالےٰ کی ذات اقدس کو چھوڑ کر غیروں کی طرف التفات کر لے یا جھانکنے۔ اور نہ ہی ان دونوں کی نمازیں یکساں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ حسان ابن عطیہ کا قول ہے۔

اِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَكُوْنَانِ فِى الصَّلٰوةِ الْوَاحِدَةِ وَاِنَّ مَا بَيْنَهُمَا فِى الْفَضْلِ كَمَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

دو آدمی ایک ہی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوتا ہے

اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا غافل۔ گویا در کھڑے سامنے حجاب ہوتے ہوئے جب انسان اپنے جیسی مخلوق کی طرف متوجہ ہو تو وہ کوئی توجہ وغیرہ نہیں اور نہ ہی اسے تقرب کا نام دیا جاتا ہے۔ تو کیا خدائے خالق کے سامنے حجاب رکھ کر اسے توجہ الی اللہ اور تقرب خداوندی کا نام دیا جا سکتا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس جب انسان خدائے خالق و برتر کی طرف متوجہ ہو۔ اور سامنے برے برے خیالات و وساوس اور

شہوات کا حجاب چڑھا ہو جن سے طبیعت مشغوف ہو کر بہتر یا شہوانی خیالات اور وسواسات سے اُسے خدا تعالےٰ سے غافل کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو

نماز سے شیطان بیحد چڑتا ہے

انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان کو غیرت آتی ہے۔ کیونکہ انسان اس وقت ایک ایسے مقام میں ہوتا ہے۔ جو تمام مقامات سے افضل و اقرب الی اللہ عظیم الشان، اور شیطان کو ازحد چڑانے اور غصہ چڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اُسے اس مقام سے اکھیڑنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کرتا ہے۔ اُسے جھوٹے وعدے دیتا ہے۔ خواہشات کے سبز باغ دکھاتا ہے طرح طرح سے پھسلاتا ہے اور اپنے تمام سوار و پیادے اس پر چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کے دل سے نماز کی اہمیت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور وہ سستی کرتے کرتے آخر کار بے نماز بن جاتا ہے۔

نماز میں شیطان کے داؤ

اگر وہ اتنا بھی نہ کر سکے اور انسان اس کے قابو سے باہر رہ کر اسی مقام میں قائم رہے۔ تو دشمن خدا دل میں طرح طرح کے وسواسات ڈالنے کے درپے ہو جاتا ہے اور انسان اور اس کے دل میں حائل ہو کر ہر طرح نماز میں وہ وہ چیزیں یاد دلاتا ہے۔ جو نماز شروع کرنے سے پہلے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات بعض اہم ضروریات اور سخت ضرورت کی چیزیں یاد دلاتا ہے جن سے انسان بالکل مایوس ہو

ناامید ہو چکا ہوتا ہے یہ اس لئے کرتا ہے کہ انسان خدا کی بجائے ان چیزوں کے دھیان میں لگا رہے اور نماز میں اس کا دل موجود ہی نہ ہوتا کہ اقبال و توجہ الی اللہ سے جو انعامات و اکرام آلہیہ حاصل ہوتے ہیں ان سے محروم رہ جائے اور بعینہ اس کی یہی صورت ہوتی ہے۔ کہ وہ خود تو نماز میں موجود ہوتا ہے مگر اس کا دل موجود نہیں ہوتا۔ لہذا جو انعامات و اکرام خدا تعالیٰ کی جانب سے نماز میں حاضر القلب اور متوجہ الی اللہ شخص کو حاصل ہوتے ہیں ان تمام سے وہ یکسر محروم رہتا ہے۔ اور جس طرح گناہوں اور بدیوں کے گٹھڑ لیکر نماز میں داخل ہوا تھا ویسے کا ویسا ہی گناہوں سے لدا نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ ایک گناہ تک ہلکا نہیں ہوتا

حقیقی نماز سے راحت قلبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک

حالانکہ نماز کی تو حقیقت ہی یہ ہے کہ جو اسے بکمال خشوع و خضوع حضور قلب کے ساتھ ادا کرے۔ اور اپنے تن من قلب و قالب سمیت متوجہ الی اللہ ہو جائے۔ اس کی بدیوں کا کفارہ بنجاتی ہے۔ اور ایسا شخص جب نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ تو اپنی طبیعت میں ہلکا پن سا معلوم کرتا ہے۔ اور اسے محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس سے بے شمار بوجھ اتر چکے ہیں حتی کہ طبیعت میں اس قدر نشاط و انبساط اور آرام دم بدم بڑھتا ہے۔ اسے تمنا ہوتی ہے کاش وہ نماز سے ابھی فارغ نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ نماز کیا تھی اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی تسکین، دل کی راحت اور دنیا میں ہی اس کے دل کی جنت و آرام تھی،

لہٰذا وہ جبتک نماز سے باہر رہتا ہے ماہی بے آب کی طرح بے چین اور اپنے کو تنگی و مصیبت اور قید خانے میں محسوس کرتا ہے۔ تا آنکہ دوبارہ نماز میں داخل ہو کر با آرام ہو نہ یہ کہ نماز سے بے آرام ہو کیونکہ خدا کے محب تو کہا ہی یوں کرتے ہیں کہ آؤ میاں!

نُصَلِّی فَنَسْتَرِیْحُ بِصَلٰوتِنَا نماز پڑھ کر طبیعت خوش کریں۔

چنانچہ خدا کے پیاروں کے امام و مقتدا اور ان کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

یَا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ [1] اے بلال آیئے ہمیں نماز سے خوش کیجئے

یہ نہیں کہا تھا کہ اَرِحْنَا مِنْہَا کہ نماز سے ہماری جان چھڑائیے

نیز آپ نے فرمایا تھا کہ

جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [2] نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے

تو نماز جس ذات گرامی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ انہیں اس کے بغیر کیسے صبر آسکتا ہے؟ اور نماز کے بغیر ان کی آنکھیں کب ٹھنڈی ہو سکتی ہیں؟

نمازی کے لئے نماز کی دعا یا بددعا

غرض یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے حاضر القلب انسان کی نماز ہی وہ نماز ہے جو آسمانوں کی طرف صعود کرتی ہے جس کی چمک دمک ہوتی ہے اور اس کے لئے نور و برہان ہوتا ہے جتنی کہ حدیث شریف میں

[1] ابو داؤد بروایت سالم بن ابی الجعد۔ [2] نسائی و حاکم بروایت انس۔

خدا کے حضور میں پہنچتی ہے۔ اور عزوجل اس کی طرف عزت کی نظر فرماتے ہیں، تو اس نمازی کو دعا دیتی ہے۔ کہ

حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ

خدا تیری حفاظت فرمائے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی۔

لیکن اس کے برعکس جو شخص نماز میں افراط کرتا ہے۔ اس کے حقوق و حدود اور خشوع وغیرہ کو ضائع کرتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ تو وہ کہتی ہے۔ کہ

ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ

جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کیا اسی طرح خدا تجھے ضائع و برباد کرے۔

ایک مرفوع روایت جسے بکر بن بشر نے بواسطہ سعید بن سنان از ابی الزاہریہ از ابی الشجرہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُتِمُّ الْوُضُوْءَ اِلٰى اَمَاكِنِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ فِيْ وَقْتِهَا فَيُؤَدِّيْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ وَقْتِهَا وَرُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا وَمَعَالِمِهَا شَيْئًا اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بَيْضَاءَ مُسْفِرَةً يَسْتَضِيْءُ بِنُوْرِهَا مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ حَتّٰى يَنْتَهِيَ بِهَا

کوئی مومن پوری طرح وضو کر کے نماز کے لئے وقت پر اٹھ کر اسے ادا کرے نہ اسے بے وقت کرے نہ اس کے رکوع و سجود اور باقی ارکان میں کسی قسم کا نقص آنے دے تو وہ سفید اور نور سے چمکتی ہوئی عزوجل کی طرف اٹھائی جاتی ہے جس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اٹھتے ہیں حتیٰ کہ

إِلَى الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ يُكْمِلْ وُضُوْءَهَا وَأَخَّرَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَاسْتَرَقَ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَمَعَالِمَهَا رُفِعَتْ عَنْهُ سَوْدَاءَ مُظْلِمَةً ثُمَّ لَا تُجَاوِزُ شَعْرَ رَأْسِهِ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ [1]

چڑھتے چڑھتے عزوجل کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جو نماز کے لئے اٹھے۔ نہ پورا وضو کرے نہ وقت پر ادا کرے اور چوروں کی طرح اس کے رکوع وسجود و دیگر ارکان کی چوری کرے۔ تو سیاہ کالی ہو جاتی ہے اور اس کے سر سے بھی اوپر نہیں جاتی۔ اور اسے بد دعا دیتی ہے کہ جا خدا تجھے اسی طرح ضائع و برباد کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کر لیا۔

غرضیکہ صلاۃ مقبولہ اور عمل مقبول یہ ہے۔ کہ انسان ایسی نماز پڑھے جو خدائے عزوجل کے پیش ہونے کے لائق و قابل ہو۔ لہذا جب نماز بارگاہ رب العزت میں پیش ہونے کے قابل ہو جائے۔ اور صلاحیت رکھے۔ وہ نماز مقبول ہوگی

---

[1] اس حدیث کی سند بہت تلاش کی۔ مگر کہیں نہ ملی۔ البتہ طبرانی نے کبیر میں بروایت عبادہ بن صامت اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ البتہ احوص بن حکیم کو ابن مدینی و عجلی نے ثقہ بتایا۔ مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اسی جیسی ایک اور حدیث بروایت انس بن مالک اوسط میں روایت کی ہے۔ مگر مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں عباد بن کثیر ہے جو بالاجماع ضعیف ہے ۱۲ رشید رضا مرحوم

نماز وعمل مقبول کی دو قسمیں

اور عمل مقبول دو قسم ہے
(۱) اوّل یہ کہ انسان اس صورت

نماز پڑھے جملہ طاعات بجا لائے اور اس کا دل خدائے قدوس کی ذات اقدس میں محو ہو جائے۔ اور علی الدوام خدا کو یاد رکھے تو اس شخص کے اعمال خدا تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ عزوجل ان کی طرف نظر کرتا ہے۔ تو الخ یہ خالص لوجہ اللہ کئے ہوئے قابل ستائش پاتا ہے۔ جو ایک سلیم با اخلاص محب خدا و متوجہ الی اللہ دل سے صادر ہوئے ہیں تو ان کو پسند فرماتا ہے۔ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور انہیں قبول فرماتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ انسان عادت کے مطابق غفلت سے ادا کرے۔ اور دل میں نیت ہو کہ طاعت و تقرب الی اللہ کے لئے کر رہا ہے تو اس کے ظاہری اعضا و ارکان طاعت میں مصروف ہوں گے۔ مگر دل ذکر الٰہی سے غافل ہوگا۔ لہٰذا جب بندۂ خدا سے عزوجل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ تو نہ خدا تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور نہ ہی عزوجل ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں، بلکہ جہاں دفاتر اعمال پڑے ہوتے ہیں۔ وہاں رکھ دئے جاتے ہیں حتیٰ کہ روز قیامت خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ تو ان کے اعمال چھانٹے جائیں گے۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے ہوں گے۔ ان کا ثواب ملجائیگا اور جو لوجہ اللہ نہ کئے گئے ہوں گے اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔ یہ ہے بارگاہ الٰہی میں قبولیت عمل کی صورت۔ اس قسم کے لوگوں کو عزوجل ثواب میں اپنی پیدا کردہ مخلوق چیزیں۔ مثلاً قصور و محلات، کھانے پینے کی

چیزیں اور حوریں عنایت فرمائیگا۔ اور پہلی قسم کے لوگوں کو اپنی رضا اور قرب عنایت کریگا۔ اور ان کے درجے بلند کریگا۔ تو گویا ان کو بے حساب چیزیں عنایت ہوں گی۔ بہرحال ایک تفسیر یہ ہے اور ایک یہ تفسیر تھی۔

نمازیوں کی پانچ قسمیں

نمازیوں کو بلحاظ نماز پانچ درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

اول مفرط یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا شخص جو نماز کے اوقات۔ حدود وارکان اور وضو وغیرہ کا نقصان کرتا ہے۔

دوم جو نماز کے اوقات، حدود، ارکان، اور وضو وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے لیکن وسوسوں کو دور کرنے میں زور نہیں صرف کرتا بلکہ نفس کو وسوسوں کی نذر کر دیتا ہے اور خیالات و تفکرات میں ہی لگا رہتا ہے۔

سوم جو اس کے حدود وارکان کی بھی محافظت کرتا ہے۔ اور افکار و وساوس کو دور کرنے میں بھی ہمت صرف کرتا ہے۔ تو ایسا شخص چونکہ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد میں مشغول ہوتا ہے کہ اس کی نماز کی چوری نہ کر سکے۔ تو یہ صرف نمازی ہی نہیں بلکہ مجاہد بھی ہے۔

چہارم وہ شخص جو نماز کے لئے جب اٹھتا ہے تو اس کے ہمہ حقوق ارکان اور حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے اور اس کی حدود و حقوق کی حفاظت میں اپنا دل مستغرق کرتا ہے کہ نماز میں کچھ نقصان نہ ہونے پائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی تمام قوتیں کما حقہ نماز کی تکمیل و اتمام اور اقامت میں مصروف و وقف ہوتی ہیں اور نماز و عبادت خداوندی کی اہمیت نے اس کا دل کلیتہً

نماز میں مستغرق کر دیا ہوتا ہے۔

پنجم وہ شخص جو نماز کے جملہ حقوق، ارکان، حدود، کو پوری طرح ادا کرتا ہے مگر قسم چہارم سے بھی چار قدم آگے ہے۔ وہ اپنا دل حدود و ارکان نماز کی تکمیل میں صرف مستغرق ہی نہیں کرتا۔ بلکہ دل کو اٹھا کر خدائے عزوجل کی بارگاہ عالی میں رکھ کر دل کی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہے۔ اور اس کی محبت و عظمت سے اس قدر بھرپور ہوتا ہے۔ گویا عزوجل کو دیکھ رہا ہو۔ مشاہدہ کر رہا ہے اور دل کے تمام افکار و وساوس گھل مل چکے ہیں اور خدا تعالےٰ اور اس کے درمیانی حجابات تمام اٹھ چکے ہیں۔ تو اس شخص اور غیروں کی نماز میں بلحاظ عظمت و فضیلت آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص نماز میں اپنے رب سے مشغول ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ الٰہی سے ہی اپنی آنکھیں بار بار ٹھنڈی کرتا ہے۔

پانچوں قسم کے نمازیوں کی جزا

تو پہلی قسم کا نمازی مُعاقب یعنی سزا کا مستحق ہوتا ہے قسم دوم محاسب یعنی حساب کے قابل ہوتا ہے۔ قسم سوم مکفر عنہ یعنی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قسم چہارم مثاب۔ یعنی نماز سے گناہ معاف ہونے کے بعد اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ قسم پنجم مقرب یعنی اسے خدا تعالےٰ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اس جماعت کا فرد ہے جن کو نماز میں خنکی چشم اور سرور و آرام حاصل ہوتا ہے۔ غرضیکہ جسے نماز پڑھنے سے دنیا میں قرۃ العینی حاصل ہو۔ اسے آخرت میں بھی قرب خداوندی کے باعث

قرۃ العینی حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی وہ اس مرتبہ سے محروم نہیں رہے گا۔ اور جسے ذات باری تعالےٰ سے خنک چشمی حاصل ہو۔ اس کی آنکھ ہی نہیں بلکہ پورا مجسمہ سرور ہوگا۔ اور جس کو ذات باری تعالےٰ سے بھی خنک چشمی حاصل نہ ہوئی۔ تو اس کا جینا، کیا جینا؟ سراسر حسرت و ندامت ہے

التفات فی الصلوٰۃ سے حجاب

حدیث شریف میں ہے۔

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: اِدْفَعُوا الْحُجُبَ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ اُدْخُوْھَا

انسان جب نماز پڑھنے لگتا ہے۔ تو عزوجل فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ حجاب اٹھا دو۔ لیکن جب التفات کرنا یعنی ادھر ادھر جھانکنے لگ جاتا ہے تو فرماتے ہیں حجاب ڈال دو

اس التفات کی تشریح سابقاً بیان ہو چکی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے دل ہٹا کر غیروں کی طرف لگانا۔ التفات کہلاتا ہے۔

غرضیکہ جب وہ غیروں کی طرف التفات کرتا ہے۔ تو عزوجل اپنے اور اس کے مابین حجاب کر دیتے ہیں۔ حجاب ہوتے ہی شیطان آداخل ہوتا ہے اور اس کے دل پر دنیوی امور کے طرح طرح کے خیالات و وسوسے ڈالنے لگ جاتا ہے اور بالکل بعینہ ایسے کر دکھاتا ہے جیسے انسان شیشے میں سے مختلف چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جب توجہ قلبی خدا تعالےٰ کی جانب مبذول کر لیتا ہے اور ادھر ادھر نہیں جھانکتا تو شیطان کو اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ خدا تعالےٰ و انسان کے دل کے

مابین حائل ہو کر وسوسے ڈال سکے۔ شیطان اسی صورت ہی انسان پر داخل ہو سکتا ہے جب خدا و انسان کے درمیان حجاب ہو جائے لیکن اگر انسان خدا تعالےٰ کی طرف ہو کر چلا جائے۔ اور اپنے دل کو حاضر رکھے تو شیطان فرار ہو جاتا ہے۔ اگر ادھر ادھر جھانکنے لگے تو پھر شیطان آحاضر ہوتا ہے۔ غرضیکہ نماز میں انسان اور اس کے دشمن شیطان کی یونہی تک لگی رہتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز میں حضور قلب۔ اور اشتغال باللہ کی طاقت انسان کو تب ہی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی شہوات و خواہشات کو مغلوب و مقہور کرلے۔ ورنہ سمجھ لیجئے کہ شہوت نے اس کے دل کو مغلوب کر لیا ہے۔ خواہشات اس کو اسیر کر چکی ہیں اور شیطان نے اس کے اندر اپنا ٹھکانا بنا کر اس پر اپنا پورا قبضہ و تسلط جما لیا ہے۔ تو وہ افکار و وسواسات سے کیسے خلاص ہو سکتا ہے؟

دل تین قسم ہیں

پھر دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل:۔ وہ دل جو ایمان اور تمام قسم کی خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے۔ یہ دل اندھیر کوٹھڑی کی طرح تاریک ہوتا ہے جسے دیکھ کر شیطان بیحد خوش ہوتا ہے کہ اس میں پوری آزادی سے وسوسے ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ اور یقیناً یہ اس کے لئے خوشی کا مقام ہے۔ کیونکہ اس قسم کا دل شیطانی اڈہ اور شیطانی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس پر شیطان کا پورا پورا قبضہ و تسلط ہوتا ہے اور شیطان بیدھڑک جس طرح چاہتا ہے اس پر حکمرانی کرتا ہے۔

دوسری قسم: وہ دل جو نورِ ایمان سے چمک دمک رہا ہوتا ہے۔ اس کے اندر نورِ ایمانی کی قندیل جگمگا رہی ہوتی ہے۔ لیکن اس پر ظلمتِ شہوت اور خواہشات کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہوتی ہیں تو اس قسم کے دل پر شیطان کبھی آتا ہے اور کبھی جاتا ہے کبھی چڑھتا ہے کبھی اترتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں باہم جنگ سی چھڑی رہتی ہے کبھی دل کا پلہ بھاری رہتا ہے کبھی شیطان کا اور بلحاظ قلت و کثرت دل کی مختلف حالتیں باقی رہتی ہیں۔ بعض اوقات یہ زیادہ غالب رہتا ہے اور بعض اوقات شیطان کا غلبہ زیادہ رہتا ہے اور بعض اوقات بہر صورت ایک ہی غالب رہتا ہے اور دوسرا مغلوب۔

تیسری قسم: ایمان سے بھرا ہوا دل جو نورِ ایمانی سے چمک رہا ہے جس سے تمام حجاباتِ شہوانی دور ہو چکے ہیں۔ ظلمات کافور ہو چکے ہیں غرضیکہ ایسا دل رکھنے والے سینے میں نورِ ایمان کی روشنی ہے جس میں ایسی حرارت موجود ہے کہ وسواسات اس کے قریب جائیں تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ گویا وہ دل اس آسمان کی مانند ہے جس کی ستاروں سے حفاظت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شیطان اس کے قریب جاتا ہے۔ تو چنگاڑا کھا کر جل جاتا ہے۔

مومن کی حرمت و عزت آسمان سے زیادہ ہے

یہ بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ آسمان مومن سے زیادہ باحرمت نہیں مومن کی عزت و حرمت آسمان سے کہیں اعلیٰ و برتر ہے۔ اور آسمان سے

کہیں زیادہ خدا تعالےٰ مومن کی حفاظت کرتا ہے۔ آسمان مستقر وحی فرشتوں کی آماجگاہ اور انوار طاعات کا مقام ہے۔ مگر مومن کا دل مستقر توحید، منبع محبت، چشمۂ معرفت اور سرچشمۂ ایمان ہے جس میں توحید الٰہی، محبت خداوند، معرفت الٰہی۔ اور ایمان باللہ کا نور جلمگا رہا ہے۔ تو یقیناً وہ اس قابل ہے کہ دشمن کی فریب کاریوں سے اسے محفوظ رکھا جائے۔ اور اس کی حفاظت کی جائے تاکہ وہ چپکے سوا کسی صورت اس کا نقصان نہ کر سکے۔

دل کی مثال تین قسم کے مکان

اس کی بہترین مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے۔ کہ مکانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل شاہی مکان جس میں شاہی جواہرات شاہی خزانے اور شاہی ذخیرے جمع ہوتے ہیں۔ دوم انسان کا اپنا مکان جس میں صرف اس کے اپنے جواہرات و ذخائر اور خزانے ہوتے ہیں لیکن وہ شاہی خزانوں اور شاہی ذخیروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ سوم خالی مکان جس میں صفر بھی نہیں۔ تو بتلائیے چور کس مکان کو نقب لگائیگا؟ اور کس سے چوری کریگا۔ اگر آپ کہیں کہ خالی مکان سے کچھ چرانا محال ہے۔ کیونکہ اس میں چرانے کی چیز ہی کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ یہودی کہتے ہیں نماز میں ہمیں وسوسہ نہیں آتا۔ تو ابن عباس نے خوب جواب دیا۔ کہ

وَمَا يَصْنَعُ الشَّيْطَانُ بِالْقَلْبِ الْخَرَابِ — خراب شدہ دل کو شیطان نے اور کیا کرنا ہے۔؟

اگر آپ کہیں کہ شاہی مکان سے بھی چوری کرنا محال ہے۔ کیونکہ اس پر محافظ وپہرہ دار ہوتے ہیں۔ اور اتنا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ چور اس کے قریب تک نہیں جا سکتا۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ بادشاہ خود بنفسہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اس کے اردگرد بے شمار فوجیں اور لشکر بھی سنگینیں لئے موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب چور کے لئے صرف تیسرا گھر ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر وہ خوب ڈاکے ڈالتا ہے۔

اب دانش مند انسان کو اس مثال میں پوری طرح غور کرنا چاہیئے اور مکانوں کی بجائے دلوں پر چسپاں کرنا چاہیئے۔ تو تمام دل یعنیہ ان مکانوں کی مثل معلوم ہوں گے۔

اوّل وہ دل جو ہر خیر و بہتری سے خالی ہو۔ یہ کافر و منافق کا دل ہے۔ یہی گھر "بیت الشیطان" یعنی شیطان کا گھر ہے جو اس نے اپنے لئے وقف کر رکھا ہے اور اپنا مسکن و قیام گاہ اور مستقر (اڈہ) بنا رکھا ہے۔ تو اس نے اس سے کیا چرانا ہے جس میں اس کے اپنے ہی ذخائر و خزینے یعنی شکوک و خیالات اور شبہات و وسواسات پڑے ہیں؟

دوئم۔ وہ دل جو خدا تعالیٰ کے عظمت و جلال، محبت و مراقبت اور حیاء سے بھر چکا ہے۔ ایسے دل پر کس شیطان کو ہمت پڑ سکتی ہے؟ اور کون شیطان جرأت کر سکتا ہے؟ اور بفرض محال اس سے کوئی چیز چوری کرنا چاہے گا تو کیا چرائیگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کبھی انسان کی غفلت و بے خبری میں کسی وقت جھپٹ مار کر چھین لینے میں کامیاب ہو جائیگا تو یہ بعید از عقل

نہیں ممکن ہے۔ کیونکہ غفلت و نسیان تو پھر بھی اس کا فطری خاصہ ہے آخر وہ بشر ہے۔ اور بشریت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے۔ اس سے غفلت ہو جاتی ہے۔ ذہول و نسیان ہو جاتا ہے اور پھر غلبہ طبع بھی موجود ہے

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ایک آسمانی کتاب میں ہے۔

لَسْتُ اَسْکُنُ الْبُیُوْتَ وَلَا تَسَعُنِیْ وَاَیُّ شَیْءٍ یَسَعُنِیْ وَالسَّمٰوٰتُ حَشْوُ کُرْسِیِّ وَلٰکِنْ اَنَا فِیْ قَلْبِ الْوَدِعِ التَّارِکِ لِکُلِّ شَیْءٍ سِوَائِیْ

میں گھروں میں سکونت نہیں کیا کرتا۔ اور نہ ہی گھروں میں سما سکتا ہوں اور مجھے کون سی چیز اپنے اندر سما سکتی ہے۔ حالانکہ تمام آسمان تو میری کرسی میں سمائے ہوئے ہیں

ہاں میں ہوں تو اس شخص کے دل میں جس نے میرے سوا تمام چیزوں کو چھوڑ دیا ہے، اور صرف مجھ سے لو لگائی ہے۔

یہی معنی حدیث ذیل کا ہے۔ کہ

مَا وَسِعَتْنِیْ سَمٰوٰتِیْ وَلَا اَرْضِیْ وَوَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ

مجھے میرے آسمان و زمین اپنے اندر نہیں سما سکتے۔ مگر مرد مومن کا دل مجھے اپنے اندر سما سکتا ہے

سوم وہ دل جس میں خدا تعالیٰ کی توحید، محبت، معرفت، ایمان باللہ اور اس کے وعدہ و عید کی تصدیق موجود ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اس میں شہوات نفسانیہ و عادات نفسانی اور دواعی طبع و خواہشات بھی موجود ہوتے ہیں غرضیکہ دل کو دو قسم کے دواعی گھیرے ہوتے ہیں اور وہ بالکل ان کے درمیان

ہوتا ہے کبھی ایمان و معرفت، محبت الٰہی اور ارادت خداوندی کی دعوت دینے والے کی طرف مائل ہوجاتا ہے، اور کبھی خواہشات و طبیعت کی طرف دعوت دہندہ شیطان کی طرف مائل ہوجاتا ہے تو ایسے دل کے متعلق شیطان کو بہت بڑی امیدیں ہوتی ہیں۔ ہر وقت اس پر وار چلاتا ہے اور قسم قسم کے نقصانات کرتا ہے۔ رہی نصرت و کامیابی تو عزوجل جسے چاہے عنایت فرماتا ہے۔ کیونکہ

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ (آل عمران ع ۱۴)

نصرت صرف خدائے عزیز و حکیم کی جناب سے ہی عنایت ہوا کرتی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے! کہ جو اسلحہ و ہتھیار اس دل کے ہاں موجود ہوتے ہیں انہیں سے شیطان کو قوت و قدرت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اپنے ہی اسلحہ و ہتھیار اس کے ہاں موجود پاتا ہے۔ لہٰذا وہ انہیں کو لیکر اس سے لڑنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہتھیار کیا ہیں؟ وہی شہوات و شبہات، خیالات و وساوسات اور جھوٹی امیدیں ہی اس کے اسلحہ جات ہیں جو دل میں پہلے ہی موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب شیطان اس کے ہاں جاتا ہے تو اسے جنگی سامان سے تیار بر تیار پاتا ہے اس لئے انہیں کو اٹھا کر دل پر حملہ آور ہوتا ہے، اگر انسان کے ہاں اس جنگی سامان کے برابر یا زیادہ ایمان و اخلاص کا حربہ و سامان بر وقت تیار موجود ہو جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے تو شیطان سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر ایمانی حربہ موجود نہیں تو دشمن غالب رہے گا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

لیکن جب انسان خود ہی شیطان کو بلا کر اپنے گھر کی چابیاں حوالے کر دے اور اسے اندر داخل کر کے تمام ہتھیار اسے دیدے جن سے وہ اسی پر حملہ کر دے تو انسان خود قابل نفرین و ملامت ہو گا۔

فَنَفْسَكَ لُمْ وَلَا تَلُمِ الْمَطَايَا
وَمُتْ كَمَدًا فَلَيْسَ لَكَ اعْتِذَارُ

لہذا سواریوں کو ملامت نہ کیجیے۔ بلکہ اپنے نفس کو ملامت کیجیے۔ اور غم سے مرتے رہیے۔ اب تہیں عذر کرنے کا حق نہیں رہا

حدیث حارث کے لفظ وَامُرُكُمْ بِالصِّيَامِ الخ کی تشریح

اب ہم حدیث حارث کے بقیہ الفاظ کی تشریح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس میں شیطان سے بچنے کی چیزوں کا تذکرہ ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ فِيْ عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيْهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ اَوْ يُعْجِبُهُ رِيْحُهُ وَاِنَّ رِيْحَ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ

میں تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی جماعت میں کستوری کی تھیلی لئے موجود ہو جس کی خوشبو سے سب کا دماغ معطر ہوتا ہے یا ایسا ہی معطر ہو، اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔

آنحضرت ؐ نے اس روزہ دار کی مثال تھیلی والے سے دی ہے جس میں

کستوری بھری ہو کیونکہ کستوری کی تھیلی آنکھوں سے اوجھل کپڑوں کے نیچے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عطاروں اور کستوری والوں کی عادت ہے بعینہ اسی طرح روزہ دار کا روزہ لوگوں کے مشاہدہ سے مخفی و مستور ہوتا ہے۔ اور حواس ظاہری کے ادراک سے باہر ہوتا ہے۔

روزہ شرعی

رہا یہ کہ صائم یعنی روزہ دار کون ہوتا ہے؟ تو بخوبی جان لیجئے کہ روزہ دار وہ ہوتا ہے جس کے اعضاء و جوارح گناہوں سے، زبان کذب و فحش اور جھوٹے کلام سے پیٹ کھانے پینے سے اور فرج زنا سے محفوظ ہو، لہذا جب وہ بولیگا تو زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالے گا جس سے اس کا روزہ مجروح ہو یا کوئی کام کریگا تو ایسا فعل ہرگز نہیں کریگا جس سے روزہ فاسد ہوتا ہو اگر اس نے ایسا کیا تو یقیناً اس کے منہ سے جو کلمہ نکلے گا صالح و فائدہ مند ہوگا علی ہذا القیاس جو عمل کریگا صحیح و درست کریگا۔ لہذا یہ کلمات و اعمال اس خوشبو کی مانند ہیں۔ جو کستوری والے کے پاس بیٹھنے والے کے دماغ کو معطر کرتی ہے بعینہ اسی طرح جو شخص روزہ دار کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کی مجلس سے کچھ نہ کچھ فائدہ لے اٹھتا ہے۔ اور کذب و فجور اور ظلم و جھوٹ سے بچا رہتا ہے ۔ یہ ہے روزہ شرعی۔ نہ یہ کہ صرف کھانے پینے سے منہ بند کرنے۔ اور باقی سب کچھ دبائے چلا جائے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ

جو شخص جھوٹ بولے جھوٹ پر عمل کرے اور جاہلانہ افعال کو ترک نہ کرے۔ تو خدا

کا اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔	طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

نیز ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے۔

اکثر روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔	رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ

لہذا روزہ وہی ہے کہ اعضاء جوارح گناہوں سے بند ہوں اور پیٹ کھانے پینے سے بند ہو کیونکہ جس طرح اکل و شرب روزہ کو توڑ دیتا ہے اور فاسد کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح گناہ بھی روزہ کا ثواب منقطع کر دیتا اور اس کا ثمر خراب و برباد کر ڈالتا ہے حتیٰ کہ روزہ دار بالکل منزلہ بے روزہ ہو جاتا ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہونا قیامت کو ہوگا۔ یا دنیا میں بھی؟

پھر یاد رکھیے! روزہ دار کے منہ کی بو کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کا وجود دنیا میں ہوتا ہے یا آخرت میں ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں

اور دو استادوں یعنی ابو محمد بن عبد السلام اور ابو عمرو بن صلاح کے مابین اس کے متعلق نزاع چل گئی کہ یہ بو دنیا میں بھی ہوتی ہے۔ یا صرف آخرت میں ہوگی تو ابو محمد اس طرف مائل ہوئے کہ یہ صرف آخرت میں ہی ہوگی اور اس کے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی اور شیخ ابو عمرو اس طرف مائل ہوگئے کہ یہ دنیا و آخرت دونوں میں ہوتی ہے۔ آپ نے بھی اپنے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی جس میں ابو محمد کا رد کیا اور اس مسئلہ میں آپ یعنی ابو عمرو نے ابو حاتم بن حبان

حبان کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ ابو حاتم نے اپنی صحیح میں پہلے اس مسئلہ
کے متعلق یوں باب باندھا ہے کہ ذکر البیان بان خلوف فم الصائم
اطیب عند اللہ تعالی من ریح المسک یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ
دار کے منہ کی بگڑی ہوئی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر
ہے۔ پھر اعمش کی وہ حدیث لائے ہیں جو بواسطہ ابی صالح ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، وَالصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔ ؎

آدمی کے جملہ اعمال اسی کے ہوتے ہیں لیکن روزہ میرا ہوتا ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دونگا اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے

؎ اسے بخاری و مسلم وغیرہما نے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے۔ "خُلُوف" بفتح فا و ضم لام
کھانا پینا ترک کرنے سے منہ کی خراب بو کا نام ہے۔ اور سفیان بن عیینہ سے عزوجل کے
ارشاد گرامی كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي یعنی انسان کے تمام عمل اسی کے
ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ قیامت کے دن
جب عزوجل حساب لینگے تو انسان کے تمام عمل ان مظالم کے عوض لوگوں کو دیا دینگے جو
انسان کے ذمہ ہوں گے حتی کہ صرف روزہ ہی باقی رہ جائیگا تو عزوجل اس کے باقی
مظالم کو خود اپنے ذمے لے کر اسے جنت میں داخل کردیگا۔ ابی عبید سے مروی ہے۔ کہ
روزہ میں ریا نہیں آتی جیسا کہ دوسرے عملوں میں آجاتی ہے بعض نے اس کا مطلب
یہ بتایا ہے کہ میں ہی اس کی جزا دونگا اور صرف مجھے ہی یہ علم ہے کہ اس کے دیاتی رہے ۸۲

اس کے بعد دوسرا باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان

بان خلوف فم الصائم یکون اطیب عند اللہ من ریح المسک یوم

القیمۃ یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز خدا تعالیٰ

کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوگی پھر ابن جریج کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ ابو

عطاء ابو صالح زیات سے مروی ہے کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلُّ عَمَلِ بَنِیْ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامُ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِہٖ وَاِذَا لَقِیَ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا انسان کے جملہ اعمال اس کے اپنے ہوتے ہیں مگر روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلعم کی جان ہے یقیناً روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے ہاں قیامت کے دن کستوری کی خوشبو

(بقیہ صفحہ ۸۱) ثواب کی مقدار کیا ہے؟ اور یہ کتنے گنا بڑھ سکتا ہے؟ کیونکہ بعض عملوں کا ثواب عزوجل نے بتا دیا ہے کہ دس سے سات سو تک ہوتا ہے مگر روزہ کا ثواب کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر ہے؟ کیونکہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بے حساب اجر دونگا بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ روزہ خدا کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور وہی خدا کے ہاں سب سے مقدم ہے۔ ابن عبد البر کا قول ہے کہ تمام عملوں پر روزہ کی فضیلت کے لئے عزوجل کا یہی قول کافی ہے کہ اَلصَّوْمُ لِیْ یعنی روزہ میرے لئے ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس مسئلہ پر نہایت لمبی چوڑی بحث کی ہے (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۷۷)

اللہ تعالیٰ فرحۃ بصومہٖ

سے بھی زیادہ ہوگی اور روزہ دار کے لئے دو

خوشیاں ہوتی ہیں ایک افطاری کے وقت دوسرے جب خدا سے ملاقی ہوگا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسری امتوں سے فرق کے لئے مومنوں کی پہچان تحجیل یعنی اعضا وضو کی چمک سے ہوگی جو دنیا میں وضو کی وجہ سے دھوتے رہے۔ اسی طرح قیامت کو روزہ داروں کی شناخت کے لئے ان کے مونہوں کی بو کستوری سے زیادہ خوشبو میں بدل جائیگی تاکہ وہ اس عمل کی وجہ سے تمام لوگوں سے خودبخود پہچانے جاسکیں جعلنا اللہ منہم

بعد ازاں ایک اور باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم قد یکون ایضا اطیب من ریح المسک فی الدنیا

یعنی یہ بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو کبھی دنیا میں بھی کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہوتی

پھر شعبہ کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ سلیمان ذکوان سے وہ ابوہریرہؓ سے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

کُلُّ حَسَنَۃٍ یَعْمَلُہَا ابْنُ اٰدَمَ بِعَشْرِ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمَ فَہُوَ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یَدَعُ الطَّعَامَ مِنْ اَجْلِیْ وَالشَّرَابَ مِنْ اَجْلِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ حِیْنَ یُفْطِرُ وَفَرْحَۃٌ

انسان جو نیکی کرتا ہے وہ ثواب میں دس سے سات سو تک چلی جاتی ہیں عزوجل فرماتے ہیں لیکن روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔ میرے لئے کھانا چھوڑتا ہے اور میری خاطر ہی پینا ترک کرتا ہے لہذا میں ہی اس کا بدلہ دونگا اور روزہ دار کے

حِیْنَ یَلْقٰی رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ حِیْنَ یَخْلُفُ مِنَ الطَّعَامِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔

لئے دو فرحتیں ہوتی ہیں ایک فرحت اس وقت جب روزہ افطار کرتا ہے دوسری فرحت جب خدا تعالےٰ سے ملاقات کریگا۔ اور طعام سے فراغت کے وقت روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا تعالےٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے۔

اور ابو محمد رح نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں وہ خوشبو قیامت کے روز سے مقید ہے۔

میں (ابن قیم رح) کہتا ہوں ابو محمدؒ کے اس قول کی شاہد وہ متفق علیہ حدیث بھی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ مَکْلُوْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِہٖ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَکَلْمُہٗ یَدْمِیْ اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ مِسْکٍ

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خدا تعالےٰ کے راستہ میں زخمی انسان ــــ اور خدا کو ہی زیادہ علم ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوا؟ ــ قیامت کو بہتے خون ہی پیش ہوگا۔ رنگ خون کا ہوگا، مگر خوشبو کستوری کی ہوگی

تو اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا ہے۔ کہ مجروح فی سبیل اللہ کے زخم کی بو قیامت کو کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی۔

اور یہ حدیث خلوف فم الصائم والی حدیث کی نظیر ہے۔ کیونکہ

سلہ بخاری و مسلم از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

دنیا میں تو حواس یہی پتہ دیتے ہیں کہ وہ خون ہے۔ وہ بو ہے۔ ہاں یہ بجا ہے لیکن عزوجل ان دونوں خون شہید و خلوف صائم) کو قیامت کے دن کستوری سے بدل دے گا

اور شیخ ابو عمرو رحمہ ابو حاتم کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں خلوف کو طعام سے فراغت کے وقت سے مقید فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خلوف دنیا میں موجود ہے۔ کیونکہ جب مبتدا لخلوف فو الصائم کو ظرف حین یخلف من الطعام سے مقید کیا گیا۔ تو اس کی خبر الطیب عند اللہ بحالت تقیید کی خبر ہو گی کیونکہ مبتدا کو جب وصف یا حال یا ظرف سے مقید کر دیا جائے تو اس کی خبر بھی تقییدی حالت کی خبر ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو خدا تعالے کے نزدیک فراغت طعام کے وقت ہی ثابت ہوتی ہے

ابو عمرو فرماتے ہیں۔ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيَتْ أُمَّتِيْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسًا — میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ چیزیں عنایت کی گئی ہیں۔

پھر اس حدیث کو بیان کرتے چلے گئے اور یہ الفاظ پڑھے۔

وَاَمَّا الثَّانِيَةُ فَاِنَّهُمْ يُمْسُوْنَ حِيْنَ يُمْسُوْنَ وَاَفْوَاهُهُمْ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ — دوسرے وہ لوگ جو شام کرتے ہیں۔ تو ان کے مونہوں کی بو خدا تعالے کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے

بعد ازاں شارحین نے طیب کے معنی اور طیب کی تاویل کے متعلق جو کلام کی ہے اسے ذکر کیا ہے کہ طیب کا فلاں معنی ہے اور طیب سے مطلب روزہ دار کی مدح وثنا اور اس کے اس فعل پر رضامندی کا اظہار ہے۔ اور بس جیسا کہ اکثر شارحین کی یہ عادت ہے۔ کہ وہ بلا ضرورت ہر چیز کی اس قدر تاویلیں کرتے پھرتے ہیں گویا تاویلات میں عزوجل کی خاص برکت رکھی ہوئی ہے جس پر ٹوٹ مرے ہیں یا انہوں نے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آخر اس تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ اطیب عند اللہ من ریح المسک سے مراد فاعل کی مدح کرنا اور اس کے اس فعل پر اسے شاباش دینا مقصود ہے؟ اور پھر ایسی تاویل سے فائدہ ہی کیا کہ لفظ اپنی اصل حقیقت سے ہی خارج ہو جائے؟ اکثر ایسے لوگ کسی لفظ کا خود ہی ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ بعد ازاں خود ہی مدعی بن بیٹھتے ہیں کہ فلاں نص کے فلاں لفظ سے یہی معنی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا۔ حالانکہ نہ انہیں یہ پتہ ہے کہ فلاں لفظ کا استعمال اس کے ان معین کردہ معنوں میں ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ لغوی لحاظ سے یہ لفظ کونسے معنی کا احتمال رکھتا ہے؟ اور یہ واضح امر ہے کہ اس طرح کے بے تکے معنی خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر اس بات کی شہادت دینا ہے کہ شارع علیہ السلام کی کلام کا فلاں فلاں مطلب ہی ہے کیونکہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں لفظ فلاں معنی کے لئے موضوع ہے یا عرف شارع میں اس کا یہ معنی ہے۔ یا عادت مطردہ کی رو سے اس کا یہی معنی ہے یا اس لفظ کا اکثر استعمال فلاں معنی میں ہی ہوتا ہے یا شارع نے فلاں لفظ کی فلاں تفسیر فرمائی ہے

تو یا تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ ورنہ وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی جس کی اولی
صورت یہ ہے کہ وہ علم کے بغیر دی گئی ہو۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے۔ کہ لوگ تمام
خوشبوئیوں سے کستوری کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لیے آنحضرت نے مثال
دے کر سمجھایا کہ خدا تعالےٰ کو روزہ دار کے منہ کی بدبو ایسی اچھی لگتی ہے جیسی
ہمیں کستوری۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ رہی خدا تعالےٰ کی طرف اسے طیب و بہتر
سمجھنے کی نسبت۔ تو یہ (کوئی نئی نسبت نہیں) بلکہ بعینہٖ ایسے ہے جیسے ہم اس
کی جملہ صفات اور اس کے تمام افعال کو اس کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں۔
کیونکہ کسی چیز کو خدا تعالےٰ کا طیب سمجھنا مخلوق کے بہتر سمجھنے کے مماثل نہیں۔
جیسا کہ اس کی رضا، غضب کسی چیز سے خوش ہونا۔ کسی کو ناپسند فرمانا کسی سے محبت
کرنا کسی کو دشمن جاننا مخلوق کے رضا و غضب، خوشی و کراہت اور حب و
بغض کے مماثل نہیں۔ جس طرح اسکے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں اس
کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ اس کے افعال مخلوق کے افعال کے
مشابہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کے بہتر سمجھنے اور ہمارے بہتر سمجھنے میں کوئی
مشابہت نہیں۔

دیکھئے! اللہ تعالےٰ کلمات طیبہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی طرح عمل صالح
کو پسند فرما کر اوپر اٹھا لیتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر ع ۲)	کلمات طیبہ اس کی طرف صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو اپنی طرف اٹھا لیتا ہے۔

تو عزوجل کا یہ پسند فرمانا ہمارے پسند کرنے کی طرح نہیں۔

پھر اس کی یہ تاویل بھی رفع اشکال نہیں کر سکتی کیونکہ جو اشکال لفظ استطابہ (یعنی بدبو کو خدا تعالیٰ کے بہتر سمجھنے) میں آتا ہے ویسا ہی خدا تعالیٰ کی رضا پر وارد ہوتا ہے اگر کہے کہ وہ رضا مخلوق کی رضا جیسی نہیں تو جواب دینا چاہیے کہ یہ اچھا جاننا بھی مخلوق کے اچھا جاننے کی طرح نہیں اور اسی پر آئندہ آنے والے مسائل کی بنیاد ہے۔

پھر ابو عمرؒ تقیید قیامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث میں یوم قیامت کا اس لئے ذکر کیا گیا کہ روز جزا ہے اور اسی دن ہی اعمال تلنے سے پتہ چلے گا کہ خلوف (منہ کی بدبو) رضائے الٰہی کی خاطر بدبو دور کرنے کے لئے لگائی ہوئی کستوری سے بھی فائق و راجح ہے۔ جیسا کہ اس لئے مساجد اور نماز وغیر معبادت کے لیے بدبو رفع کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ تو بعض روایات میں روز قیامت کو خصوصاً اسی طرح ذکر فرما دیا۔ جیسا کہ اس آیت

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (عادیات ع) | یقیناً لوگوں کا رب ان کے متعلق اس (قیامت کے) دن باخبر ہوگا۔

میں خاص فرمایا ہے۔ اور باقیوں میں اس لئے مطلق چھوڑ دیا کہ اس کی اصل افضلیت دونوں جہان میں ثابت ہے۔

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ ابو محمدؒ کا اس چیز میں رد کرتے ہیں جس سے نہ انہیں انکار ہے۔ نہ اور کوئی انکار کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں استطابت مذکورہ (خدا تعالیٰ کا اس بدبو کو دنیا میں بہتر سمجھنا) حاصل ہونے کی تفسیر جو آپ نے روزہ دار کی بارگاہ الٰہی سے مدح و ثنا اور روزہ رکھنے پر خدا

کی رضامندی سے کی ہے وہ تو ایک ایسا امر ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کیونکہ عزوجل نے خود اپنی کتاب میں (قرآن مجید میں نیز ان احادیث میں روزہ داروں کی مدح و ثنا فرمائی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عزو جل کی طرف سے لوگوں کو بیان فرمائی ہیں اور ان کے اس فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہے۔ لہذا اگر وہ بھی استطابت (بدبو کو بہتر سمجھنا) ہے تو کیا آپ شیخ ابو محمد کو اس سے منکر تصور کرتے ہیں؟ انہیں تو اس سے ہرگز انکار نہیں۔ شیخ ابو محمدؒ نے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اس بدبو کی خوشبو کا کستوری کی خوشبو پر فوقیت کا ظہور اس دن ہو گا جس دن خون شہیداں کی خوشبو ظاہر ہو گی اور وہ کستوری کی خوشبو کی مانند ہو گی اور یقینا اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ظہور قیامت کے روز ہو گا۔ کیونکہ روزہ دار جب اس دن پیش ہو گا تو اس کے منہ کی بدبو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہو گی جیسا کہ اس دن مجروح و شہید فی سبیل اللہ حاضر ہو گا۔ تو اس کے خون کی مہک کستوری کی طرح ہو گی۔ حالانکہ جہاد روزہ سے افضل ہے تو اگر خون شہید کی مہک کا ظہور قیامت کے دن ہو گا۔ تو روزہ دار کی خوشبو کا بھی قیامت کو ہی ظہور ہو گا۔

رہی جابر کی حدیث

فَإِنَّهُمْ يُمْسُونَ وَخُلُوفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ	وہ شام کرتے ہیں اور ان کے مونہوں کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہو گی

تو یہ جملہ خبریہ نہیں۔ بلکہ حالیہ ہے۔ کہ اس کے (امسا) شام کرنا) کی خبر مقرون

بالواو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مبتدا کی خبر ہے۔ لہذا اسے واو کے ساتھ مقرون کرنا جائز نہیں۔ اور اگر جملہ حالیہ ہو۔ تو ابو محمد یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ حال مقدرہ ہے اور حال مقدرہ اپنے عامل فعل کے زمانہ سے موخر کرنا جائز ہے۔ اسی لئے اگر ایسی صورت اس مسئلہ میں قیامت کے دن سے لفظ بیچ کرنا چاہیں تو یوں کہیں

يُمْسُوْنَ وَخُلُوْفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

شام کرتے ہیں حالانکہ ان کے مونہوں کی بو قیامت کے دن کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہوگی

تو ترکیب فاسد نہ ہوگی۔ گویا اس نے کہا ہے

يُمْسُوْنَ وَهٰذَا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

شام کرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن ان کی یہ حالت ہوگی کہ الخ

رہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ

لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ حِيْنَ يَخْلُفُ الخ

جب روزہ دار طعام سے ہٹتا ہے تو اس کے منہ کی بو الخ

تو یہ ظرف تحقیق مبتدا کے لئے ہے۔ یا اس کی تاکید ہے۔ اور اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ یہاں وہی حقیقت مراد ہے جو اس سے سمجھی گئی ہے۔ نہ مجاز مراد ہے نہ استعارہ۔ اور یہ ایسے ہے جیسے آپ کہیں۔

جِهَادُ الْمُؤْمِنِ حِيْنَ يُجَاهِدُ وَصَلَاتُهُ حِيْنَ يُصَلِّيْ يُجَازِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَرْفَعُ

مومن کا جہاد کرنا جب جہاد کرتا ہے اور اس کا نماز پڑھنا جب نماز پڑھتا ہے قیامت کو عزوجل اس کی جزا دیں گے

بِهَا دَرَجَتَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور ان کے ذریعے قیامت کو اس کے

درجات بلند کریگا۔

اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے قریب ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ	زانی زنا نہیں کرتا جبکہ زنا کرتا ہے" بحالیکہ وہ مومن ہو اور شراب نہیں پیتا جس وقت کہ شراب پیتا ہے حالانکہ وہ مومن ہو

یہاں فقط مباشرت و شراب پینے کی حالت میں ہی ایمان مطلق کی نفی کو مقید کرنا مراد نہیں۔ کہ جب مباشرت ختم ہو جائے یا شراب پینے سے فارغ ہو جائے تو پھر اس کی طرف ایمان لوٹ آئے گا۔ اور وہ مومن بن جائے گا بلکہ یہ نفی توبہ تک جاری و مستمر ہے۔ اگر توبہ تک اس نفی کا استمرار نہ رکھا جائے۔ تو خواہ وہ زنا و شراب کا ارتکاب نہ کرے جب تک ان پر اصرار رکھے اور ڈٹا رہے، نفی موجود رہے گی۔ نہ مذمت سے بچ سکے گا۔ اور نہ ہی اس سے وہ احکام ٹل سکیں گے جو ان کے ارتکاب سے اس پر مرتب ہوں گے الا یہ کہ توبہ نصوح یعنی پختہ توبہ کر لے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ مذکور کے متعلق مصنف کا اہم فیصلہ

مسئلہ مذکور کی نزاع کا فیصلہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم میں روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری کی مانند خوشبودار ہو جانا دو اوقات

سے مقید ہے۔ اولؔ قیامت کے دن سے دوؔم طعام سے فراغت، اور شام کو افطاری کے وقت سے جنؔ میں قیامت کے دن کا ذکر ہے وہ اس لئے کہ یہی وقت ثواب اعمال۔ اور اچھے بُرے عملوں کے نتائج کے ظہور کا اصلی وقت ہے لہذا اسی وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ "خلوف" کی بو کستوری کی خوشبو کی مانند ہے اور اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں۔ مثلاً شہید فی سبیل اللہ کا خون قیامت کے دن کستوری کی طرح مہکتا ہوگا۔ قیامت کے دن ہی دل کے اندرونی خفیہ راز چہروں پر نمایاں ہوں گے اور خفیہ کی بجائے بالکل علانیہ کی صورت اختیار کرلیں گے۔ علی ہذا القیاس قیامت کے روز ہی کفار کے کفر کی نجاست و گندگی بدبو کا پتہ چلے گا اور ان کے چہروں کی سیاہی کا ظہور ہوگا (ورنہ آج تو اکثر کفار کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے دمکتے دکھلائی دیتے ہیں) دوسری صورت جن میں "خلوف" کا خوشبودار ہونا۔ طعام سے فراغت اور شام کے وقت سے مقید ہے۔ تو یہ اس لئے کہ یہ عبادت کے اثر کے ظہور کا وقت ہے۔ اور اسی وقت اس کی خوشبو خدا تعالے اور ملائکہ الٰہی کے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بو انسانوں کے نزدیک بری ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اکثر ایسی چیزیں موجود ہیں جو بندوں کو بری لگتی ہیں مگر خدا کو محبوب و پسند ہوتی ہیں و بالعکس نیز کیونکہ لوگوں کو تو وہ طبعی نفرت کے باعث بری لگتی ہے۔ مگر عزوجل انہیں اس لئے پسند فرماتا ہے اور اس لئے راضی ہوتا ہے کہ اس کے فرمان اور اس کی رضا و محبت کے موافق ہے۔ لہذا اس کے نزدیک ایسے ہی اَطْيَبْ و بہتر ہوتی ہے۔ جیسے ہمارے ہاں کستوری کی

خوشبو بہتر داطیب ہوتی ہے لیکن جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت لوگوں پر اس کی خوشبو ظاہر ہوگی اور خفیہ کی بجائے علانیہ معلوم ہوگی۔ و علے ہذا القیاس جملہ اچھے بُرے عملوں کے نتائج و آثار سب کا اسی دن ظہور کامل ہوگا، اور آخرت کو ہی علانیہ کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ اور بعض دفعہ عمل میں اس قدر قوت و طاقت موجود ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں ہی اس کا کچھ نہ کچھ اچھا برا اثر انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے، جیسا کہ نظر و فکر دونوں سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اِنَّ لِلْحَسَنَۃِ ضِیَاءً فِی الْوَجْہِ، وَ نُوْرًا فِی الْقَلْبِ، وَقُوَّۃً فِی الْبَدَنِ وَسِعَۃً فِی الرِّزْقِ، وَمَحَبَّۃً فِی قُلُوْبِ الْخَلْقِ، وَاِنَّ لِلسَّیِّئَۃِ سَوَادًا فِی الْوَجْہِ وَظُلْمَۃً فِی الْقَلْبِ وَوَھْنًا فِی الْبَدَنِ وَنُقْصَانًا فِی الرِّزْقِ وَ بُغْضَۃً فِی قُلُوْبِ الْخَلْقِ۔	نیکی سے چہرے پر نور دل میں روشنی بدن میں قوت، رزق میں فراخی ہوتی ہے اور لوگوں کے دل میں آدمی کی محبت بیٹھتی ہے مگر برائی سے چہرہ سیاہ دل میں ظلمت بدن میں کمزوری رزق میں کمی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے

مَا عَمِلَ رَجُلٌ عَمَلًا اِلَّا اَلْبَسَہُ اللہُ تَعَالٰی رِدَاءَہٗ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَ اِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔	ہر عمل کے عوض انسان کو عزوجل اسی قسم کی چادر پہنا دیتا ہے۔ نیک ہوں تو اچھی بد ہوں تو بری چادر پہنا تا ہے۔

اور یہ ایک بدیہی امر ہے ہر کوئی اسے جانتا ہے اور سب اس میں یکساں شریک ہیں خواہ ارباب بصیرت ہوں یا جاہل حتی کہ ایک نیک پاک اور اچھے شخص سے خود بخود اچھی خوشبو آتی ہے خواہ خوشبو نہ بھی لگائی ہو۔ گویا اس کی روحانی خوشبو اس کے بدن اور کپڑوں پر مہک رہی ہوتی ہے اسی طرح ایک فاجر شخص سے اس کے بالعکس مگر خواہشات کے زکام کے مارے ہوئے شخص کو نہ اس کی خوشبو معلوم ہوتی ہے نہ فاجر کی بد بو۔ بلکہ اس کا زکام اسے خوشبو و بدبو کا اقرار نہیں کرنے دیتا۔

غرض یہ تھا اس مسئلہ کے متعلق فصل خطاب فی اللہ سبحانہ وتعالی علیہ التعول

حدیث حارث رضی کے جملہ وامرکم بالصدقۃ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی کی طویل حدیث کی طرف آتے ہیں حضرت یحیی علیہ السلام کا ارشاد ہے

وَاٰمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَاَوْثَقُوا يَدَهُ اِلٰى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ اَنَا اَفْدِي نَفْسِي مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدٰى نَفْسَهُ مِنْهُمْ

اور تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ صدقہ کرنیوالے کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے دشمن نے پکڑ کر اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ دیے ہوں اور قتل کرنے کے لیے قتل گاہ کی طرف لیجا رہا ہو اور وہ تھوڑا بہت مال دے

کر اپنی جان چھڑا لے

یہ کلام بھی ایسا ہے جس کا منہ سے نکلنا ہی اس کی دلیل اور خود اس کا اپنا وجود اپنی دلیل ہے ۔ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیونکہ صدقہ میں طرح طرح کی مصیبتوں کو رفع کرنے کی عجیب و غریب تاثیر ہے۔ خواہ فاسق و فاجر ظالم و کافر ہی کیوں نہ کرے۔ کیونکہ صدقہ سے خدا تعالٰے انسان سے قسم قسم کے مصائب دور کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے جسے خواص و عوام سب جانتے ہیں اور روئے زمین کے لوگوں کو اس کا اعتراف ہے۔ کیونکہ ان کی تجربہ شدہ چیز ہے۔

فضائل صدقہ و زکوۃ

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں انس بن مالک کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اِنَّ الصَّدَقَۃَ تُطْفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ

صدقہ غضب الٰہی کو مٹاتا ہے۔ بری موت سے بچاتا ہے۔

تو جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ بعینہ اسی طرح صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور گناہوں اور خطا کاریوں کو مٹا ڈالتا ہے۔

اور ترمذی میں ہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے آپ کے قریب تر ہوتا گیا۔ آپ نے فرمایا

اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ ؟

میں تمہیں مختلف قسم کی نیکیاں نہ بتلادوں؟

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَّالصَّدَقَۃُ تُطْفِیُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِیُ الْمَاءُ النَّارَ وَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ شِعَارُ الصّٰلِحِیْنَ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ	روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو تہجد پڑھنا مومنین کی علامت ہے پھر یہ آیت پڑھی تتجافی یعنی ان کے پہلو بستر سے علیحدہ ہو جاتے ہیں امید و بیم سے خدا کو پکارتے ہیں اور خدا کے دیئے سے خرچ کرتے ہیں
بعض آثار میں ہے بَاکِرُوْا بِالصَّدَقَۃِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا یَتَخَطَّی الصَّدَقَۃَ	صبح سویرے صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ کوئی بلا صدقہ سے تجاوز کر کے انسان تک نہیں آسکتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کرنیوالے کو اس شخص سے تمثیل دینا ہی صدقہ کی افضلیت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ کہ کسی کو دشمن پکڑ کر گردن ہاتھ سے باندھ کر قتل کرنے کیلئے قتل گاہ میں لیجا رہا ہو۔ تو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے۔ کیونکہ صدقہ انسان کے لئے عذاب خداوندی سے فدیہ بنجاتا ہے کیونکہ گناہ و خطا کاریاں انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہیں تو صدقہ آکر عذاب الہی سے فدیہ بن کر اسے چھڑا لیتا ہے اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا کہ

یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ	عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیور ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ میں نے

اَهْلُ النَّارِ — دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں

گویا آپ نے انہیں ایسی چیز کی ترغیب فرمائی جسے وہ آگ سے بچنے کیلئے اپنی جان کا فدیہ بنا سکیں۔

صحیحین میں عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

عنقریب ہی قیامت کے روز عزوجل تم سے کسی ترجمان کے واسطہ کے بغیر گفتگو فرمانے والے ہیں تو آدمی ہر طرف نظر دوڑائے گا۔ دائیں دیکھے گا تو اس کے عمل بائیں دیکھے گا تو اپنے عمل سامنے دیکھے گا۔ تو سامنے آگ موجود ہوگی تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے لہذا آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ آدھی کھجور دے کر۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

اَنَّهٗ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُنْجِي الْعَبْدَ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ. قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ. مَعَ الْاِيْمَانِ عَمَلٌ؟ قَالَ. اَنْ تَرْضَخَ

کہ اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کونسا عمل انسان کو دوزخ سے نجات دلا سکتا ہے؟ فرمایا خدا پر ایمان لانا میں نے کہا یا نبی اللہ صلعم ایمان کے

مِمَّا خَوَّلَكَ اللّٰهُ اَوْ تَرْضَخُ مِمَّا
رَزَقَكَ اللّٰهُ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ
فَاِنْ كَانَ فَقِيْرًا لَا يَجِدُ مَا
يَرْضَخُ؟ قَالَ يَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ قُلْتُ: اِنْ كَانَ
لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَاْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ فَلْيُعِنِ الْاَخْرَقَ
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ
كَانَ لَا يُحْسِنُ اَنْ يَصْنَعَ؟ قَالَ
فَلْيُعِنْ مَظْلُوْمًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ضَعِيْفًا
لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُعِيْنَ مَظْلُوْمًا؟
قَالَ مَا تُرِيْدُ اَنْ تَتْرُكَ فِيْ صَاحِبِكَ
مِنْ خَيْرٍ؟ لِيُمْسِكْ اَذَاهُ عَنِ
النَّاسِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَ
رَاَيْتَ اِنْ فَعَلَ هٰذَا يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ؟ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُصِيْبُ
خَصْلَةً مِنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ اِلَّا
اَخَذَتْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تُدْخِلَهُ

ساتھ ساتھ کوئی عمل بھی بتلایئے؟ فرمایا
خدا کے دیے ہوئے سے صدقہ کرنا میں نے
دریافت کیا اگر فقیر ہو اور صدقہ کی طاقت
نہ ہو تو فرمایا امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کرے میں نے پوچھا اگر اتنی طاقت بھی نہ ہو؟
تو فرمایا جاہل و بے کسب انسان کی امداد
کرے میں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اگر اتنے کی بھی طاقت نہ ہو فرمایا
تو مظلوم کی امداد کرے میں نے کہا اعانت
مظلوم کی طاقت بھی نہ ہو تو فرمانے لگے
شاید تو آج اپنے صاحب میں کچھ خیر باقی
نہیں چھوڑنا چاہتا؟ یعنی سب کچھ
پوچھ کر رہے گا۔ اسے چاہئے کہ
لوگوں کو دکھ نہ پہنچائے۔ میں نے
کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اگر یہ کام ادا کرتا ہے تو جنت میں
داخل ہو جائیگا فرمایا جو مومن مذکورہ
اعمال میں سے کوئی عمل بجا لائے۔ تو
میں خود اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں

الجنۃ۔ ذکرہ البیھقی فی شعب الایمان

داخل کر دوں گا۔ سے بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔

ذُکِرَ لِی اَنَّ الْاَعْمَالَ تَتَبَاھیٰ فَتَقُوْلُ الصَّدَقَۃُ اَنَا اَفْضَلُکُمْ

مجھے بتلایا گیا کہ اعمال باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ

سخی اور بخیل کی مثال

ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِیْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ اَوْ جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ قَدِ اضْطَرَّتْ اَیْدِیْھِمَا اِلٰی ثُدِیِّھِمَا وَتَرَاقِیْھِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ کُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بخیل و صدقہ کرنیوالے کی مثال دو آدمیوں سے دی ہے جن پر لوہے کے دو ایسے کرتے (زرہیں) ہوں جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ سینے اور ہنسلی پر جکڑ دیے ہوں تو صدقہ کرنیوالا شخص جب جوں صدقہ کرتا ہے کرتہ کھلتا جاتا ہے

؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو زرہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ سخی جب خرچ کرتا ہے تو عزوجل اسے اور دیدیتا ہے لہٰذا اس کے ہاں نعمتیں وسیع و وافر ہو جاتی ہیں حتی کہ نعمتوں کے انبار میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے لگتا ہے تو اسے بخل حرص اور اندیشہ نقصان خرچ کرنے سے بند کر دیتے ہیں۔ کیونکہ خدا بر اسے دنیا و آخرت دونوں کے بارے پختہ اعتقاد نہیں ہوتا اطمینان و تسلی نہیں ہوتی اس لئے عزوجل بھی دنیا و آخرت دونوں جگہ اس پر [illegible] تنگ کر دیتے ہیں۔

اِنبَسَطَت عَنہُ حَتّٰی تُغَشِّیَ اَنَامِلَہٗ وَتَعفُوَا اَثَرَہٗ وَجَعَلَ البَخِیلُ کُلَّمَا ھَمَّ بِصَدَقَۃٍ قَلَصَت وَلَزِمَت کُلُّ حَلقَۃٍ مَکَانَہَا قَالَ اَبُو ھُرَیرَۃَ فَاَنَا رَاَیتُ رَسُولَ اللہِ یَقُولُ بِاِصبَعِہٖ ھٰکَذَا فِی جُبَّتِہٖ فَلَو رَاَیتَہٗ یُوَسِّعُہَا وَلَا تَتَّسِعُ۔

تھی کہ مٹر یا اسے چھپا لیتا ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کرتہ سکڑ جاتا ہے اور تمام کنڈیاں اپنی اپنی جگہ پھنس جاتی ہیں اور ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے کرتہ کھولتے دیکھا کہ آپ اسے کھولتے ہیں مگر نہیں کھلتا

چونکہ بخیل احسان کرنے سے محبوس اور نیکی و خیر سے ممنوع اور بند ہوتا ہے اسے سزا بھی اسی قسم کی ہوئی کہ اس کا سینہ تنگ، کھلنے سے بند ہوتا ہے وہ بیٹھنے سے تنگ اسے انشراح صدر نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ تنگ اس کا بیٹھنا مشکل چھوٹا سانس خوشی کم فکر و غم بہت اتنا نہیں کہ اس کا کوئی بھی کام پورا ہو یا کوئی مطلوب حاصل ہو۔ تو گویا وہ اس شخص کی مانند ہے جس پر لوہے کی زرہ ہو اور اس کے دونوں ہاتھ اس طرح گردن سے لگ چکے ہوں کہ ان کا نکالنا اور ہلانا تک مشکل ہو جب بھی وہ ہاتھ نکالنا چاہے۔ یا کرتہ کو چوڑا کرنا چاہے تو تمام کنڈیاں اپنی اپنی جگہ زور سے پھنس جائیں۔ علی ہذا القیاس بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بخل اسے روک دیتا ہے لہذا اس کا دل جس طرح صدقہ سے پہلے زنداں میں تھا ویسے ہی زنداں میں محبوس رہتا ہے۔ لیکن اس کے بر عکس صدقہ کرنیوالا انسان جب صدقہ کرتا ہے تو فرح و سرور سے

اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور دل میں انشراح ہو جاتا ہے۔ تو گویا یہ کرتہ کھلنے کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا جوں جوں وہ صدقہ کرتا ہے وہ کرتہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا جاتا ہے خوشی بڑھتی جاتی ہے اور سرور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر صدقہ میں یہی ایک ہی فائدہ پایا جائے تو اس قابل ہے کہ انسان اس سے بہت بہت فائدہ اٹھالے اور لپک لپک کر اسے حاصل کرلے۔

اور عزوجل فرماتے ہیں

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تغابن ع ۲)	جو نفس کے بخل سے بچا لیا گیا۔ تو یہی لوگ ہی فلاح یاب ہیں۔

عبد الرحمٰن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو عموماً آپ کی عادت مبارک تھی کہ یہی دعا کیا کرتے

رَبِّ قِنِيْ مِنْ شُحِّ نَفْسِيْ. رَبِّ قِنِيْ مِنْ شُحِّ نَفْسِيْ	خدایا مجھے میرے نفس کے بخل سے بچائیے۔ پروردگار مجھے میرے نفس کے بخل سے محفوظ رکھئے۔

دریافت کیا گیا آپ کو اور کوئی دعا نہیں آتی؟ تو آپ نے جواب دیا

اِذَا وُقِيْتُ شُحَّ نَفْسِيْ فَقَدْ اَفْلَحْتُ	میں اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا۔ تو فلاح یاب ہو گیا۔

بخل اور شُح میں فرق

شُح اور بخل میں یہ فرق ہے کہ کسی چیز کی شدید حرص کرنا اس کی طلب میں بنانت کوشش و مبالغہ کرنا اسے حاصل کرنے میں انتہائی قوت صرف کردینا اور لوٹ مرنا شُح کہلاتا ہے۔ اور کوئی چیز حاصل ہو جانے پر خرچ نہ کرنا اس سے محبت رکھنا اور بند رکھنا بخل کہلاتا ہے تو بخیل مال حاصل ہونے سے پہلے شحیح "شح والا" ہوتا ہے اور حصول کے بعد بخیل۔ تو بخل شُح کا ثمرہ ہے اور شُح سے ہی بخل پیدا ہوتا ہے۔ جو طبیعت میں چھپی ہوتی ہے۔ لہذا جس نے بخل کیا اس نے شُح کی اطاعت کی اور جس نے بخل نہ کیا تو اس نے شح کی نافرمانی کرکے اپنے نفس کو اس کے شر سے بچا لیا۔ اور یہی شخص فیضیاب ہے عزوجل کا ارشاد ہے

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (التغابن ع ۲) | جو لوگ نفس کی بخیلی سے بچا لیے گئے تو وہ فلاح پائیں گے

فضیلت سخاوت وقباحت بخل

اور سخی خدا تعالیٰ کا مقرب۔ لوگوں سے قریب اپنے اہل کے قریب اور جنت کے بھی قریب مگر دوزخ سے بعید ہوتا ہے لیکن بخیل خدا سے بھی دور خلقت سے بھی دور اور بہشت سے بھی دور مگر دوزخ کے قریب ہوتا ہے تو سخاوت انسان کو دشمنوں میں بھی محبوب کردیتی ہے۔ مگر بخل اپنی اولاد میں بھی مبغوض بنادیتا ہے

وَيُظْهِرُ عَيْبَ الْمَرْءِ فِي النَّاسِ بُخْلُهُ | بخل انسان کے عیوب لوگوں میں فاش کرتا ہے

وَيَسْتُرُهُ عَنْهُمْ جَمِيعاً سَخَاؤُهُ
تَغَطَّ بِأَثْوَابِ السَّخَاءِ فَإِنَّنِي
أَرَى كُلَّ عَيْبٍ فَالسَّخَاءُ غِطَاؤُهُ

اور سخاوت تمام عیبوں پر پردہ ڈالتی ہے
سخاوت کا لباس زیب تن کیجیے
کیونکہ سخی تمام عیبوں کی غطا (چادر) ہے

وَقَارِنْ إِذَا قَارَنْتَ حُرّاً فَإِنَّمَا
يَزِينُ وَيُزْرِي بِالْفَتَى قُرَنَاؤُهُ

جب دوستی لگائیں تو کسی بہتر و شریف آدمی سے لگائیے۔
کیونکہ انسان کو بنانے یا بگاڑنے میں عمدہ یا دوستوں کا ہی ہاتھ ہوا کرتا ہے

وَأَقْلِلْ إِذَا مَا اسْتَطَعْتَ قَوْلاً فَإِنَّهُ
إِذَا قَلَّ قَوْلُ الْمَرْءِ قَلَّ خَطَاؤُهُ
إِذَا قَلَّ مَالُ الْمَرْءِ قَلَّ صَدِيقُهُ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِ أَرْضُهُ وَسَمَاؤُهُ

بولیں تو حتی المقدور کم بولیے کیونکہ
جب کم باتیں کریں تو اغلاط بھی کم ہوں گی جب
مال گھٹ جائے تو دوست بھی گھٹ جاتے ہیں
اور اتنی وسعت کے باوجود اس زمین و آسمان تنگ ہو جاتے ہیں

وَأَصْبَحَ لَا يَدْرِي وَإِنْ كَانَ حَازِماً
أَقُدَّامُهُ خَيْرٌ لَهُ أَمْ وَرَاؤُهُ؟

اور تمام چالاکیوں اور عقلمندیوں کے باوجود حواس باختہ ہو جاتا ہے
کہ آگے بھلائی ہے یا پیچھے

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْتَرْ صَدِيقاً لِنَفْسِهِ
فَنَادِ بِهِ فِي النَّاسِ هَذَا جَزَاؤُهُ

جب انسان اپنے لیے کوئی بہترین دوست کا انتخاب نہ کرے
تو ایسے شخص کے متعلق اعلان کر دیجیے کہ اس کی یہی جزا ہے

حدِ سخاوت

اور سخاوت کی حد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ضرورت کی چیز کو خرچ کیا جائے تو جتنی المقدور وہ چیز مستحق تک پہنچا دی جائے۔ وہ حد نہیں جو کسی کم علم نے بتائی ہے کہ

حَدُّ الْجُوْدِ بَذْلُ الْمَوْجُوْدِ | سخاوت کی حد یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہو خرچ کر ڈالے۔

اگر یہی حد صحیح ہوتی جو قائل نے بتلائی ہے تو اسراف کا نام ہی اڑ جاتا۔ حالانکہ قرآن حکیم میں دونوں کی ممانعت آئی ہے اور حدیث شریف نے دونوں سے منع فرمایا ہے۔

جب سخاوت قابل ستائش ٹھہری۔ تو جو حد سخاوت پر ٹھہر جائے سخی کہا جائیگا۔ اور قابل تعریف ہوگا۔ اور جو اس سے قاصر ہے بخیل کہلائے گا اور مذمت کا مستحق ہوگا۔ ایک اثر میں بھی آیا ہے۔ کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَقْسَمَ بِعِزَّتِہٖ اَنْ لَّا یُجَاوِرَہٗ بَخِیْلٌ | عزوجل نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ بخیل کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیگا۔

سخاوت کی دو قسمیں

اور سخاوت دو قسم ہے۔ اول غیروں کے مال کی حرص نہ کرنا۔ دوم اپنے پاس کچھ ہو تو اسے خرچ کرنے سے نہ جھجکنا۔ مگر پہلی قسم دوسری سے اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ کبھی انسان بڑا سخی ہوتا ہے حالانکہ کسی کو دیتا کچھ نہیں تو اسے اس لئے سخی کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے مال سے بے پرواہ اور بے طمع ہوتا ہے یہی مطلب بعض سلف کے اس قول کا ہے کہ

اَلسَّخَاءُ اَنْ تَكُوْنَ بِمَالِكَ مُتَبَرِّعًا وَعَنْ مَالِ غَيْرِكَ مُتَوَرِّعًا

سخا یہ ہے کہ اپنا کچھ دے کر رضاو خدلے اور غیروں کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اور کنارہ کش رہے۔

ابراہیمؑ کے خلیل اللہ بننے کی وجہ

ہیں (حافظ ابن قیم ؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ کو خود یہ کہتے سنا ہے کہ خدا تعالٰے نے ابراہیمؑ کی طرف وحی فرمائی)۔

اَتَدْرِیْ لِمَ اتَّخَذْتُکَ خَلِیْلًا؟ قَالَ لَا قَالَ لِاَنِّیْ رَاَیْتُ الْعَطَاءَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنَ الْاَخْذِ

آپ جانتے ہیں میں نے آپ کو اپنا کس لئے خلیل بنایا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں عزوجل نے فرمایا اس لئے کہ آپ لینے کی بجائے دینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور یہ صفات خداوندی جل جلالہ میں سے ایک صفت ہے۔ کیونکہ وہ دیتا ہے لیتا نہیں کھلاتا ہے کھاتا نہیں اور وہ تمام سخیوں سے بڑا سخی تمام کریموں سے بڑا کریم ہے تمام لوگوں سے وہی اسے زیادہ محبوب ہے جو اپنے کو صفات الٰہیہ کے مقتضیات سے متصف کر لے جو اپنے اندر خدا تعالٰی کی صفات حسنہ پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ کریم لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ عالم ہے عالموں سے محبت کرتا ہے۔ قادر ہے بہادروں کو پسند فرماتا ہے۔ جمیل و خوبصورت ہے۔ جمال کو پسند رکھتا ہے

ترمذی ؒ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمیں محمد بن بشار ؒ نے

انہیں ابوعامر نے حدیث سنائی کہ ہمیں خالد بن الیاس نے صالح بن حسان سے یہ خبر دی کہ میں نے سعید بن مسیب کو یہ کہتے سنا کہ

اِنَّ اللهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ۔

اللہ تعالےٰ طیب ہے طیب لوگوں سے محبت رکھتا ہے نظیف ہے۔ نظافت پسند ہے۔ کریم ہے۔ کرم کو پسند رکھتا ہے۔ سخی ہے سخاوت پسند ہے اپنے گھروں کو ستھرا رکھا کرو۔ اور یہودیوں سے مت مشابہت کرو۔

صالح بن حسان فرماتے ہیں میں نے مہاجر بن مسمار کو یہ حدیث سنائی۔ تو فرمانے لگے مجھے عامر بن سعدؓ نے اپنے والد کے واسطے سے حدیث سنائی اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ حدیث جیسی حدیث سنائی مگر اس میں یہ الفاظ ہیں۔ فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ اپنے صحنوں کو صاف رکھو یہ حدیث غریب ہے۔ خالد بن الیاس کو ضعیف کہا گیا ہے۔

ایضاً ترمذی کتاب البر میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن بن عرفہ نے سعید بن محمد وراق نے بواسطہ یحییٰ بن سعیدؒ الاعرج ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ۔ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ

سخی خدا کے قریب جنت کے قریب لوگوں کے قریب اور آگ سے دور ہوتا ہے اور بخیل خدا سے دور جنت سے دور لوگوں سے دور۔ اور

النَّاسِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ۔	دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالے کو جاہل سخی عابد بخیل سے محبوب تر ہوتا ہے۔
صحیح حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ	خدا تعالے وتر (اکیلا) ہے۔ اور وتر (نماز) کو پسند رکھتا ہے۔

اتصاف باوصاف اللہ کی تاکید

اور خدائے سبحانہ وتعالےٰ رحیم ہیں رحمت کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور اپنے مہربان و رحمت کنندہ بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ ستیر یعنی خود پردہ ڈالنے والے ہیں۔ اور لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے کو پسند فرماتے ہیں عفوّ یعنی صاحب عفو ہیں معاف کرنے والے سے محبت رکھتے ہیں غفور ہیں بخشنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں لطیف یعنی نرمی والے ہیں نرم دل انسان کو پسند فرماتے ہیں اور بدخلق و بدکلام اور تکبر سے پھولے پھو لنے اور بھوکے فرعون سے بغض و نفرت رکھتے ہیں خود رفیق ہیں رفق و نرمی کو پسند فرماتے ہیں حلیم ہیں حلیم الطبیعت کو دوست رکھتے ہیں بَرّ یعنی نیکی واحسان کنندہ ہیں نیکی واحسان اور نیکوکار و محسن لوگوں کو پسند فرماتے ہیں عدل یعنی بڑے عادل ہیں عدل کرنیوالوں سے محبت رکھتے ہیں قابل المعاذیر یعنی عذر قبول کرنیوالے ہیں۔ لوگوں کے

عذر قبول کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ غرضیکہ انسان میں جیسی بھی بذکورہ بالا وجودی و عدمی صفات موجود ہوں ویسی ہی اسے جزا دیتے ہیں لہذا جو شخص لوگوں کو معاف کرے عزوجل اسے معاف کر دیں گے۔ جو بخش دے اسے بخش دینگے جو درگذر کرے اس سے درگذر کریں گے۔ اور جو شخص اپنے حق کے لئے جھگڑا کرے تو وہ اپنے حق کے لئے جھگڑیں گے۔ کوئی اس کے بندوں سے نرمی کرے اس سے محبت کریں گے۔ جو رحم کرے۔ اس پر رحم کریں گے جو لوگوں سے سلوک و احسان کرے اس سے سلوک و احسان کریں گے جو ان پر سخاوت کرے اس پر سخاوت کریں گے۔ جو لوگوں کو نفع دے اسے نفع دیں گے۔ جو لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے اس کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے جو معاف کرے اس سے درگذر کریں گے۔ جو لوگوں کے عیب ٹٹولے۔ اس کا بھانڈا پھوڑ دینگے۔ جو ان کو رسوا و خراب کرے اسے رسوا کریں گے۔ جو لوگوں سے خیر و بھلائی بند کرے اس سے خیر و بھلائی روک لیں گے جو خود خدا تعالے کی مخالفت کرے۔ عزوجل اس کی مخالفت کریں گے اور جو خدا تعالے سے مکر کرے عزوجل اس سے کریں گے جو خدا کو دھوکا دے۔ عزوجل اسے دیں گے۔ تو خدا تعالے اور اس کی مخلوق سے اچھا یا برا جیسا بھی معاملہ کریگا۔ ویسا ہی عزوجل اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں معاملہ کریں گے اچھا کرے تو اچھا معاملہ کریگا۔ برا کرے تو برا کرے گا۔ جو لوگ دیں گے وہی پاویں گے غرضیکہ عزوجل انسان سے اسی طرح پیش آئے گا جیسا وہ اس کی مخلوق سے پیش آئے گا۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی حِسَابَهٗ وَمَنْ اَقَالَ نَادِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَثْرَتَهٗ وَمَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ ظِلِّ عَرْشِهٖ [1]	جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے عزوجل دنیا و آخرت میں اسکے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے جو کسی مومن کو کسی دنیوی مصیبت سے بچائیگا عزوجل اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ جو تنگدست پر آسانی کریگا عزوجل اس کے حساب میں آسانی کرینگے اور جو نادم کی ندامت دور کریگا تو خدا اس کی لغزشات رفع کریگا اور جو تنگدست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ تو عزوجل اسے اپنے

عرش کے سایہ میں جگہ دیگا۔

تنگدست کو مہلت دینے یا معاف کرنے والے کو عزوجل عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ دیگا کہ اس نے اس پر مہلت و صبر کا سایہ کر دیا۔ مطالبہ کی حرارت اور عجز و تنگی سے ادا کرنے کی گرمی و دھوپ سے بچایا ہے۔ لہٰذا خدا تعالےٰ بھی اسے سورج کی گرمی و حرارت سے بچا کر اپنے عرش

[1] رہے مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ سے لفظ الآخرۃ تک روایت کی ہے آگے یہ الفاظ بڑھائے ہیں وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ یعنی جبتک انسان اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ عزوجل اس کی امداد کرتے ہیں امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے ۱۲

کے سایہ میں جگہ دیں گے۔

اسی طرح ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و سلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا۔

یَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِہٖ وَ لَمْ یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِہِمْ فَاِنَّہٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ یَتَّبِعُ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ بَیْتِہٖ[1]

اے وہ جماعت جو زبان سے ایمان لائے ہیں مگر ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا دو اور نہ ان کے پیچھے پڑو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیگا تو عزوجل اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیں گے اور جس کے عیبوں کے پیچھے خدا تعلے لگ گیا تو وہ گھر میں ہی کیوں نہ گمسار ہے عزوجل اس کے عیوب ظاہر کر کے رسوا کر دے گا۔

لہذا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ آپ خواہ کوئی صورت اختیار کر لیجئے۔ جیسا خدا تعالے اور اس کی مخلوق سے معاملہ رکھیں گے ویسا ہی خدا تعالے آپ سے معاملہ رکھے گا۔ اور جو حالت آپ بدلیں گے وہ بھی بدل دے گا۔

---

[1] بروایت عبد اللہ بن عمر مگر اس میں مَنْ آمَنَ الخ کی بجائے یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ یعنی اے وہ جماعت جو زبان سے اسلام لائی ہے مگر ان کے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا۔ اور پیغمبر کی بجائے وَلَوْ فِیْ رَحْلِہٖ یعنی خواہ اپنے مقام میں ہو کے الفاظ ہیں ۱۲۔

دیکھئے! اہل نفاق نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا۔ مگر دل میں کفر چھپا رکھا تو عزوجل بھی قیامت کو ان سے ویسا ہی معاملہ کریں گے۔ کہ پلصراط پر ایک نور ظاہر کرینگے جس سے منافقین یہ سمجھیں گے کہ پلصراط کو عبور کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر عزوجل یہ بات ان سے مخفی رکھیں گے کہ آگے چل کر بجھ جائیگا اور وہ عبور نہیں کر سکیں گے۔ غرضیکہ جیسا ان کا عمل تھا اسی جنس اور اسی قسم کا انہیں بدلہ دیا گیا۔

علیٰ ہذا القیاس جو شخص خدا تعالے کے دیے ہوئے علم کے خلاف عمل کرے یا مسئلہ بتائے تو عزوجل بھی دنیا و آخرت میں اس پر فلاح و کامیابی کے اسباب ظاہر کریں گے۔ مگر ان کی تہ میں اس کے خلاف نتیجہ کو مخفی رکھیں گے۔ ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے[۱] کہ

مَنْ رَاءٰی رَاءَی اللّٰہُ بِہٖ وَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ۔[۱]	جو دکھاوا کرے خدا اس سے دکھاوا کریگا اور جو سناوا کرے خدا اس سے سناوا کرے گا۔

بہر صورت اس لمبی چوڑی بحث سے مقصود یہ ہے۔ کہ صدقہ کرنیوالے سخی و کریم النفس کو عزوجل وہ وہ انعامات عنایت کرتا ہے جو بخیل و ممسک اور کنجوس آدمی کو کبھی نہیں دیتا۔ اور سخی پر یہ طرح طرح کی وسعتیں ہی وسعتیں کر دیتا ہے مثلاً وسعت قلب وسعت خلق۔ وسعت رزق۔ وسعت الصدر اور وسعت معیشت بلکہ وسعت دل سے تا کہ جس طرح سخی نے وسعت قلبی سے کام لیا تھا ویسا ہی

---

[۱] بخاری و مسلم و ترمذی عن جندب بن عبداللہ بن ... [illegible] من یرائی یرائی اللہ بہ و من یسمع ... [illegible]

حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُکُمْ اَنْ تَذْکُرُوا اللہ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی اللہ عنہ کی مذکورہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ

وَاٰمُرُکُمْ اَنْ تَذْکُرُوا اللہَ تَعَالٰی | میں تمہیں ذکر الٰہی کا حکم دیتا ہوں۔

ذکر کی مثال

کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے جلدی سے دشمن چڑھ دوڑے اور وہ بھاگتے بھاگتے جلدی سے کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بچا لے۔ بالکل بعینہ اسی طرح انسان اپنے کو شیطان لعین سے صرف ذکر الٰہی کے ذریعے ہی بچا سکتا ہے۔ لہذا اگر ذکر میں صرف اسی ایک فائدہ کے سوا کوئی دیگر فائدہ موجود نہ ہو تو بھی انسان کا فرض ہے کہ ذکر الٰہی سے کسی دم بھی اس کی زبان سُست نہ ہونے پائے اور ذکر الٰہی کے لئے ہر دم بیتاب رہے کیونکہ ذکر الٰہی کے باعث ہی وہ اپنی جان دشمن سے بچا سکتا ہے اور ذکر سے غفلت کے موقعہ پر ہی دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہر دم اسی گھات میں رہتا ہے کہ انسان کب ذکر سے غافل ہو کہ میں اس پر چڑھ دوڑوں۔ لہذا جونہی انسان ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے۔ دشمن کود کر اسے جا دبوچتا ہے۔ اور چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے ذکر میں منہمک ہو جاتا ہے۔ تو دشمن خدا ہٹ

کر بالکل چڑیا اور مکھی کی طرح حقیر و ذلیل بن کر دور جا بیٹھتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام الوسواس الخناس رکھا گیا ہے یعنی دل میں وسواس ڈالتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو خنس کرتا ہے یعنی منقبض ہوتا اور رک جاتا ہے ابن عباس فرماتے ہیں۔

فضائلِ ذکر

مسند احمد میں عبد العزیز بن ابی سلمہ ماجشون سے روایت ہے وہ زیاد بن ابی زیاد غلام عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کو معاذ بن جبل سے یہ خبر پہنچی انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا قَطُّ اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ	ذکر الٰہی سے زیادہ انسان کے لئے کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دہندہ نہیں

اور معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی	میں تمہیں تمام عملوں سے بہتر خدا کے نزدیک زیادہ پسند تمہارے درجات کی رفعت کے بہت بڑے سبب سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور دشمنوں سے لڑکر مرنے اور مارنے سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ [1]	کہا۔ ہاں یا رسول اللہ! بتلایئے فرمایا خدا تعالےٰ کا ذکر کرنا

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف کے راستے سفر کر رہے تھے چلتے چلتے جمدان پہاڑ سے گذرے تو فرمانے لگے یہ جمدان آگیا اور فرمایا۔

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِیْلَ: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذَّاکِرَاتِ	مفردون سبقت لے گئے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں۔ فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنیوالے مرد و عورتیں

اور سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ قَوْمٍ یَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَایَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْہِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِیْفَۃِ حِمَارٍ وَکَانَ عَلَیْہِمْ حَسْرَۃً	جس مجلس میں خدا تعالےٰ کا ذکر نہ کیا جائے اس سے جب لوگ اٹھتے ہیں تو وہ ایسے ہوتے ہیں جیسے گدھے کے مردار سے اٹھے ہیں۔ اور وہ ذکر سے خالی ساعت ان پر حسرت کا باعث رہیگی۔

[1] منذری نے باسناد جید کہا ہے مگر اس میں انقطاع ہے امام احمد نے اسے بسند حسن روایت فرمایا ہے ابن ابی الدنیا ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح الاسناد بتایا ہے اور بیہقی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ

اہل مجلس جس مجلس میں نہ خدا تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی پیغمبر خدا صلعم پر درود بھیجیں تو وہ ان کے لئے نقص وحسرت کا موجب ہوگی۔ عزوجل چاہے تو بخشدے یا عذاب کرے

اور صحیح مسلم میں اغر ابی مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ ابوہریرہؓ و ابوسعیدؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شہادت دی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

ذکر الٰہی کے لئے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں رحمت الٰہی کا سایہ ہو جاتا ہے اور عزوجل اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

اور ترمذی میں عبداللہؓ بن بشر سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و نیکی کی بے شمار امور ہیں اب مگر میں تمام کو ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کوئی مختصر سی بات بتلائیے کہ میں بھول نہ جاؤں۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اسلام کے سنن و فرائض تو بے شمار ادا کئے۔ مگر چونکہ عمر زیادہ ہوگئی۔ اس لئے

(حاشیہ ص ۱۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

کوئی ایسی شے بتلائیے جس پر خوب جم جاؤں۔ اور مرتے دم تک اسے قابو رکھوں۔ آپ نے فرمایا۔

لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

تجھے ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنا چاہیئے۔

نیز ترمذی میں ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ

اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ؟ قَالَ: اَلذّٰكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَوْضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یَتَكَسَّرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذّٰكِرُ لِلّٰهِ تَعَالٰی اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً

کونسا شخص خدا کے نزدیک قیامت کو افضل و اعلے اور بلند مرتبہ ہوگا؟ فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنیوالے لوگ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غازی فی سبیل اللہ سے بھی فرمایا گو وہ تلوار لیکر کفار و مشرکین سے لڑتے لڑتے ٹکڑے ہو کر خون سے کیوں نہ رنگ جائے خدا تعالے کا ذکر کرنیوالا شخص اس سے کئی درجے بہتر ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۱۵) لہ یہ روایت ترمذی باب ما جاء فی فضل الذکر میں موجود ہے مگر قد انا قد کبرت (یعنی میری عمر زیادہ ہو چکی ہے) کا لفظ موجود نہیں شاید قلمی نسخوں میں ہو ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) امام ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور بیہقی نے مختصر روایت کیا ہے ۱۲

اور صحیح بخاری میں ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

خدا کا ذکر کرنیوالے اور نہ کرنیوالے کی مثال زندہ اور مردہ کی مثال سمجھیے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزوجل فرماتے ہیں

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً

میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے میں علم کے لحاظ سے اس کے پاس رہتا ہوں اگر مجھے دل میں یاد کرے تو میں دل میں اسے یاد کرتا ہوں۔ مجلس میں یاد کیے تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ میری طرف بالشت بھر آئے تو میں ہاتھ برابر آتا ہوں ہاتھ بھر آئے تو میں دو ہاتھ برابر قریب آتا ہوں چل کر آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔

اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا

جنت کے باغوں سے گذرو تو وہاں سے

قِيلَ يَا رَسُولَ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ	کچھ کھایا کرو۔ صحابہ نے پوچھا جنت کے باغ کونسے؟ فرمایا ذکر الٰہی کے حلقے

ایضاً ترمذی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مروی ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا

إِنَّ عَبْدِي كُلَّ عَبْدِيَ الَّذِي يَذْكُرُنِي وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ	وہ بندہ میرا پورا غلام ہے جو مرتے دم تک مجھے یاد رکھتا ہے۔

یہ حدیث ذاکر و مجاہد کے باہمی فرق فضیلت کے متعلق ایک فصل الخطاب ہے کہ ذاکر مجاہد ذاکر غیر مجاہد و مجاہد غافل دونوں سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس ذاکر غیر مجاہد مجاہد غافل سے افضل ہے لہٰذا ذاکروں میں سے وہ ذاکر افضل ہے جو محض تسبیح بردار نہ رہے بلکہ مجاہد بھی ہو اور مجاہدوں میں سے وہ مجاہد افضل ہے جو صرف مجاہد ہی نہ بنا پھرے۔ ذکر الٰہی کا بھی خاص خیال رکھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۱۰ انفال۔ ع ۶	ایماندار و جب کفار سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرو تاکہ تم فلاحیاب ہو سکو۔

دیکھیے! اس آیت میں ذکر کثیر اور جہاد دونوں کو معاً بیان فرمایا ہے تاکہ فلاح و کامیابی کی امید رہے۔ پھر ذکر کثیر کے متعلق کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ	مومنو! خدا کو بہت بہت

ذِكْرًا كَثِيْرًا (احزاب ۳۳ ع ۶)	یاد کیا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے
وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ (احزاب ۳۳ ع ۵) — کثرت سے خدا کا ذکر کرنیوالے مرد اور عورتیں

ایک جگہ یوں فرمایا
فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ ۲ ع ۲۵) — جب احکام حج ادا کر لو۔ تو خدا کا اس طرح ذکر کرو جسطرح اپنے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

دیکھئے! مذکورہ آیات میں شدت و کثرت سے ذکر الٰہی کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ انسان ذکر الٰہی کا سخت محتاج ہے اور ایک لحظہ بھی وہ اس بات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان کا جو لحظہ بھی ذکر الٰہی سے خالی نہ رہے گا۔ فائدہ مند نہیں۔ نقصان دہ ہوگا اور خدا تعالےٰ کے ذکر سے غافل رہنے کا جو فائدہ ہوا۔ اس سے کئی گنا زیادہ خسارہ ہوگا۔

کسی عارف کا قول ہے کہ انسان ہزارہا سال خدا تعالےٰ کا ذکر کرتے کرتے صرف ایک لحظہ ذکر کرنے سے رک جائے تو سمجھ لیجئے کہ اتنا حاصل نہیں ہوا۔ جتنا رہ گیا۔

اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ ذکر فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ اٰدَمَ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا اِلَّا تَحَسَّرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	انسان پر جو ساعت ذکر الٰہی سے خالی گذری وہی قیامت کو حسرت کا موجب ہوگی۔

اور معاذ بن جبلؓ سے مرفوعاً مذکور ہے، کہ

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهَا	اہل جنت کو اس ساعت کے سوا کسی چیز کا افسوس نہیں ہوگا جو ذکر الٰہی سے خالی گذر گئی۔

اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كَلَامُ ابْنِ اٰدَمَ كُلُّهٗ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ	امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور ذکر الٰہی کے علاوہ انسان کا ہر کلام اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔ اور

اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ

اَىُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ	کونسا عمل خدا تعالے کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا، مرتے دم تک ذکر الٰہی میں انسان کا رطب اللسان رہنا عزوجل کو زیادہ محبوب ہے

زنگ دل اور اس کی صیقل

ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے

لِکُلِّ شَیْءٍ جِلَاءٌ وَاِنَّ جِلَاءَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

ہر شے کیلئے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز خدا تعالےٰ کا ذکر ہے۔

بیہقی نے مرفوعاً عبد اللہ بن عمر سے حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَاِنَّ صِقَالَۃَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوْا وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ وَلَوْ اَنْ یَّضْرِبَ بِسَیْفِہٖ حَتّٰی یَنْقَطِعَ

ہر شے کے لیے صیقل ہے۔ دلوں کی صیقل ذکر آلٰہی ہے عذاب آلٰہی سے بچانے کیواسطے انسان کیلئے ذکر آلٰہی سے زیادہ کوئی چیز موجب نجات نہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ تلوار مارتے مارتے خود ہی شہید و ریزہ ریزہ کیوں نہ ہو جائے

بلاشبہ جس طرح تانبا پیتل اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا زنگ ذکر آلٰہی سے دور ہوتا ہے۔ کیونکہ ذکر آلٰہی دل کو شیشے کی مانند صاف و روشن کر دیتا ہے ذکر آلٰہی ترک کر دیا جائے تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ جب شروع کر دیا جائے تو دل کو چمکا دیتا ہے۔

دل کو دو چیزیں زنگ آلود اور دو چیزیں روشن و مصفا کرتی ہیں۔

دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے غفلت[1] اور گناہ[2] سے اور دو ہی چیزوں سے صاف و روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ استغفار[1] اور ذکر الٰہی[2] سے۔ لہٰذا جس کے اکثر اوقات ذکر الٰہی سے غفلت و سستی میں گذریں اسی قدر اس کے دل پر زنگ کے تودے جم جاتے ہیں اور تہیں بیٹھ جاتی ہیں جب دل کا آئینہ ہی زنگ آلود و سیاہ ہو گیا۔ تو اس میں صور معلومات اپنی اصل صورت پر دکھائی نہیں دے سکتے۔ اس لئے باطل اسے حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ زنگ کے تودوں نے شیشہ دل کو کالا سیاہ کر دیا ہے۔ تو اس سے حقائق اصلی صورت پر کیسے نظر آئیں؟ یہی وجہ ہے کہ جب دل پر زنگ کی تہیں جم جائیں اور کالا سیاہ ہو جائے اور ران[1] چڑھ جائے تو اس کے تمام

---

[1] ارشاد الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تطفیف ع) ابن جریر، نسائی، ترمذی، اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِيْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ مِنْهَا صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ فَلِذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے جو توبہ کرنے سے اٹھ جاتا ہے اور توبہ نہ (باقی ص ۱۲۳)

تصورات وجملہ ادراکات خراب وفاسد اور بگڑ جاتے ہیں لہٰذا اس میں قبول حق کی صلاحیت رہتی ہے۔ نہ انکار باطل کی قابلیت۔ اسی لئے نہ وہ حق کو قبول کرتا ہے اور نہ باطل کو بُرا مانتا ہے اور یہ دل پر سب سے بڑی آفت ہے۔

اور اس کا اصل منبع ہے غفلت و اتباع خواہشات جو ایک طرف نور قلب سلب کرتی ہیں تو دوسری طرف آنکھوں کی بینائی زائل کر دیتی ہیں لہٰذا غافل و مرید خواہشات دل کا بھی اندھا ہوتا ہے اور چشم بصیرت سے بھی کور ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (کہف۔ ع)	اس شخص کی ست پیروی مت کر جس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو چکا اور وہ خواہشات کا بندہ بن گیا ہے اور اس کے جملہ کام افراط و تفریط سے لبریز ہیں۔

مرشد ربانی کے اوصاف اور پیر و مرید کے فرائض

لہٰذا انسان جب کسی کو مقتدا بنانا چاہے تو پہلے یہ پوری طرح

(بقیہ ص۱۲۲) کرنے اور گناہ میں زیادہ انہماک سے زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے عزو جل نے فرمایا کہ اور کوئی وجہ نہیں ان کی اپنی بداعمالیوں سے ہی ان کے دلوں پر رین یعنی غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں حسن بصری فرماتے ہیں "رین" یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کئے جائیں حتیٰ کہ دل اندھا ہو کر مر جائے ۱۲

دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ مقتدا اہل ذکر ہے یا ذکر الٰہی سے غافل؟ اور اس پر خواہشات کی حکمرانی ہے یا وحی رحمانی کا تسلط؟ اگر خواہشات کی حکمرانی ہو تو یہ ذاکر نہیں۔ ایک غافل انسان ہے جس کا تمام کام افراط و تفریط سے مملو ہے۔ اس لیے اس سے دور رہنا چاہیئے۔ فُرُطاً کے کئی ایک معنی ہیں۔ اوّل تضیع یعنی ضروری و لابدی امر کو ضائع کر دینا جس پر انسان کی رشد و فلاح کا دارومدار ہو۔ دوئم اسراف و افراط سوئم اہلاک یعنی ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والا چہارم خلاف حق۔ مگر تمام کا معنی و مطلب قریب ہی ہے۔

غرضیکہ جس میں یہ جملہ صفات موجود ہوں اس کی اقتدا و پیروی کرنے سے عزوجل نے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنے شیخ و مقتدا اور متبوع کو غور سے دیکھ لے۔ اگر وہ اسی مذاق اور اسی جنس کا آدمی ہے تو فوراً دور ہو جائے۔ اگر اس پر ذکر الٰہی اور اتباع سنت کا غلبہ ہو۔ اس کے تمام کام افراط و تفریط سے خالی ہوں اور امور شرعیہ میں ہوشیار و چالاک چوبند ہو تو دوڑ کر اس کی رکاب تھام لے اور اس کے جملہ احکام پر خلوص دلی سے کاربند ہو جائے۔

غرضیکہ ذکر کے بیشمار فوائد ہیں اور زندہ و مردہ انسان میں صرف ذکر کا ہی فرق ہے ذکر کرتا ہے تو زندہ ورنہ مردہ ہے مسند میں مرفوع حدیث ہے کہ

خدا کا اس قدر ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگ جائیں	اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی یُقَالَ مَجْنُوْنٌ

باب اول

فوائد ذکر

ذکر الٰہی میں سَو سے زیادہ فوائد ہیں (چند حسب ذیل ہیں)

نمبر ۱۔ ذکر الٰہی شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

نمبر ۲ ذکر الٰہی خدا تعالےٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر ۳ دل کے تمام غم و فکر قلبی پریشانیوں کو دفع کرتا ہے۔

نمبر ۴ دل میں فرح و سرور انبساط اور عیش و خوشی پیدا کرتا ہے۔

نمبر ۵ دل اور بدن کو طاقت بخشتا ہے۔

نمبر ۶ دل کو روشن اور چہرے کو نورانی کرتا ہے۔

نمبر ۷۔ کشائش رزق کا موجب ہے

نمبر ۸۔ ذاکر کو رعب و ہیبت، لذت و حلاوت، اور عزو وقار کا لباس پہناتا ہے

نمبر ۹ اس سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جو اسلام کی روح۔ انبیائے ملت کا قطب اور سعادت و نجات کا مدار ہے اور عزوجل نے ہر چیز کا کوئی سبب بنا دیا ہے۔ اور محبت کا سبب و وسیلہ ذکر الٰہی کی مداومت ہے جوں جوں ذکر میں اضافہ ہوگا۔ توں توں محبت الٰہی بڑھتی جائے گی۔ لہٰذا محبت الٰہی کے طالب و خواہشمند کو تمام علائق توڑ کر ذکر الٰہی پر ٹوٹ پڑنا چاہیے

اور حد سے زیادہ شوق و رغبت اور توجہ و انہماک سے ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس طرح علم درس و مذاکرہ اور تکرار سے بڑھتا ہے اسی طرح کثرت ذکر سے محبت الٰہی بڑھتی ہے جسطرح درس و تکرار علم کا دروازہ ہے اسی طرح ذکر الٰہی محبت کا دروازہ محبت کا شارع اعظم اور صراط اقوم رسیدہ راستہ ہے

نمبر ۱ ذکر الٰہی سے محاسبہ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ذکر ذاکر کو "باب الاحسان" یعنی دروازہ احسان کے اندر داخل کر کے دم لیتا ہے۔ جہاں پہنچکر وہ خدا کی اس طرح عبادت کرتا ہے۔ گویا خدا تعالےٰ کو بچشم خود دیکھ رہا ہے۔ مگر یاد رکھیئے! جس طرح کوئی شخص دھرنا مار کر بیٹھ رہنے سے گھر تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعینہٖ اسی طرح کوئی شخص۔ ذکر الٰہی سے غافل بیٹھ کر مقام احسان تک نہیں پہنچ سکتا

نمبر ۱ ذکر الٰہی سے انابت حاصل ہوتی ہے۔ انابت کہتے ہیں رجوع الی اللہ کو۔ تو انسان جب ذکر الٰہی کی وجہ سے خدا کی طرف زیادہ رجوع کرے گا۔ اسی قدر اس کا دل۔ تمام حالات۔ تمام معاملات۔ اور تمام کاروبار میں خدا تعالیٰ کی جانب پھر یگا خدا کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور محض خدا تعالےٰ کو ہی اپنا مربی تصور کریگا حتیٰ کہ صرف ایک خدا ہی اس کا ملجا و ماویٰ خدا ہی اس کی جائے پناہ ہوگا۔ خدا ہی ہر مصیبت و پریشانی میں اس کا دستگیر ہوگا اور خدا ہی اس کا مرجع و معاد اور قبلہ و کعبہ دل ہوگا۔ اور نزول مصائب و بلیات کے وقت صرف ایک خدا ہی کو پکارنے کا

عادی، بلکہ ماہر و پختہ کار ہو جائے گا۔

نمبر ۱۲۔ ذکر الٰہی، تقرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے جس قدر ذکر الٰہی میں کوشش ہوگی اسی تناسب سے قرب زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر غفلت زیادہ ہوگی اسی قدر بعد ہوگا۔

نمبر ۱۳۔ ذکر الٰہی سے انسان پر معرفت کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جس قدر زیادہ کرتا ہے۔ اسی قدر معرفت میں بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ معرفت الٰہی کا سب سے بڑا عارف اعظم بن جاتا ہے۔

نمبر ۱۴۔ ذکر الٰہی دل میں خدا تعالےٰ کی ہیبت و عظمت اور عزت و جلال کا سکہ بٹھاتا ہے۔ کیونکہ ذاکر کے دل پر خدا تعالےٰ کا انتہائی غلبہ و استیلا چھا چکا ہوتا ہے اور وہ پوری طرح حضور قلب سے خدا کی طرف متوجہ ہوا ہوتا ہے۔ مگر ایک غافل اللہ کے انسان کی یہ حالت بالکل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے دل پر ہیبت الٰہی کا محض معمولی اور باریک سا پردہ ہوتا ہے

نمبر ۱۵۔ خدا تعالےٰ کا ذکر کرنے سے عزوجل آسمانوں میں اس کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ | تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

اور ذکر میں اگر یہی ایک صفت تذکرۂ الٰہی موجود ہو تو اس کے لئے یہی شرف و فضیلت کافی ہے چہ جائیکہ دیگر اوصاف حسنہ اس میں مرکوز ہوں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ عزوجل فرماتے ہیں۔

مَنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَكَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ	جو مجھے دل میں یاد کرے میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو کسی مجلس میں میرا ذکر کرے میں اس کا ایسی مجلس

میں تذکرہ کرتا ہوں جو ان سے بھی بہتر ہیں۔

نمبر ۱۶ ذکر الٰہی حیات قلبی کا موجب ہے۔ جوں جوں انسان ذکر الٰہی کرتا ہے اس کے دل میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ میں (ابن قیم رحمہ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے سنا۔ فرماتے دل کے لئے ذکر ایسا ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ تو بتلایئے پانی سے جدا ہونے پر مچھلی پر کیا گذرتی ہے۔؟

نمبر ۱۷ ذکر دل اور روح دونوں کی غذا ہے۔ انسان کو جب ذکر الٰہی کی خوراک نہ ملے تو وہ اس جسم کی طرح بیکار و ناکارہ ہو جاتا ہے جس کی خوراک بند کر لی جائے۔ تو وہ کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔

شیخ الاسلام کا مقولہ

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم کو) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ کر تقریباً دوپہر تک ذکر الٰہی کرتے رہے، ذکر سے فارغ ہو کر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے "یہ تو میرا ناشتہ ہے۔ اگر یہ ناشتہ نہ کھاؤں تو یقیناً میری قوت سلب ہو جائے" ایک دفعہ فرمایا بعض دفعہ میں اپنے نفس کو دم دے کر اس لئے قدرے آرام دے لیتا ہوں کہ دوبارہ پوری

مستعد ہی ہے کہ سکوں"

نمبر ۱۸- ذکر دل کا زنگ اتار دیتا ہے جیسا کہ سابقاً حدیث شریف میں بیان ہو چکا ہے۔ ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل کا زنگ غفلت وہوا اور خواہش نفسانی ہے، اور اس کی جلاء ذکر الٰہی اور توبہ واستغفار ہے

نمبر ۱۹- ذکر الٰہی تمام گناہوں اور بدیوں کو محو کر دیتا ہے۔ کیونکہ ذکر تمام نیکیوں سے اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اور نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں

نمبر ۲۰- انسان و خدا تعالیٰ کی باہمی بیگانگی و بے ربطی کو زائل کرتا ہے کیونکہ غافل انسان اور خدا تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو باہمی رابطہ و تعلقات کو استوار رکھ سکتی ہے۔

نمبر ۲۱ ذاکر خدا تعالیٰ کا جن کلمات جلالت اور تسبیحات و تحمیدات سے ذکر کرتا ہے وہی اذکار مصائب و تکلیف کے وقت اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں، کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ نے مسند احمد میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔

اِنَّ مَا تَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يُذَكِّرُنَ بِصَاحِبِهِنَّ اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ	ہیبت و جلال خداوندی سے جو تم اس کی تہلیل و تکبیر اور تحمید کرتے ہو۔ وہ جاکر عرش الٰہی کے گرد گھومنے لگ جاتی ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح آواز کرتی اور اپنے ذاکر کو یاد کرتی

اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ مَا یُذَکِّرُہٗ بِہٖ ھٰذَا الخ او کما قال	رہتی ہیں۔ کیا تمہیں پسند نہیں۔ کہ تمہیں بھی کوئی چیز عرش الٰہی کے پاس

یاد کرے۔ اور تمہارا تذکرہ کرے۔؟

نمبر ۲۲ ۔جب انسان عیش و کشادگی میں ذکر الٰہی کرنے کرتے خدا تعالیٰ سے تعارف اور راہ و رسم پیدا کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کا واقف بنجاتا ہے تو عزوجل تنگی و شدت میں اس کا واقف مددگار ہوتا ہے اور اسے جان پہچان رکھتا ہے اور ہر وقت اس کی دستگیری فرماتا ہے چنانچہ اسی مفہوم کی ایک حدیث بھی آئی ہے کہ

"خدا تعالیٰ کا مطیع و ذکر گذار بندہ جب عزوجل کو سختی و مصیبت کے وقت پکارتا ہے یا اپنی کسی حاجت کے لئے دست سوال دراز کرتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ خدایا کسی واقف و معروف شخص کا معروف سا آواز سنائی دیتا ہے۔ لیکن عزوجل سے اعراض کنندہ غافل شخص جب خدا تعالیٰ کو پکارتا اور اس کے سامنے دست سوال پھیلاتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں مولا! کسی منکر و ناواقف شخص کا غیر معروف آواز ہے۔"

نمبر ۲۳ ۔عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور مرفوعاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ

مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی الخ	آدمی کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو اس کے لئے ذکر الٰہی سے بڑھ کر عذاب

الٰہی سے نجات دہندہ ہو۔

نمبر ۲۴۔ ذکر الٰہی کے باعث ذاکر پر عزوجل کی جانب سے آرام و سکینت نازل ہوتی ہے۔ اسے رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے۔ اور اس کے گرد رحمت الٰہی کے فرشتے پرے کے پرے باندھ کر گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نمبر ۲۵۔ ذکر الٰہی زبان کو چغلی و غیبت جھوٹ و بکواس اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ آخر کلام تو کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر زبان سے ذکر الٰہی اور تبلیغ احکام نہ کہے، تو کبھی جائز بات کہے گا۔ اور کبھی ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام، فسق و فجور بیہودہ بکواسات کہے گا جس سے زبان کو محفوظ رکھنا از بس ضروری ہے اور وہ محض خدا کا ذکر اذکار کرنے سے ہی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور تجربہ و مشاہدہ دونوں اس پر شاہد ہیں۔ لہٰذا جس نے زبان کو ذکر الٰہی کا عادی بنا لیا۔ اس نے اپنی زبان کو ہر قسم کے باطل و بیہودہ لغویات اور بکواسات سے محفوظ کر لیا۔ مگر جس کی زبان ذکر الٰہی سے خشک ہو جائے تو ہر لغو و باطل اور فحش میں تر رہے گی۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) لہ اسے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور اس کی ہر دو اسناد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ نیز اسے مالک و ترمذی نے معاذ سے روایت کیا ہے۔

نمبر ۲۶ ذکر الٰہی کی مجالس فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور لغو و باطل
اور خالی از ذکر مجلسیں شیطانی مجلسیں ہوتی ہیں اب انسان کے سامنے
دونوں مجلسیں ہیں جسے بہتر تصور کرتا ہو۔ اسے خود انتخاب کر لے کیونکہ
دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں جس کے ساتھ شامل ہوگا۔ اسی کے ساتھ ہوگا

نمبر ۲۷ ذکر سے ذاکر خود بھی سعید و نیک بخت ہو جاتا ہے اور اس کا ہمنشین
اور ہم مجلس بھی نیک بخت و نیک اقبال ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الٰہی جہاں
اور جس وقت بھی ہو۔ بابرکت و قابل عزت چیز ہے۔ لیکن غافل و بیہودہ گو
اپنی لغو باتوں اور ذکر الٰہی سے غفلت کے باعث خود بھی بدبخت اور اپنے
ہم مجلس کو بھی بدبخت بنا کر رہتا ہے۔

نمبر ۲۸ ذکر کی وجہ سے انسان قیامت کے دن حسرت و افسوس سے
مامون و محفوظ رہیگا کیونکہ جو مجلس ذکر الٰہی سے خالی ہو۔ وہ مجلس
اہل مجلس پر قیامت کے روز حسرت و ہلاکت اور بربادی کا موجب ہوگی

نمبر ۲۹ خلوت میں خدا کی یاد کر کے رونے سے اس دن عرش الٰہی کا سایہ
نصیب ہوگا جس دن سخت گرمی اور حدت کی دھوپ ہوگی تمام لوگ سورج
کی گرمی اور دھوپ سے پسینہ میں شرابور ہوں گے اور ذاکر عرش الٰہی کی ٹھنڈی
چھاؤں کے نیچے نہایت عیش و آرام کے ساتھ بیٹھے ہوں گے

نمبر ۳۰ ذاکر کو ذکر الٰہی میں منہمک رہنے کی وجہ سے بارگاہ الٰہی سے
وہ وہ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ جو مانگ کر لینے والوں کو بھی حاصل
نہیں ہوتے۔ کیونکہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب سے حدیث قدسی

الخلیل علیہ السلام فقال یا محمد اقرء امتک السلام و نبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر	ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے محمد میری طرف سے اپنی امت کو سلام دینا اور کہنا جنت کی زمین بھی نہایت بہترین واعلیٰ ہے۔ اور پانی بھی میٹھا ہے اور بے نمکین ہے۔ مگر ہے وہ صاف اور چٹیل میدان۔ اور اس کے پودے

ہیں سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث غریب ہے

نیز ترمذی میں مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قال سبحان اللہ وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ (حسن صحیح بواسطہ ابی زبیر عن جابر)	جو شخص ایک دفعہ سبحان اللہ کہے اس کے لئے بہشت میں ایک کھجور لگائی جاتی ہے

۳۔ جو انعامات ذکر سے حاصل ہوتے ہیں دوسرے اعمال سے نہیں

ذکر الٰہی پر وہ فضل و انعامات مرتب ہوتے ہیں جو دیگر اعمال پر مرتب نہیں۔ چنانچہ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قال لا الہ الا اللہ وحدہ	جو شخص ہر روز سو سو بار لا الہ الا اللہ

لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ خَطِيئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علےٰ کل شئی قدیر پڑھے۔ اسے دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اور سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کردی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک وہ تمام دن شر شیطانی سے محفوظ و مصئون رہتا ہے اور اس کے اعمال سے بڑھکر کسی کا عمل افضل و اعلیٰ نہیں ہوتا الا اینکہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل کرے اور جو شخص دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے تمام گناہ خواہ وہ کف سمندر سے بڑھ کر کیوں نہ ہوں یکسر معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز صحیح مسلم میں ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ

جملہ کائنات کی بجائے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے مجھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہہ

لینا زیادہ محبوب ہے۔

ترمذی میں انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ

مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ اَوْ یُمْسِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِکَ وَمَلَآئِکَتَکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ اَعْتَقَ اللّٰہُ رُبْعَہٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ اَعْتَقَ اللّٰہُ نِصْفَہٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَھَا ثَلٰثًا اَعْتَقَ اللّٰہُ ثَلٰثَۃَ اَرْبَاعِہٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَھَا اَرْبَعًا اَعْتَقَہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ

جو شخص صبح یا شام یہ دعا مانگے، کہ خدایا میں تجھ کو تیرے عرش کے اٹھانے والوں کو تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوقات کو اس اقرار پر گواہ بناتا ہوں کہ تو خدا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں تو عزوجل اس کا ایک چوتھائی حصہ جہنم سے آزاد کر دیتا ہے دو دفعہ کہے تو نصف آزاد تین مرتبہ کہے تو تین چوتھائی ¾ اور جو چار مرتبہ کہے اسے سو فیصدی آزاد کر دیتا ہے۔

نیز ترمذی میں بروایت ثوبان مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ حِیْنَ یُمْسِیْ وَاِذَا اَصْبَحَ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ

جو شخص صبح شام یہ کہے۔ کہ میں خدا تعالےٰ کے رب ہونے پر اور اسلام

دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ	کے دین ہونے پر اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل و جان سے رضامند ہوں" تو خدا تعالیٰ

پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اسے راضی کر کے چھوڑے۔

نیز ترمذی شریف میں ہے۔

مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَّمَحَا عَنْہُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَۃٍ وَّرَفَعَ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ	جو شخص بازار داخل ہوتے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک لہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر کہے۔ تو عزو جل اس کی دس لاکھ نیکیاں درج کر لیتے ہیں۔ دس لاکھ برائیاں محو کر دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں۔

(۳۴) ذکر الٰہی سے خدا انسان کو کبھی نہیں بھولتا

ذکر الٰہی و یاد خدا پر مداومت سے انسان خدا کو کبھی نہیں بھولتا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا ہی انسان کے لئے اس کی دنیا و آخرت معاش و معاد میں انتہائی شقاوت و بدبختی کا سبب ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو بھلا دینا خود انسان کے

نفس و مصالح بھلا دینے کا موجب ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (حشر ع ۳)

ان لوگوں کی طرح مت ہو جیئے جنہوں نے خدا کو بھلا یا تو خدا نے خود ان سے ان کے نفس بھلوا دیے یہی لوگ فاسق و بدکار ہیں

اب دیکھیے! جب انسان خود اپنے نفس کو بھول جائے تو اس کے تمام مصالح و فوائد سے بے رغبت ہو جائیگا اور اسے بھول کر غیروں کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ لہٰذا اس کا خراب و برباد ہونا لابدی امر ہے اس کی مثال بعینہ باغ و زراعت اور مال مویشی وغیرہ کی سی ہے جن کی اصلاح و درستی مالک کی حفاظت و نگرانی پر موقوف ہے اگر ان کی اصلاح و درستی کو خیرباد کہکر کنارہ کشی کی جائے۔ انہیں بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے۔ اور ان کے فوائد و مصالح کو ضائع و برباد کر دے تو ان کا خراب و برباد ہو نا یقینی و لابدی امر ہے۔ ان تمام کا انتظام اس کے قائم مقام ہو کر کوئی دیگر شخص بھی سر انجام دے سکتا ہے۔ تو کیا اگر اپنے نفس کا خیال ترک دے۔ اسے بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے اس کی حفاظت و نگرانی ترک کر دے اور اس کی اصلاح سے منہ موڑ لے تو وہ خراب و برباد اور بدبخت نہیں ہوگا؟ پھر خود ہی بتلایئے کیا آپ اسے خراب و برباد کہکے محروم و نامراد ہو نا جانتے ہیں؟ یہی ایسا شخص ہے جس کے جملہ کاروبار حد سے متجاوز ہونے کی

وجہ سے مقام افراط تک پہنچ گئے۔ تمام مصالح ضائع ہوئے اور ہلاکی و بربادی۔ ناکامی و نامرادی اور ہلاکت و خسران کے اسباب و علائق نے پوری طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان تمام نقصانات سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے خدا تعالے کی دوامی یاد۔ ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی و وابستگی اور ہر وقت یاد خدا میں رطب اللسان رہنا انسان کو چاہئے۔ کہ یاد الٰہی کو اپنی زندگی و حیات کا لازمی جز نہیں بلکہ خود اسی کو حیات و زندگی تصور کرے۔ جس کے سوا انسان کو کچھ چارہ نہیں۔ اور اسے غذا کے قائم مقام سمجھے جس کے فقدان سے جسم کی تباہی و بربادی یقینی ہوتی ہے۔ ہاں شدت پیاس و تلخی کے وقت لیے آب خنک سردیوں اور گرمیوں کا لباس۔ انتہائی جاڑے اور لوؤں سے بچنے کی جھونپڑی سمجھے،

بندۂ خدا کے لئے ضروری ہے کہ ذکر الٰہی کو ان تمام چیزوں کے قائم مقام، بلکہ ان سے اعظم و اعلیٰ خیال کرے۔ کیونکہ کہاں روح و قلب کی خرابی و ہلاکت؟ اور کجا بدن کی خرابی و بربادی؟ بدن کی خرابی ہلاکت یقینی و ابدی نہیں مگر بعد از خرابی بسیار پھر بھی قابل اصلاح ہے لیکن روح و قلب کی موت کے بعد تو اس کی صلاح و فلاح کی امید بھی مفقود اور ناممکن ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور ذکر و دوام ذکر میں محض یہی ایک خاصہ جملہ فوائد سے کافی ہے کیونکہ جو خدا تعالے کو بھلا دے۔ خدا تعالے دنیا میں اس سے اس کا

اپنا نفس بھلا دیگا اور قیامت کو عذاب جہنم میں ڈال کر فراموش کر دیگا ارشاد باری ہے

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ (سورہ طٰہٰ)

جو میرے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے معیشت تنگ ہے۔ اور قیامت کو اسے ہم اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہیگا خدایا! مجھے تو نے نابینا کر کے اٹھایا۔ حالانکہ میں دنیا میں آنکھوں والا ہوتا تھا۔ عزوجل فرمائیں گے تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں۔ تو تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائیگا۔

تُنْسٰى، اَعْرَضَ اور ضَنْكًا کی تفسیر

تُنْسٰى[1] میں نسیان

نسیان در عذاب مراد ہے یعنی جسطرح تو نے میری آیات کو بھلا کر نہ یاد

[1] یعنی اس کا خیال ترک کر دیا جائیگا جیسے کوئی بھولا ہوا شخص خیال میں نہیں آتا۔ اسے بطور مشاکلت نسیان کا نام دیا گیا ہے جیسے ارشاد باری ہے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (لوگوں نے خدا کو بھلایا تو اس نے انہیں بھلا دیا) ورنہ عزوجل پر حقیقی نسیان تو بالکل محال ہے جیسا کہ اپنے پیغمبر موسے علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى (طٰہٰ رکوع) یعنی میرا رب نہ غلطی کرتا ہے۔ نہ بھولتا ہے۔ ۱۲

گیا۔ ان پر عمل کیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی عذاب میں دھکیل کر فراموش کر دیا جائیگا اور اعراض عن الذکر اس ذکر کے اعراض کو بھی شامل ہے۔ جو عز وجل نے نازل فرمایا۔ ذکر منزل من اللہ پر عمل کا مطلب یہ ہے۔ کہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب کے احکام کا خیال رکھا جائے۔ غرضیکہ عزوجل کی یاد سے اعراض اور اس کی کتاب اس کے اسماء۔ اس کی صفات اس کے اوامر اور اس کی نعمت و انعامات سے اعراض سب کا مطلب ایک ہے اور وہ ہے اعراض عن ذکر اللہ کیونکہ ان تمام چیزوں سے اعراض۔ اعراض عن کتب اللہ کے تحت اور تابع ہے

وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت شریفہ میں ذکر کا لفظ یا مصدر مضاف بجانب فاعل ہے۔ یا مضاف بافقت اسمار محضہ۔ اور اعراض عن کتاب اللہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہ اس کی تلاوت کرے نہ اس میں تدبر کرے۔ نہ اس پر عمل کرے۔ اور نہ اس کے فہم و مطالب کوشش۔ کیونکہ اس کی حیات و زندگی۔ عیش و معیشت۔ لہٰذا اس پر وبال و معیبت ہو گی اس کی گذران تنگ اور مصائب سے لبریز ہو گی اور الضنک۔ تنگی و شدت اور تکلیف و مصیبت کا نام ہے۔ یہاں معیشت کی مبالغۃً ضنک کا موصوف بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اور اس تنگ زندگی کی عذاب برزخ سے بھی تفسیر کی گئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دنیوی معیشت کو بھی شامل ہے۔ اور برزخی حالت کو بھی۔ کیونکہ برزخی حالت میں انسان دنیا و برزخ دونوں جہان کی تکلیف برداشت کرتا

ہے اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈال کر فراموش کیا جائیگا۔ مگر یاد رہے یہ بدبخت لوگوں کا حال ہے۔ لیکن اہل سعادت وفلاح کا حال اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی دنیوی زندگی بھی طیب و اعلیٰ اور برزخی بھی طیب و پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی ہوگی اور آخرت میں تو ثواب کے لحاظ سے سب سے افضل و اعلیٰ ہوں گے کوئی ان کا ہمسر نہیں ہو سکے گا۔

عزّوجل کا ارشاد ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (نحل ۱۳ ع)

جو مرد و عورت بحالت ایمان عمل صالح کرے تو اسے ہم طیب اور بہترین زندگی عنایت کریں گے۔

یہ تو ہے دنیا میں۔ رہی برزخ و آخرت تو اس کے متعلق ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل ۱۳ ع)

اور ہم انہیں ان کے عملوں سے بہتر بدلہ دیں گے۔

پھر ایک جگہ ارشاد ہے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (نحل ۶ ع)

مظلومی کے بعد جو مہاجر فی سبیل اللہ ہوئے۔ ہم انہیں اس دنیا میں بھلائی نصیب کرینگے۔ اور آخرت کا ہر بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں

(یہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

نیز فرمایا۔

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ہود ع)	خدا سے بخشش مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ دیگا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عنایت کریگا۔

(یہ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

ایک جگہ فرمایا

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (زمر ع ۲)	کہدو کہ خدا کے ایماندار بندو! اپنے رب سے ڈرو نیکی کرنے والوں کے لئے دنیا میں بھی نیکی ہے اور خدا کی زمین کشادہ ہے اور صابر لوگوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائے گا۔

(یہ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

محسنین کے لئے دو جزائیں

تو یہ چار مقام ہیں۔ جن میں حق عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل و احسان سے محسنین کو ایک نہیں دو جزائیں مرحمت فرمائیں گے ایک دنیا میں۔ دوم آخرت میں۔ اور جس طرح گناہ و برائی کی جزا معجل ضروری ہے اسی طرح نیکی و احسان کی بھی جزائے معجل ضروری ہے محسن کو احسان کے عوض محض انشراح صدر و کشادگی قلب۔ اپنے رب کے ساتھ معاملہ کرنے میں سرور و لذات۔ عزوجل

کی طاعت و فرائبرداری۔ خدا کی یاد۔ اور خدا تعالیٰ کی یاد و محبت سے روح کی خوش باشی ہی حاصل ہو جائے تو کافی ہے پھر ذکر الٰہی سے جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ اس خوشی و مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے جو بادشاہ کے کسی مقرب کو اپنے رحمدل اور مہربان بادشاہ سے حاصل ہو اسی طرح کسی بدکار شخص کو سینہ تنگی سخت دلی، تشتت قلبی، سیاہ دلی، رنج و ملال، غم و اندوہ، اور خطرہ و خوف حاصل ہو تو یہی کافی ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس میں کسی ادنے سے ادنے احساس و حیات رکھنے والے کے لئے شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ تمام رنج و ملال غم و اندوہ اور جملہ مصائب، عقوبات عاجلہ، اور دنیا میں دوزخ ہیں۔ مگر اس کے برعکس توجہ الی اللہ، انابت الی اللہ، حب للہ بغض فی اللہ اور محبت الٰہی سے دل کا بھرپور ہونا۔ ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی و عقیدت اور معرفت الٰہی سے فرح و سرور اور مسرت حاصل ہوتا یہ تمام ثواب عاجل (نقد ثواب) اور دنیا میں جنت ہے اور یہ وہ عیش و نعمت ہے جن سے شاہانہ عیش کو یقیناً ذرہ برابر بھی نسبت نہیں۔

دنیا میں جنت

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رح) فرمایا کرتے تھے "دنیا میں بھی جنت ہے۔ جو شخص دنیوی جنت میں داخل نہ ہو وہ اخروی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا"

شیخ الاسلام کا مقولہ آپ کی اسیری اور مختصر حالات

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم رح) کو فرمایا۔

دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے میرا جنت تو میرے سینے میں ہے
جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتا ہے کبھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتا۔
قید و حبس میری خلوت، قتل میرے لئے شہادت اور جلاوطنی میری
سیر و سیاحت ہے"

قلعہ کے اندر قید میں فرمایا کرتے

"اس نعمت قید و بند کے شکرانہ میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر
خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس
قدر سونا نثار کرنے کو بالکل حقیر رقم تصور کرتا ہوں" یا یوں فرمایا دشمنوں
نے مجھے قید و بند میں ڈال کر جو مجھ پر احسان کیا ہے اور جو میرے لئے خیر
و بھلائی کے اسباب مہیا کر دئے ہیں میں ان کا عوض ادا کرنے سے قاصر ہوں

ایام حبس میں سجدہ کے اندر کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے کہ

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ — خدایا! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت پر میری اعانت و دستگیری فرمایئے

ایک دفعہ مجھ سے فرمانے لگے

"محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے۔ محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے
رب سے رک جائے اور محبوس ہو جائے۔ اور اسیر وہ نہیں جو گرفتار
ہو جائے۔ بلکہ اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے۔

گرفتار ہو کر جب قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے اندر
پہنچ گئے تو قلعہ کو دیکھ کر فرمانے لگے (وہ کیا مزے کی کہی):

ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جسے ایک دروازہ ہے اس کے اندرونی جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب و مصیبت ہے	فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ (حدید۔ ع ۲)

اور خدا ہی جانتا ہے کہ آجتک مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جو بحالت قید مجھے ان سے زیادہ طیب عیش اور خوش باش گذر اوقات کرتا نظر آیا ہو حالانکہ وہ قید جیل میں از حد ضیق العیش اور تنگی سے دن بسر کر رہے تھے۔ جہاں آرام و آسائش اور نعمت و رفاہیت کا نام تک نہیں تھا۔ بلکہ ان کی اضداد کا دردورہ تھا۔ آپ جیل کے اندر ٹھونسے ہوئے تھے اور اس قدر انتہائی تہدید و بدآمیزی کا سلوک کیا جاتا تھا کہ بدن کانپ اٹھتا۔ اس کے باوجود وہ تمام لوگوں سے زیادہ طیب العیش، سب سے زیادہ منشرح الصدر، سب سے زیادہ مضبوط دل اور تمام لوگوں سے اسقدر زیادہ خوشدل نظر آتے کہ نعمت کی تازگی اور رونق کے آثار انکے چہرہ پر نمایاں دکھائی دیتے۔ علی ہذا القیاس جب خطرات و وحشت کی گھٹائیں ہم پر چھا جائیں اور چاروں طرف سے ہم خطرناک حالات میں گھر کر دل چھوڑ بیٹھتے اور طرح طرح کی بدگمانیوں کا ہمارے دل میں تانتا بندھ جاتا۔ اور اس قدر وسعت و کشادگی کے باوجود جب زمین کبھی ہم پر تنگ ہو جاتی تو جونہی ہم گھبرا کر آپ کے پاس آتے۔ آپ کو دیکھتے اور آپ کا کلام سنتے ہماری تمام دہشتیں کافور ہو جاتیں۔ تمام بدگمانیاں رفع ہو جاتیں اور بالکل

ہماری کایا پلٹ جاتی۔ تنگی کشادگی سے کمزوری طاقت سے۔ گمان یقین سے اور گھبراہٹ طمانینت سے بدل جاتی۔ قربان جاؤں مولائے کریم پر جس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ہی جنت دکھادی۔ اور دنیا ہی دار العمل میں ہی ان کے لئے بہشت کے دروازے کھول دئے۔ جہاں سے خوشبو دار ہوائیں ان کے دل و دماغ کو معطر کرتی ہیں۔ نسیم بہشتی کے جھونکے آرہے ہیں اور قسم قسم اور طرح طرح کی غذاؤں سے ان کے دل و دماغ خوش ہو رہے ہیں۔ اور طلب جنت کے لئے مشتاق اور ایک دم سے سب زور جد و جہد کر کے حصول جنت میں سبقت کر رہے ہیں۔

چار بزرگوں کے اقوال

ایک عارف بزرگ فرمایا کرتے تھے۔

(۱) اگر بادشاہوں اور شاہزادوں کو ہماری حالت کا علم ہو جائے تو وہ تلواروں سے لڑ کر بھی وہ حالت ہم سے چھیننے کے لیے تیار ہو جائیں

دوسرے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں

(۲) بیچارے دنیا کے مسکین دنیا بھی چھوڑ گئے۔ اور دنیا کی بہترین چیز کی لذت اور ذائقہ سے بہرہ اندوز بھی نہ ہو سکے۔ کسی نے دریافت کیا وہ بہترین چیز کیا ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت اور ذکر الٰہی"

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

بسا اوقات دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ دل خوشی کے مارے رقص کرنے لگ جاتا ہے"

ایک دیگر بزرگ کا قول ہے۔

"مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جس میں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اہل جنت اگر ایسی حالت میں ہوں تو یقیناً بہترین عیش و زندگی میں ہوں گے"۔

دنیا میں جنت کیسے؟

غرضیکہ خداتعالےٰ کی محبت۔ خداتعالےٰ کی معرفت ذکر الٰہی میں ہمیشہ رطب اللسان رہنا۔ خدا کا نام جپنے سے بدن کو تسکین و آرام ہونا عزوجل کی ذات اقدس سے دل مضطرب کا مطمئن ہو جانا صرف خدائے واحد سے ڈرنا صرف اسی سے امید رکھنا محض اسی سے محبت رکھنا۔ اسی پر توکل کرنا اور جملہ معاملات میں محض خدائے واحد جل شانہٗ سے اسقدر تعلق رکھنا کہ انسان کے تمام غم و فکر اور جملہ عزائم و ارادات پر صرف خدائے جل کی ذات اقدس ہی مستولی و غالب ہو یہی دنیا کی جنت ہے اور یہی وہ نعمت الٰہی ہے جس کا کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی یہی جانثاران الٰہی کی خنکی چشم اور عارفوں کی جان ہے اور یاد رکھیے! جس قدر خدا کی یاد اور تعلق الٰہی سے انسان کو سرور حاصل ہوگا۔ اسی قدر اللہ کی مخلوق اس سے محبت کریگی۔ اور جو شخص محبت الٰہی سے لطف اندوز نہ ہو۔ تو دنیوی زندگی بھی اس کے لئے دوبھر اور باعث ندامت ہو گی۔ اور اس کی تصدیق وہی شخص کر سکتا ہے جس میں قدرے احساس و حیات موجود ہو رہا مردہ دل انسان۔ تو جو اس کے پاس ہے وہ آپ کے لیے حسرت کا باعث ہوگا اس لیے حتی الامکان مردہ دل انسان سے دور رہیے

کی عادت ڈالیے کیونکہ اس کا دور رہنا ہی آپ کے لیے مفید ہو سکتا
ہے اور اس کا قرب آپ کے لئے موجب وحشت ہوگا۔ لہذا کسی
موقعہ خدانخواستہ اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑ جائے تو ظاہری
تعلق رکھیے مگر اندرونی طور پر اس سے بالکل دور رہیے۔ اور دل کا ادنیٰ
سا تعلق بھی اس سے نہیں ہونا چاہیے۔ اندرونی طور پر اس سے دور
رہنا چاہیے اور جو چیز اولیٰ تر ہے اس سے اعراض واقعی لازمی چاہیے
اور دل کے کانوں سے سن لیجیے کہ سب سے زیادہ افسوس کی بات
یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کے درمیان میں رہیں جس کی مشغولیت تعلق
باللہ کے انقطاع کا موجب ہو اپنے خالق سے رابطہ ٹوٹ جائے ضیاع
وقت، پریشانی قلب، ضعف عزیمت اور پراگندہ خیالی حاصل ہو اور
اگر خدانخواستہ ایسے شخص سے پالا پڑ ہی جائے تو کوشش کیجیے کہ اس
سے تعلق احکام الٰہی کے تحت رہے اور وہ تعلق ایسا ہو جو خوشنودی
خدا کا باعث ہو اور اس کے ساتھ صحبت رکھنا فائدہ مند تجارت
ثابت ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ راہ چلتے سفر میں کوئی شخص ملے اور
آپ کو روک کر کھڑا ہو جائے تو آپ کو اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ آپ
اس کو ساتھ لے کر چلتے جائیں۔ اگرچہ نتیجہ آپ کو کچھ تکلیف بھی برداشت
کرنی ہو گی۔ لیکن اگر اس کی نیت سفر کی نہ ہو تو اس کے پاس ٹھہر
کر قافلے کے رکنے کا باعث مت بنیے اور اس کو چھوڑ دیجیے اور چلتے بنیے
اگر وہ ضد بھی کرے اور نہ ہی سفر کی اس کی نیت ہو تو وہاں سواری مت

ٹھہر لیے۔ کیونکہ وہ رفیقِ سفر نہیں بننا چاہتا ہے۔ بلکہ وہ ڈاکو ہے خواہ کوئی ہو۔ شام ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچنے کی ٹھان کر بھاگم بھاگ، دوڑا دوڑ لپکے کہ کہیں پیچھے کہ راستے میں نہ لٹ جائیں .... [1]

(۳۵) سویا ہوا بیدار مغز ذاکر غافل تہجد گذار سے بہتر ہے

ذاکر انسان کو ہر وقت روحانی سیر کراتا ہے۔ حالانکہ کبھی وہ بستر خواب پر لیٹا ہوتا ہے کبھی کوچہ و بازار میں پھر رہا ہوتا ہے کبھی تندرست کبھی بیمار، کبھی نعمتوں میں اور کبھی لذتوں میں ہر حالت میں اسے روحانی سیر کراتا رہتا ہے حتیٰ کہ کوئی وقت اور کوئی حالت روحانی سیر سے خالی نہیں گذرتی حتیٰ کہ بستر پر سونے ہوئے غافل تہجد گذار سے کہیں آگے نکل جاتا ہے۔ صبح دیکھو تو ذاکر بستر خواب پر لیٹے لیٹے منزل طے کر چکا اور قافلہ سے آگے نکل گیا ہوتا ہے۔ لیکن غفلت سے تہجد گذارنے والا شخص بیچارہ جہاں سے چلا تھا وہیں کھڑا نظر آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرما دیتا ہے

ایک عابد کے متعلق حکایت ہے کہ وہ اپنے دوست کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرے، اور تہجد پڑھتے پڑھتے تمام رات گذاری مگر میزبان بستر پر لیٹے لیٹے صبح اٹھا۔ عابد صاحب فرمانے لگے، میاں! تیرے سوتے

[1] یہاں اصل نسخہ میں بیاض ہے۔ ۱۲

سوتے قافلہ تو دور نکل گیا، میزبان نے کہا اس کی بہادری کیا جو قافلہ کے ساتھ سفر میں تی رات گزارے، اور صبح اٹھ کر قافلہ کے ساتھ ہی چل کھڑا ہو جو الفرد تو وہ ہے جو رات بستر پر گزارے اور لیٹے لیٹے صبح کو قافلے سے بھی آگے نکل جائے۔

اس حکایت کے دو اوں محمل ہو سکتے ہیں۔ محمل صحیح بھی اور محمل باطل بھی۔ اگر یہ محمل قرار دیا جائے کہ انسان بستر پر بیٹھے لیٹے سو کر پھر اسے بھی مارتا ہے اور قائمت قائم اللیل و تہجد گزار سے بھی ثواب میں بڑھ جائے تو یہ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ اس کا محمل تو یہ ہے کہ بستر پر لیٹے لیٹے سکوں کا گناہ میں حالت ہو جائے تو اور اس کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ معلق ہو۔ اور محبت الٰہی کے ولولہ و جوش نے اس کے دل کو عرش تک اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہو اور اس کی یہ حالت ہو کہ گویا وہ قدسیوں کے مقدس جھمگٹوں میں عرش الٰہی کا طواف کرتے کرتے اس طرح رات بسر کر دیا کرتا ہو، یا وہ دنیا و مافیہا سے نکل بیخبر ہے۔ ایک مرض یا درد یا تکلیف کے عارضہ نے کسی رات وہ قیام لیل نہ کر سکے۔ یا دشمن کے تعاقب میں تہجد نہ پڑھ سکے۔ یا خود اس کے پیچھے پیچھے دشمن آرہا ہو۔ اور وہ جان کے خطرہ سے بیچارہ چھپتے چھپتے تہجد ادا نہ کر سکے، یا دیگر کسی عذر کی بنا پر اس سے قیام اللیل رہ گیا ہو۔ مگر بستر پر لیٹ کر بھی وہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کی محبت جوش و خروش کا اس قدر جذبہ رکھتا ہو جس کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ تو وہ اس شخص سے

ہزار درجہ بہتر ہے، جو رات کو تہجد گذارتے تو سیح کردے مگر اس کے دل کا لیکن ایک گوشہ ریا، غرور، تکبر، طلب جاہ اور عزت طلبی کی غلاظت و گندگی سے لبریز ہو چکا ہو یا خود کہیں اور اس کا دل کہیں ہو، تو ایسا شخص یقیناً بستر پر لیٹے لیٹے بھی اس تہجد گذار سے بے شمار مراحل آگے نکل جاتا ہے۔ کیونکہ عمل کا تعلق بدن سے نہیں۔ دل سے ہے، سب ہے تمام تر دارومدار نیت پر ہے۔ کہ اصل چیز خرچ سے پتے نہیں کیونکہ ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو خوابیدہ عزائم کے لئے ہیجان خیز ہے۔ خاموش و مخفی خواہشات کو بھڑکا دیتی ہے۔ اور مردہ جذبات طلب میں نئی روح پھونک دینے والی چیز ہے۔

ذکر الٰہی سے دل میں زندگی دنیا و آخرت اور محشر و برزخ میں نور

ذکر ہی ایسی چیز ہے جو ذاکر کے لئے دنیا میں بھی نور، قبر میں بھی نور اور آخرت کو بھی نور کا موجب ہوگا اور پلصراط پر اس کے آگے آگے چلتا جائیگا۔ اصل یہ ہے کہ دلوں میں نور اور قبروں میں روشنی پیدا کرنے کے لئے ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ	بتلایئے جو شخص جہالت کی موت مرچکا تھا۔ ہم نے اسے علم کی روح

فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا (انعام رکوع)	عنایت فرما کر زندہ کر دیا اور اسے نور مرحمت عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس

شخص کی مانند ہے جو ایسے اندھیروں میں ہے گر چکا ہو جہاں سے نکلنے کی امید بھی نہیں ہے۔

یہاں صاحب نور سے وہ مومن مراد ہے جو ایمان باللہ، خدا کی محبت، خدا کی معرفت اور ذکر الٰہی سے منور و نورانی ہو چکا ہو اور صاحب ظلمات سے وہ شخص مراد ہے جو خدا سے غافل ہو چکا ہو، خدا کی یاد اور محبت الٰہی سے بالکل منہ موڑ چکا ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ انسان کو اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو اس میں ہر قسم کی فلاح و نجات موجود اور اگر حاصل نہ ہو تو ہر شقاوت و بدبختی اس میں مرکوز ہے۔

آنحضرت صلعم کی دعائے نور

یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عز و جل سے یہ درخواست کرتے تو یہ عرض کیا کرتے کہ خدایا! میرے گوشت، پوست، خون، ہڈی، پٹھے، بال، کان، آنکھ، اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے، ہر جانب اور ہر عضو میں نور کر دے، حتیٰ کہ فرمایا کرتے کہ خدایا مجھ کو نور ہی کر دیجئے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے پروردگار سے

(حاشیہ بر صفحہ ۱۶۱)

یہ درخواست کی عزوجل آنحضرت کے ہر ہر ذرات ظاہری و باطنی میں نور ہی نور بھر دے اور تمام جہات و اطراف سے آپ کو نور میں ڈھانپ دے اور آپ کی ذات اقدس اور پورے جسم کو مجسمہ نور کر دے۔ تو خدا تعالیٰ کا دین بھی نور اس کی کتاب بھی نور اس کا رسول بھی نور اپنے بندوں کے لیے اس کا تیار کردہ گھر جنت بھی نور ہے، جو لٹ لٹ چمک رہا ہے۔ اور خدا تعالےٰ خود نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان کا نور، اور اس کا نام بھی نور اور تمام ظلمات بھی اس کے چہرہ کے نور سے قیامت کو چمک اٹھیں گے اور جگمگا اٹھیں گے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یوم طائف کی دعا میں بھی ہے کہ

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

میں تیرے غصہ و غضب کے نزول سے تیرے چہرہ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں اور جس کے باعث دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں گناہ سے ہٹنے کی اور نیکی کرنے کی توفیق تیری ہی امداد پر موقوف ہے۔

اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔ کہ تمہارے پروردگار کے ہاں

دعا شیہ ص ۱۵۳، لہ احمد و بخاری و مسلم بروایت عبد اللہ بن عباسؓ ۱۲

زرات ہے نہ دن (بلکہ) سب آسمان ذات باری کے چہرۂ اقدس کے نور سے فروزاں ہیں۔ اس اثر کے بعض الفاظ یوں بھی آئے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی (و رونق) ذات باری تعالےٰ کے چہرۂ اقدس کی نور کے باعث ہی ہے۔ اسے عثمان دارمی نے ذکر کیا۔

قرآن حکیم میں بھی باری تعالےٰ فرماتے ہیں کہ

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (زمر ع)	اور نور الٰہی سے زمین جگمگا اٹھے گی

معلوم ہوا کہ قیامت کے روز جب مخلوقات کے فیصلہ کے لئے عزوجل کی تشریف آوری ہوگی تو زمین شمس و قمر کے نور سے نہیں بلکہ نور خداوندی کی ضیا پاشی سے روشن ہوگی کیونکہ قیامت کو چاند سورج تو بے نور ہو چکے ہوں گے اور ان کی روشنی سلب ہو چکی ہوگی

رہا حجاب خداوندی تو وہ سر اسر نور ہی نور ہے

ابوموسی رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں، فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ	عزوجل سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے رزق وغیرہ کے ترازو کو وہی اونچی نیچا کرتا ہے اور اسی کی طرف رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے چڑھتے رہتے

لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِہٖ مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ تُوْقَرَا اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَھَا (نمل ع ۱)	ہیں اور وہ نور کا حجاب کیئے ہوئے ہیں اگر اسے اٹھا دے۔ تو اسکے چہرہ اقدس کے جلال و عظمت کا نور نظر پہنچنے تک تمام چیزوں کو خاکستر

کرکے رکھ دے پھر استشہاد کیا ہے آیت تلاوت فرمائی اَنْ بُوْرِکَ الخ یعنی وہ بابرکت ذات ہے جو آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ حجاب بھی خدائے قدوس کے چہرہ اقدس کے نور سے ہی ہوگا اور اگر وہ حجاب نہ ہو تو چہرہ خداوندی کے انوار تمام دنیا کو جلا کر راکھ کردیں اور نور آمیزہ گزیدہ گزیدہ نہیں بلکہ وہاں تک پہنچیں جہاں تک باری تعالیٰ وتقدس کی نظر پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ عزوجل تبارک تعالیٰ نے جب عرش سے کوہ طور پر تجلی فرمائی اور تھوڑا سا حجاب اٹھایا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین میں دھنس گیا۔ اور ایک سیکنڈ کیلئے بھی خدائے ذوالجلال و جبروت کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔

تفسیر لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ از ابن عباس رضؓ

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے جو انھوں نے ارشاد خداوندی لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں ذات خداوندی کا ادراک نہیں کرسکتیں) کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ خدائے ذوالجلال کی عظمت و جلال اور شان و شوکت

اور رعب ودبدبہ، کہ وہ تجلی فرمائے۔ تو اس کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکے تو آنکھ بیچاری کو کیا تاب و طاقت ہے کہ ذات خداوندی کا ادراک تک بھی کر سکے۔

اور یہ آپ کی باریک بینی، دقت نظری، اور بدیع فہمی کی زندہ اور بین دلیل ہے اور ہو بھی کیوں نہ؟ جبکہ ان کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دست بدعا ہوں "کہ خدایا! ابن عباسؓ کو قرآن کا بہت بڑا ماہر کر دیجیو" بالہ

غرضیکہ باری تعالیٰ قیامت کو انہی آنکھوں سے نظر آئیں گے مگر آنکھوں کے لئے ذات خداوندی کا ادراک کرنا محال بلکہ ناممکن ہے اگرچہ اس کی رویت ممکن چیز ہے۔ بہر صورت ادراک رویت سے ماورا ایک دیگر چیز ہے، دیکھئے سورج جس سے ہم عزوجل کو تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (خدا تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثالیں ہیں) مگر غور کیجئے ہم اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کی اصل حالت بلکہ اس حالت سے قریب ترین حالات تک کے ادراک سے قاصر ہیں

اسی لئے ابن عباسؓ سے جب کسی نے عزوجل کی رویت کے متعلق سوال کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ عزوجل فرماتے ہیں

لہ صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے لئے دعا فرمائی۔ اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل لیعنے خدایا۔ اسے فقاہت دینی اور علم تفسیر سکھلا دیجئے ۱۲

کہ تم نے لِلّٰہِ الْاَحَدِ تجھا ہمارا سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، تو ابن عباس رضی
کیا ہی خوب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلَسْتَ تَرَی السَّمَآءَ قَالَ بَلٰی قَالَ اَفَتُدْرِکُہَا قَالَ لَا قَالَ فَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْظَمُ وَ اَجَلُّ

تجھے آسمان نظر آتا ہے؟ کہا ہاں فرمایا اس کی حقیقت کا ادراک بھی تجھے ہوتا ہے؟ کہا نہیں فرمایا بس خدا تعالیٰ بھی اسی طرح نظر آئیگا مگر اس کی کنہ و حقیقت کا ادراک نہیں ہوگا۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر اور

خدائے ذو الجلال اپنے بندے کے نور قلب کی ایک تمثیل پیش کرتے ہیں جسے عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ

عز و جل آسمانوں اور زمین کا نور ہے .... اس کے نور کی مثال طالب کی ہے جس میں چراغ ہو جو شیشے کی قندیل میں رکھا ہو شیشہ اس قدر صاف و شفاف ہو گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت سے جو شرقی جانب ہے نہ غربی جانب

عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ (النور ۔ ع ۵)

روشن کیا جاتا ہو جس کا تیل آگ لگائے بغیر ہی چمک اٹھنے کو تیار ہو۔ وہ نور علٰی نور عزوجل جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب راہنمائی فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور عزوجل ہر شئے سے واقف ہے۔

ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اس نور کی مثال ہے جو ایک مسلم کے دل میں مرکوز ہوتا ہے۔

قلبِ مومن اور نور ایمانی

اور یہی وہ نور ہے جو عزوجل ایک مسلم کے دل میں معرفت الٰہی، محبت خداوندی، ایمان باللہ، اور ذکر الٰہی کا نور ودیعت فرماتے ہیں۔ یہی وہ نور ہے جسے عزوجل (کمال مہربانی سے) اپنے بندوں پر نازل فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں جس نور کو وہ اپنے اندر سمائے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں جڑ جمائے قائم و راسخ ہوتا ہے پھر (رفتہ رفتہ) اس کا مادہ قوت پذیر ہوتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ ان کے چہروں سے، ان کے اعضاء و جوارح سے، ان کے بدن و جسم سے (ان کے ہر ہر رگ و ریشہ سے) بلکہ ان کے لباس و پوشاک، اور ان کے محل و مکان اور مقامات رہائش تک میں سے نمایاں اور ظہور پذیر ہو

لگتا ہے۔ مگر اس کا مشاہدہ کسی ایرے غیرے کا کام نہیں۔ بلکہ اسے وہی
تلاش کر سکتا ہے۔ جو خود ان کا ہم نشین و ہم جلیس ہو۔ اگرچہ فی الواقع
وہ عوام کی نظروں میں ایک غیر معروف و گمنام ہو۔ پھر یہ بھی ذہن نشین
کر لیجئے کہ وہ نور دنیا ہی میں نہیں۔ بلکہ قیامت کو بھی ساتھ دار ہوگا۔ اور پلصراط
کو عبور کرتے وقت اہل ایمان کے پیش پیش جلتا جائیگا۔ اور جبتک وہ
عبور نہ کر لیں گے۔ ان سے جدا نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خوب یاد رکھئے کہ یہ
نور دنیا میں جسطرح اہل ایمان کے دلوں میں کم و بیش نور قوی و ضعیف
ہوگا اسی تناسب سے لوگ آخرت میں بھی اس نور کے لحاظ سے
علی حسب المراتب کم درجہ یا عالی مرتبہ ہوں گے۔ بعض کا نور آفتاب
و ماہتاب کے برابر چمک رہا ہوگا بعض کا ستاروں برابر بعض کا ٹمٹماتے
چراغ کے برابر اور بعض کو صرف پاؤں کے انگشت برابر نور ملے گا۔
جو کبھی چمک اٹھے گا تو کبھی بجھ جائیگا۔ غرضیکہ پلصراط کو عبور کرنے کے
لئے یہ نور آخرت کو اسی قدر حاصل ہوگا جتنا اس نے حسن عمل کی وجہ
سے دنیا میں حاصل کیا ہوگا۔ بلکہ وہ آدمی خود ہی مجسمہ نور ہوگا۔ لیکن بر
عکس ازیں منافق کا نور دنیا میں غیر ثابت و ناپائدار بلکہ صرف ظاہرا
ظاہر ہی ہوتا ہے۔ باطن میں تو ہوتا ہی نہیں اس لئے آخرت کو بھی اسے
ویسا ہی ناپائدار نور ملیگا۔ اور وہ بھی ظاہری طور پر۔ جو انہی بیشمار
تاریکیوں میں چلنے اور پلصراط کو عبور کرنے کے لیئے ناکافی ہی نہیں
بلکہ بالکل عدم محض اور نابید ہو جائیگا۔

نورِ ایمانی کا اصل مادہ

پھر عزوجل نے قرآن حکیم میں اس نور کی اور اس کے موقعہ و محل، اس کے حامل اور اس نور کے اصل مادہ کی مشکوٰۃ سے تمثیل دی ہے۔

عربی میں مشکوٰۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے اور یہ سینہ کی مثال ہے، پھر فرمایا کہ اس طاقچہ میں زُجاجہ ہے یعنی تمام شیشوں سے زیادہ صاف و شفاف شیشہ کی چمنی ہے جیسے بیاض و صفائی میں چمکتے ستارے سے تشبیہ دی اور یہ (مومن کے) دل کی مثال ہے۔ دل کو شیشہ سے اس لئے تشبیہ دی کہ وہ ان اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوتا ہے جو مومن کے دل میں قائم و راسخ ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ہیں صفائی، رقت، اور صلابت و مضبوطی۔ لہٰذا صفائی قلب سے وہ حق و ہدایت دیکھتا ہے اور رقت قلبی کے باعث اسے رحمت و شفقت اور نرمی و مہربانی حاصل ہوتی ہے، اور صلابت و سختی کی وجہ سے حق کی حمایت کرتا ہے۔ کفر و اہل کفر پر سختی کرتا ہے اور خدا کے دشمنوں سے سرکوب ہو کر جہاد کرتا ہے پھر خوبی یہ کہ ایک صفت کے باعث دوسری صفت نہ باطل ہوتی ہے اور نہ کمزور ہوتی ہے۔ بلکہ ایک دوسری کی معاون و معاضد ہوتی ہے۔ اور بالکل اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (کفار پر سخت اور باہم نرم) کا نمونہ بن جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ کہ آپ رحمت خداوندی سے ان کے

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ع) — لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ بے رحم و سنگ دل ہوتے تو وہ تیرے ارد گرد سے دور بھاگ جاتے۔

نیز فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (تو بہ ع) — اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے

قلب حجری و قلب آبی

پھر تاثرات قلبی یعنی دل کے اثر قبول کرنے میں عزوجل کے زمین کے اندر ودیعت کردہ قوت تاثر کے آیات و نشانات کو ملاحظہ فرمایئے زمین کا سب سے زیادہ بہترین قطعہ وہی ہوتا ہے جو تمام قطعات اراضی سے زیادہ نرم و رقیق، زیادہ صلابت دار اور سب سے زیادہ صفائی دار ہو پھر اس کے بالمقابل عین جانب نقیض بیں دو مذموم و ناپسند دل ہیں۔ ایک قلب حجری و قاسی یعنی پتھر دل جو سختی و صلابت میں بالکل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے نہ اس میں رحم و نرمی ہوتی ہے نہ احسان و سلوک نہ بھلائی و نیکی۔ اور نہ ہی اس میں صفائی ہوتی ہے جس سے وہ حق و باطل کی تمیز کر سکے یا حق دیکھ سکے وہ ایک جابر و متمرد اور سراسر جاہل دل ہوتا ہے۔ حق کا علم تک نہیں جانتا کہ حق کیا ہے۔ اور نہ ہی اس میں خلق خدا پر نرمی و مہربانی اور رحم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ غرضیکہ تمام اوصاف حمیدہ سے کورا اور بالکل خالی ہوتا ہے اس کے بالمقابل ہیں بالکل نقیض

دلمزور قلب آبی ہوتا ہے جس میں پانی کا سا وصف ہوتا ہے کہ ضعیف و کمزور نہ اس میں طاقت ہوتی ہے اور نہ قوت استمساک کہ اپنے اندر کسی چیز کو بند اور قابو و مضبوط رکھ سکے۔ وہ ہر صورت کو قبول تو کرتا جاتا ہے۔ مگر نہ اس میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ اس صورت کو ذہن میں محفوظ رکھ سکے اور نہ اتنی طاقت کہ غیر میں اثر انداز ہو سکے۔ بلکہ برعکس ازیں ہر قوی و ضعیف اور طیب و خبیث جو بھی اس میں مخلوط ہو اس میں اثر انداز ہوتا جاتا ہے اور یہ ہر ایک کا اثر قبول کئے جاتا ہے۔

مومن کی مشعل ایمانی کا تیل

پھر عز و جل نے فرمایا کہ اس زجاجہ (شفاف چمنی) میں مصباح ہے یعنی وہ نور جو اس کے فتیلہ یا بتی میں ہوتا ہے تو یہ فتیلہ اس نور کا حامل ہوا پھر اس نور کا کوئی اصل و مادہ بھی ہوتا ہے اور وہ مادہ روغن زیتون ہے۔ جو معمولی زیتون سے نہیں بلکہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے جس نے ہموار زمین میں اگلے پچھلے پہر دونوں وقت کی آفتابی شعاؤں میں پرورش پائی ہو۔ اس لئے اس کا تیل تمام تیلوں سے زیادہ مصفا اور ہر قسم کی میل کچیل اور تلچھٹ سے بالکل مبرا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی صفائی و لطافت کے باعث آگ دئے بغیر بھی چمک اٹھنے کے قابل ہوتا ہے تو یہ اس نور کا اصل و مادہ ہوا۔ جو چمنی کے اندر طاقچے میں رکھے ہوئے چراغ کا ہوتا ہے۔

بالکل بعینہ اسی طرح اس نور مشعل کا مادہ ہوتا ہے جو ایک مومن

ایماندار کے دل میں مرکوز ہوتی ہے۔ اس مادہ کا منبع و سرچشمہ دنیاوی اشجار نہیں، بلکہ وہ شجرہ وحی ہوتا ہے۔ جو کائنات عالم کی جملہ اشیاء سے زیادہ با برکت اور ہر قسم کی کجی و انحراف سے بعید تر بلکہ وہ اوسط الامور یعنی جملہ امور سے زیادہ میانہ امر سب سے زیادہ اعلیٰ ہموار اور افضل ترین ہوتا ہے۔ نہ اس میں نصرانیت کا سا انحراف و ٹیڑھا پن ہوتا ہے اور نہ ہی یہودیت کی سی کجی و انحراف بلکہ ہر امر میں اور ہر لحاظ سے دونوں نامومن و ناپسند طرفوں کے درمیان ہوتا ہے۔ تو دیکھئے! یہ ہے اس مصباح و مشعل ایمانی کا مادہ، جو مومن کے دل میں ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی غور کریجئے جب یہ تیل از حد صفائی و پاکیزگی کی وجہ سے خود چمک اٹھنے کے قابل ہو اور آگ دینے سے اور بھی زیادہ چمک اٹھے، اور ضوء ناریہ کا مادہ قوی سے قوی تر ہو جاتا ہے۔ تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نورانی اور نور علی نور ہو گا

نور فطری اور نور وحی کا امتزاج

اسی طرح مومن کا دل خود روشن و چمکدار ہوتا ہے جو اپنی فطرت سلیمہ و عقل صحیح کے باعث خود بخود حق و صداقت معلوم کر لینے کے قریب تر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے اندر اپنے نفس سے کوئی مادہ موجود نہیں ہوتا اس لئے مادۂ الوہی وحی الٰہی کا مادہ آ کر جب اس کی رگ رگ میں سرایت کر جاتا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں سما جاتا ہے اور لبستا نشست قلبی سے گھل مل جاتا ہے تو نور وحی نور طبعی و فطری کے ساتھ ملنے کے باعث سے کئی گنا ازدیاد نور کا موجب ہوتا ہے اور

نورِ فطرت کے ساتھ نورِ وحی کے اجتماع سے نُورٌ علیٰ نُورٍ ہو جاتا ہے
اس لئے وہ اس کے قریب ہوتا ہے کہ خود بخود حق و صداقت سے
بول اٹھے اور حق بیان کرنے لگ جائے۔ بصورت دیگر اس میں اثر نہ
سنے بعد ازاں اثر کو اس واقعہ کے مطابق سن پائے جس کی فطرت سلیمہ
شناہاں ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نُورٌ علیٰ نُورٍ ہوگا تو یہی نشان اس
مومن ایماندار کی ہوتی ہے کہ اپنی فطرت سلیمہ کے ذریعہ وہ حق و صداقت
کا ادراک مجملاً کر لیتا ہے۔ بعد ازاں اثر دیتا ہے تو سن پاتا ہے اسے بالتفصیل
حاصل کر لینے کے لئے دلیر و کشادہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مومن
کا ایمان وحی اور فطرت سلیمہ کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا
منبع و سرچشمہ یہی دونوں چیزیں ہیں وحی و فطرت کی شہادت عقلمند
انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس عظیم الشان آیت قرآنی اور مذکورہ کرانے
ن رمعانی سے اس کی مطابقت پر غور کرے۔ اور فکر و تدبر سے کام لے

نورِ معقول و نورِ محسوس

دیکھئے اللہ عزوجل نے یہاں ایک تو
اپنے نور کا تذکرہ فرمایا جو آسمانوں اور
زمین میں ہے۔ دوم وہ نور جو اس کے مومن وایماندار بندوں کے دل میں
ہوتا ہے۔ اور یہ دو قسم ہے۔ ایک نورِ معقول جو مشہود بالبصائر و
القلوب ہے یعنی جو عقل و فراست اور دل سے نظر آتا ہے۔ دوم
نورِ محسوس جو مشہود بالابصار اور جس کی وجہ سے عالم علوی و سفلی کا
گوشہ گوشہ روشن اور جگمگا رہا ہے۔ تو یہ دو نور ہوئے جو دونوں عظیم

الشان اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

نور اور حیات کا تلازم

پھر جس طرح دونوں میں سے کوئی ایک نور کسی موضع اور کسی مقام پر موجود نہ ہو تو اس کے فقدان کے باعث انسان وحیوان کا جینا ناممکن ہے۔ کیونکہ جاندار چیزیں روشنی دار مقام میں ہی پیدا ہوتی ہیں تاریک و بے نور مقام میں جو نور سے یکسر خالی ہو نہ تو کوئی جاندار چیز زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی عالم وجود میں آتی ہے۔ بعینہ اسی طرح جس امت میں نور وحی و نور ایمانی مفقود ہوں یا جو دل ان ہر دو نور سے خالی ہو وہ میت اور بے جان لاش کی طرح ہوتا ہے جس طرح بے نور مقام میں جاندار چیز بے جان ہوتی ہے

اور عزوجل نے قرآن حکیم میں زندگی و حیاۃ اور نور کو مقرون اور یکجا بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (انعام۔ ع۱۵)

جو شخص پہلے جہالت کی موت مر چکا تھا۔ بعد ازاں ہم نے اسے روح ایمانی سے زندہ کر دیا۔ اور اسے نور شریعت دیا جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا یہ اس شخص جیسا ہو گیا جو ظلمت کفر میں گھرا ہوا ہے۔ اور اس سے نکلنے کا نہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (سورۂ شوریٰ ع۵)	اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح کو وحی فرمایا۔ آپ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو۔ لیکن ہم نے اسے نور بنایا جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہنمائی کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ کے لفظ جَعَلْنٰهُ کی ضمیر میں اختلاف ہے بعض اس کا مرجع اَمْر کو ٹھہراتے ہیں، بعض کتاب کو، اور بعض ایمان کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع روح ہے یعنی اے پیغمبر ہم نے اس روح کو جو تیری جانب وحی فرمایا ہے۔ نور بنایا ہے تو دیکھئے! عزوجل نے اس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس سے زندگی وحیات حاصل ہوتی ہے۔ اور اسے نور ٹھہرایا، کیونکہ اس سے ضیا وروشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں باہم لازم متلازم ہیں جہاں اس روح کی وجہ سے زندگی وحیات پائی جائے گی۔ وہاں ضیا وروشنی بھی ہوگی اور جہاں ضیا وروشنی پائی جائے گی، وہاں حیات و زندگی بھی ضرور پائی جائے گی لہذا جس کا دل اس روح کو قبول نہیں کریگا وہ مردہ و بے نور ہوگا جیسا کہ کسی شخص کے بدن سے روح حیوانی خارج ہوجائے۔ تو وہ ہلاک و برباد اور فنا و معدوم ہوجاتا ہے۔

قرآن میں آگ اور پانی کی مثال

اسی لیے عزوجل نے معاد و مثالیں

ایک مائی (آبی) دوم ناری یکجا بیان فرمائی ہیں کیونکہ پانی سے زندگی وحیات اور نار سے نور وضیا اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ جیساکہ سورۂ بقر کے ابتدا میں ارشاد فرمایا

آگ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ (البقرہ - ع۲)

ان کی مثال اس جیسی ہے جو آگ جلائے جب اس کے چاروں طرف اجالا ہو جائے تو عزوجل وہ نور بجھا کر انہیں اندھیروں میں چھوڑ دے۔ اور انہیں کچھ نظر نہ آئے

یہاں ذَهَبَ اللَّهُ بِنَارِهِمْ نہیں فرمایا بلکہ بِنُورِهِمْ فرمایا۔ کیونکہ نار میں روشنی کے ساتھ ساتھ جلانے کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ عزوجل نے فائدہ مند چیز روشنی تو سلب کرلی، مگر نقصان دہ چیز احراق کو ان پر بدستور باقی رکھا۔

بعینہ یہی حال منافقین کا ہے جن کا نور ایمانی تو نفاق کی وجہ سے سلب ہو جاتا ہے۔ مگر دل میں کفر و نفاق اور شکوک وشبہات کی آگ باقی رہتی ہے۔ جو ہر وقت اندر ہی اندر سلگتی اور جوش سے ہچکولے کھاتی رہتی ہے۔ اور چونکہ اہل نفاق کے دل نفاق و شکوک کی آگ

کی گرمی وحرارت اور اس کے شعلوں کی تکلیف ومصیبت سے دنیا میں گوشت کی طرح بریاں ہو چکے ہوتے ہیں۔ لہذا آخرت میں عزوجل اس سے بھی زیادہ بھڑکتی ہوئی سخت تیز آگ میں گوشت کی طرح بریاں کریگا جس کی صفت میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ہ (ہمزہ ۔ ع)	وہ خدا کی جلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائیگی۔

یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے دنیا میں ایک لمحہ بھی نور ایمانی میں نہ گذارا۔ بلکہ نور ایمانی کی چمک دمک اور رونق ملاحظہ کر لینے کے بعد اس میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہ کیا اور اس سے یکسر علیحدہ وکنارہ کش ہوگیا۔ یہ حال بعینہ منافق کا ہوتا ہے کہ وہ اسلام وشریعت کو سمجھ لینے کے بعد انکار کر دیتا ہے۔ اقرار بھی کرتا ہے۔ تو جھٹ پٹ عنادا بلاوجہ انکار کر دیتا ہے تو گویا وہ نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیرں میں صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ یعنی بالکل بہرہ، گونگا، اور کور چشم ہوتا ہے چنانچہ عزوجل انہیں کے ہم جنس کافر دوستوں اور بھائیوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُکْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ہ (الانعام ۔ ع)	جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ بہرے گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ	کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے

جو اسے پکارتا ہے۔ آواز کے سننے کے سوا سمجھ کچھ نہیں آتا۔ وہ بہرے۔ گونگے۔ اندھے ہیں۔ اس لیے وہ سمجھتے نہیں۔	الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (بقرہ۔ ع)

کفار و منافقین کے خطاب کا فرق

روشنی و نور ہو جانے کے

بعد اس نور سے منافقین کے خروج کی حالت کو عزوجل نے اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے۔ جو آگ جلائے جب آس پاس کی تمام چیزیں عین نمایاں نظر آجائیں۔ تو آگ بجھ جائے۔ اور سارے کا سارا نور سلب ہو جائے۔ اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جائے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ منافق آدمی اہل اسلام میں بود و باش۔ اور میل جول رکھنے، ان کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے۔ قرآن حکیم سننے، اور اسلام کے اعلام اور ضوافگن مینار کے مشاہدہ و معاینہ کرنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں روشنی کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں اسی لیے عزوجل ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ لہٰذا وہ واپس نہیں لوٹ سکتے، کیونکہ وہ اسلام میں اہل اسلام کے ساتھ مخلوط رہ کر اور روشنی حاصل کر لینے کے بعد اسلام سے کنارہ کش ہو گئے۔ لہٰذا اب وہ اسلام میں واپس نہیں آسکتے۔ یہ تو تھا منافقین سے خطاب۔ اور کفار سے خطاب مذکورہ

خطاب سے ایک دیگر قسم کلب ہے۔ کفار کے متعلق ارشاد ہے فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (یعنی وہ عقل نہیں کرتے۔ کیونکہ نہ انہوں نے اسلام سیکھا نہ اس میں داخل ہوئے۔ اور نہ ہی اس کی ضیا پاشیوں سے کچھ نور حاصل کیا بلکہ برعکس ازیں کفر کے تاریک اندھیروں میں۔ بہرے گونگے اور اندھے ہو کر رہ گئے

قرآن امراض قلبی کی شفا ہے

تو اس حکیم مطلق کی دانائی پر قربان جائیے جس نے اپنے حکمت بھرے کلام کو امراض قلبی کے لئے شافی ایمان و حقائق ایمانیہ کا منادی جہات ابدی اور دوامی نعمتوں کا داعی، اور شاہراہ ہدایت کا ہادی بنا دیا۔ دیکھیں! اب کون مریض شفا کا خواہش مند ہے؟ کونسا شخص حق کا طلبگار ہے؟ اگر ہمارے کان اس خداوندی آواز کو سن کر اپنے اندر محفوظ کر لیں تو ہم جانیں گے کہاں کانوں نے منادیٔ ایمان کی آواز پر لبیک کہی۔ اسی طرح اگر ہمارے کفر و نفاق سے بیمار شدہ دل، تعلیمات قرآن کو اپنے اندر جگہ دیدیں تو پائیں۔ کہاں قرآن حکیم کے مواعظ حسنہ و سرچشمہ ہدایت سے فیض یاب و صحتیاب ہوئے؟ مگر کجا قرآنی تعلیم اور کجا ہمارے بیمار دل؟ ہمارے دلوں پر تو شکوک و شبہات اور شہوات و خواہشات کی تیز و تند اور سخت اندھیریاں آئیں اور ان کی جگمگاتی ہوئی ضیا پاش مشعلوں کو گل کر گئیں غفلت و جہالت کا دور دورہ ہوا اور انہوں نے رشد و ہدایت کے تمام

دروازوں کو تالے لگا کر چابیاں دریا برد کر دیں اور ان کی عملی گندگیوں نے ان پر بے ایمانی و سستی کے زنگار کی تہیں چڑھا دیں تو خدائی کلام بھی ان میں نفوذ نہیں کر سکتا۔ اور موثر و کارگر نہیں ہو سکتا علیٰ ہذا القیاس گمراہ کن خواہشات اور باطل پرستی کی شراب نے انہیں مست و مدہوش کر دیا اس لئے ملامت اور طعن و تشنیع بھی ان کے حق میں بیکار ہے ان کو نیزہ و سنان سے بھی زیادہ اثر والے وعظ سنائے گئے۔ مگر چونکہ وہ غفلت و جہالت کے تلاطم خیز سمندر میں غرق ہو چکے تھے۔ اور شہوت و خواہشات کے اسیر دام۔ لہٰذا ایک مردہ لاش کو زخمی کرنے سے اسے کیا تکلیف ہو گی؟ کچھ بھی نہیں لے

پانی کی مثال

دوسری مثال (مائی آبی) ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (بقرع ۲)

یا آسمان سے برسنے والی بارش کی مثال جس میں اندھیرے کڑک اور بجلی ہے موت کے ڈر سے کڑک کے باعث وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں حالانکہ کافروں کو گھیر رکھا ہے

وحی الٰہی کی بارش سے مسلمانوں کو خوشی اور منافقین میں اضطراب و ہراس

صَیِّب اس بارش کو کہتے

لے یہاں اصل نسخہ میں بیاض تھی ۱۲

ہیں جو بادل سے زور کے ساتھ گرتے وقت سنائیں سنائیں کی آواز کے ساتھ برستی ہے۔ اور یہ قرآن حکیم کی مثال ہے جس کے ذریعہ دل میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بارش کہ جس کے ذریعہ اراضیات، باغات، زراعات، اور حیوانات اور جاندار چیزیں۔ تمام میں ایک نئی زندگی وحیات کی لہر دوڑ جاتی ہے لہذا اہل ایمان جب بارش قرآنی وایمانی کو دیکھ پاتے ہیں اور انہیں اس بے نظیر واعلیٰ زندگی کا بھی علم ہوتا ہے جس کی مثل کوئی زندگی نہیں تو نہ انہیں وہ کڑکتی کوندتی بجلیاں خوف زدہ کر سکتی ہیں۔ اور نہ ان کی چمک دمک انہیں دہشت زدہ کر سکتی ہے ان بجلیوں اور کڑک سے مراد۔ وہ خدائی وعید وتہدید، عقوبات الٰہی اور وہ رسوا کن عذاب ہیں جن سے عزوجل نے اوامر الٰہی کے مخالفین کو ڈرایا ہے، اور خبر دی کہ جو خدا کے پیغامبر کی تکذیب کریگا اس پر یہ عذاب نازل کر دئیے جائیں گے، یا ان سے وہ کام مراد ہیں جن کی ادائیگی میں نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مثلاً دشمنان الٰہی سے جہاد کرنا۔ یا کسی دیگر اسلامی وشرعی کام پر صبر کرنا۔ یا وہ امور مراد ہیں جو خلاف طبع وارادہ کرنے پڑیں اور طبیعت کو شاق وگراں گذریں تو گویا وہ رعد وبرق اور اندھیروں کے قائم مقام ٹھہرے۔ مگر جسے بارش اور بارش سے ایک نئی زندگی حاصل ہونے کا علم ہو۔ تو وہ بجلیوں کی چمک۔ بادلوں کی گرج اور اس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے کبھی خوفزدہ

نہیں ہوگا ملنے سے ان سے وحشت نہیں ہوگی بلکہ انس اور خوشی ہوگی کیونکہ
اسے اس سے خوش حالی و فراوانی اور ایک جدید زندگی کی امید ہے۔
لیکن منافق چونکہ ایک کور قلب انسان ہوتا ہے اسے اندھیرا ہی اندھیرا
نظر آتا ہے اور اندھیرے سے آگے اس کی نظر نہیں جاتی۔ پس اسے
صرف ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا بجلی کی چمک ابھی اس کی آنکھوں کو اچک
لینا چاہتی ہے۔ بادل کی گرج سن کر اس کا دل بیٹھا جا رہا ہوتا ہے۔ اور
چاروں طرف سے اسے ظلمت ہی ظلمت دکھائی دیتی ہے اس لئے
وہ اس سے گھبرا اٹھتا ہے اور ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ڈال
لیتا ہے کہ رعد کا آوازہ سنائی دے۔ اسی طرح بجلی کی چمک دمک
اور بے انتہا نور کا مشاہدہ کر کے ہول جاتا ہے۔ لہذا اسے ہر دم یہی
خوف کھائے جا رہا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی اس کی آنکھیں ہی نہ اچک
لے۔ کیونکہ آنکھیں بجلی کی تیز روشنی کے سامنے ہیچ ہو جاتی
ہیں۔ اور کھلی نہیں رہ سکتی۔ لہذا وہ اندھیرے میں گھر ا رعد کی ہو
ناک آوازیں سنتا۔ اور برق خاطف کو دیکھتا ہے۔ اگر سامنے کچھ
دکھائی دے۔ تو جھٹ روشنی میں چلنے کی کرتا ہے اور اگر روشنی ختم
ہو جائے۔ تو حیران ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کچھ نہیں جانتا کہ کدھر جائے
مگر جہالت کے باعث بیوقوف اتنا نہیں جانتا۔ کہ رعد و برق اور ان
اندھیروں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو ہمیشہ بارش کے لوازم ہوا
ہی کرتے ہیں۔ جو زمین۔ باغات، کھیتوں، اور خود انسان کے لئے

ایک نئی زندگی کی موجب ہے۔ بس وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ ایک خالی گرج ہے۔ چمک ہے۔ اندھیرا ہے۔ مگر اسے اتنا شعور نہیں کہ اس کے پیچھے کس قدر فوائد مخفی دستور ہیں؟ لہذا ہر دم اسے دہشت گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ وحشت اس کا لازمہ ہوتی ہے اور دہشت اور گھبراہٹ ایک دم بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وحشت اسے ہر دم لازم۔ اور دہشت و گھبراہٹ ایک منٹ بھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس جو بارش کے فوائد اور منافع جانتا ہو۔ اور اسے علم ہو کہ اس سے ایک نئی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی جانتا ہو کہ بارش کے ساتھ برق بھی ہوتی ہے۔ زوردار کڑاکے کی آوازیں بھی ہوتی ہیں اور گھنے بادل کی وجہ سے اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے۔ تو وہ ان سے خوفزدہ ہونے کی بجائے انس پذیر ہوگا۔ نہ اسے ان سے وحشت ہوگی نہ خوف اور نہ وہ ان سے ڈر کر یہ کہیگا کہ بارش نہ ہو۔ بلکہ وہ اس کی دعا کرے گا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریگا۔

تو یہ مثال بعینہ اس بارش کے مطابق ہے۔ جو دل اور وجود دونوں کی زندگی کے لئے عزوجل کی طرف سے جبریل امین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل فرمائی۔ خدائے مسبب الاسباب و منتظم امور کی حکمت بالغہ نے چاہا، کہ قرآنی بارش کے ساتھ بھی اسی طرح رعد و برق اور گھبرایا دل ہونا چاہئے۔ جیسا کہ عام بارشوں کا خاصہ ہے۔ لہذا جب وحی قرآنی کی بارش ہوتی ہے۔ تو

منافق اس کی بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سن سن کر سہمتا اور کانپتا رہتا ہے۔ مگر اس کے پیچھے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان پر اس کی نظر نہیں جاتی۔ اس لئے جن چیزوں سے مومن کو انس ہوتا ہے۔ منافق کو اس سے وحشت ہوتی ہے جس پر عالموں کو اطمینان ہوتا ہے۔ منافقین کو اس میں شک ہوتا ہے۔ جن پر عارفین وارباب بصیرت کو یقین ہوتا ہے۔ منافقین کو اس کے متعلق نشو قسم کے شبہات ہوتے ہیں۔ تو گویا مثال میں اس کی آنکھوں کی حیثیت چمگادڑ کی آنکھوں کی سی ہے جو دوپہر کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور آبی مثال میں اس کے کانوں کی حیثیت ویسی ہے جو رعد کی ہیبت آواز سن کر دم توڑ دینے والے شخص کے کان کی ہوتی ہے۔ بعض حیوانات کے متعلق بھی بیان کیا گیا۔ کہ بادل کی کڑک سنتے ہی مر گئے۔

اور جب ایسی منافقانہ عقلوں، کانوں، اور آنکھوں سے شیطانی شبہات، فاسد خیالات، اور جھوٹے ظن اور تخمینوں کا تصادم و ٹکراؤ ہوتا ہے۔ تو وہ انکو اپنی جولانگاہ بنا لیتے ہیں۔ ان پر صولت و دبدبہ رکھتے ہیں۔ ان میں بیٹھتے ہیں۔ اٹھتے ہیں۔ اپنی جولانیوں کے لئے میدان وسیع کرتے ہیں اور اپنی قیل وقال اور ہذیان و بکواسات سے کانوں بلکہ روئے زمین کے دفتروں کو بھر دیتے ہیں۔

اکثر لوگ منافقانہ روش کو بہتر خیال کرتے ہیں

مگر تعجب کا مقام ہے۔ کہ اکثر لوگ منافقین کو ہی پسند کرتے

یں۔ انہیں کے بیہودہ بکواسات کو قبول کرتے ہیں۔ انہیں کی دعوت
ڈھول پیٹتے ہیں۔ نفاق کی سرحدوں کی ہی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی کا
پہرہ دیتے ہیں۔ انہیں کے جھنڈوں تلے لڑتے ہیں اسی جماعت
کی ترقی و فراوانی کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں کی تعداد بڑھاتے
ہیں عام ضرورتوں میں انہیں کا ساتھ بھرتے ہیں اور انہیں
کے بیہودہ کلام سے دلوں کو دکھاتے ہیں جن کے عزوجل نے اپنی
کتاب میں پردے چاک کئے ہیں، ڈھول کے پول کھولے ہیں ان
کی علامات اور ان کے اعمال و اقوال ایک ایک کرکے بیان کر دیئے اور
ان کے اس طرح بخیئے ادھیڑے ہیں اکہ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ خوال
ایسے ہیں بعض ایسے ہیں بعض ایسے ہیں[1] کہکر ان کا ایک ایک راز فاش
کیا ہے۔ ان کی اصل حقیقت بیان کر ڈالی ہے اور ان کے خفیہ
رازوں کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقر کے آغاز میں مومنین کفار اور منافقین کے
اوصاف بیان فرماتے ہوئے عزوجل نے مومنین کے اوصاف کو
تین آیات میں۔ کفار کے اوصاف کو صرف دو آیتوں میں اور منافقین
کے اوصاف کو کچھ اوپر دس آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے
لوگوں سے عموماً واسطہ پڑتا ہے اور ان کے ساتھ میل جول اور

[1] پڑھئے سورہ براءت جس کا دوسرا نام ہی فاضحہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس
نے منافقین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑا ہے ۱۲

تعلقات سے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ظاہر وہ اپنے ہی ہمجنس معلوم ہوتے ہیں جو ظاہراً متفق ہم خیال اور اپنے ہم مشرب معلوم ہوتے ہیں اور انکا پتہ نہیں چلتا۔ برخلاف کفار کہ وہ بدیہی دشمن ہوتے ہیں۔ اور کھلے بندوں اپنا کام کرتے ہیں جس سے انسان ان سے علیحدہ ہو سکتا ہے ان کی کارستانیوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔ اور کھل کر ان کا مقابلہ کر سکتا ہے

آگ اور پانی کی دیگر مثال

مذکورہ بالا دونوں مثالوں کی نظیر یہ دونوں مثالیں ہیں جو سورہ رعد میں عزوجل نے بیان فرمائی ہیں، کہ

پہلی مثال آبی

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا (رعد۔ رکوع ۲)

عزوجل نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔ تو اس سے نالیاں اور وادیاں اپنے اپنے اندازے مطابق بہہ پڑیں۔ اور سیلاب کی رو نے چڑھی ہوئی جھاگ اٹھا لی

ہدایت آسمانی بارش کی مانند اور دلوں کی مثال زمین کی سی ہے

یہ پانی (آبی) کی مثال ہے جس میں وحی کو پانی سے۔ اور دلوں کو وادیوں سے تشبیہ دی جس طرح پانی سے زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اسی طرح وحی بھی دلوں کی حیات کا موجب ہے جس طرح وادیاں سیلاب اور بارش کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے ہوتی ہیں بعینہ

سی طرح دل بھی حاملین وحی ہوتے ہیں اور وحی الٰہی کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے
ہیں پھر جس طرح بعض وادیاں بڑی ہوتی ہیں اور اپنے اندر زیادہ پانی
جمع رکھ سکتی ہیں۔ اسی طرح بعض دل بھی بڑے ہوتے ہیں علم کی بہت
مقدار اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں علی ہذا القیاس بعض چھوٹی وادیاں ہوتی
ہیں جو اپنے اندر پانی کی تھوڑی مقدار جمع رکھ سکتی ہیں اسی طرح چھوٹے
دلوں میں علم کی قلیل مقدار ہوتی ہے۔ بہر صورت جس طرح وادیاں اپنے قدر
موافق پانی جمع کرتی ہیں۔ اسی طرح دل بھی اپنے مقدار و مقدور کے مطابق
حاملین علم ہوتے ہیں۔ پھر جب سیلاب آتے ہیں اور وادیاں بہتی ہیں
جھاگ وغیرہ تہ بہ تہ تودے بن کر اوپر آجاتی ہے۔ اور نیچے میٹھا پانی ہوتا ہے
جو زمین کی حیات کا باعث ہوتا ہے۔ بعد ازاں وادیاں اس جھاگ کو
کناروں پر پھینک دیتی ہیں۔ جو وہیں کناروں پر سوکھ کر معدوم ہو جاتی
ہیں مگر پانی باقی رہ جاتا ہے جو انسانوں، چوپایوں، کھیتوں اور شہروں کی
کی زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ بعینہ یہی مثال علم و ایمان کی ہے جیسے نزو
ل نازل ہوتا ہے۔ تو دل اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں بعد ازاں
جب دل میں علم و ایمان راسخ ہو جاتا ہے۔ اور جڑ پکڑ جاتا ہے تو اس کے
اختلاط سے شہوات، شبہات باطلہ کی جھاگ اوپر آجاتی ہے۔ اور علم
و ایمان اور رشد و ہدایت دل کی تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ
وہ جھاگ خشک ہوتی جاتی ہے۔ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بالکل ختم ہو
جاتی ہے۔ اور علم نافع و ایمان خالص دل کی تہ میں باقی رہتا ہے جس

پر لوگ آ آکر سیر ہوتے ہیں، پیتے ہیں، اور قحط کو رفع کرتے ہیں
صحیح میں ابو موسیٰ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِهٖ مِنَ الْھُدٰی وَ الْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَ مِنْھَا نَقِیَّۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَ الْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَ مِنْھَا طَائِفَۃٌ اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَسَقَی النَّاسُ وَزَرَعُوْا وَ اَصَابَ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقِہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ نَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِهٖ فَتَعَلَّمَ وَ عَلَّمَ وَ مَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ۔

عزوجل نے جو مجھے علم و ہدایت
کر بھیجا ہے اس کی مثال بارش
ہے۔ جو زمین پر برسی تو اس کے بعض
خطے بہت ہی پاکیزہ و بہتر تھے
جنہوں نے بارش کو قبول کیا اور
بے شمار چارہ و گھاس اگا دیا اور
بعض خطے خشک تھے جنہوں نے
اگایا تو کچھ نہیں البتہ اپنے اندر
پانی کو محفوظ کر رکھا جس سے
لوگوں نے خود بھی پیا اور کھیتوں
کو بھی پلایا اور بعض ٹکڑے بنجر
چٹیل میدان تھے جنھوں نے نہ پانی
کو محفوظ رکھا نہ گھاس اگائی تو یہ
مثال اس شخص کی ہے جس نے دین
خداوندی کو سمجھا اور میری آوردہ
شریعت سے فائدہ حاصل کیا

بھی پڑھا اور لوگوں کو بھی پڑھایا اور آخری اس شخص کی ہے جس نے نہ اس کی طرف سر اٹھایا اور نہ ہی خدا تعالے کی اس ہدایت کو جو میری معرفت بھیجی گئی تھی۔ قبول کیا

علم و ہدایت کی رو سے لوگوں کے تین طبقے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے

پہلا طبقہ

پہلا طبقہ۔ ورثار رسولؐ و خلفائے انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے جنہوں نے دین کو سیکھا اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی یہی وہ لوگ ہیں جو رسولانِ الٰہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے صحیح و کامل پیرو ہیں اور زمین کے اس بہترین طبقے کے قائم مقام ہیں جو پاک صاف ہو اور پانی کو اپنے اندر جذب کر کے گھاس وغیرہ اور بے شمار چارہ پیدا کرے۔ تو وہ بنفسہا خود بھی پاک صاف ہے۔ اور لوگوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی قحط و خشک سالی کو رفع کر لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر بصیرت دینی اور قوت نفاذ دونوں موجود ہیں اور اسی لئے وہ انبیار کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے وارث قرار پائے ہیں جن کے متعلق عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ

وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ	اور ہمارے بندوں ابراہیم و

وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ (ص ۳ ع ۴)	واسحٰق ویعقوب (علیہم السلام) یاد کیجیے جنہیں قوت وبصیرت

عنائت کی گئی تھی۔

یہاں اَبْصَار سے دینی بصیرتیں مراد ہیں۔ تو دینی بصیرت سے حق معرفت ولوراک حاصل ہوتا ہے اور قوت وطاقت سے اس کی تبلیغ و اور اس کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس طبقہ میں قوت حفظ وقوت فہم استنباط سے نقاہت دینی وبصیرت تاویلی وتفسیری سب جمع ہوتی ہیں جو نصوص سے علوم کے دریا بہا دیتے ہیں، اور ان سے استنباط کر کر کے بیشمار خزینے و دفینے باہر نکال رکھ دیتے ہیں۔ اور استنباط مسائل کے متعلق عز وجل کی جانب سے انہیں فہم خاص عطا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جو آپ سے دریافت کیا گیا، کہ

هَلْ خَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِشَيْءٍ دُوْنَ النَّاسِ؟	کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کے علاوہ کوئی خاص چیز بھی عنایت فرمائی ہے؟
تو آپ فرماتے ہیں کہ لَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِلَّا فَهْمًا يُّؤْتِيْهِ اللّٰهُ عَبْدًا فِيْ كِتَابِهٖ [۱]	خدا کی قسم جو دانے کو پھاڑ کر اگاتا اور مخلوق کو پیدا کرتا ہے ہمیں کسی چیز سے مختص نہیں فرمایا: بلکہ یہ ایک

(حاشیہ بر صفحہ ۱۸۳)

فہم ہے جو عزوجل کسی کو اپنی کتاب سمجھنے کے لئے عنایت کر دیتا ہے۔
تو یہ فہم اس گھاس اور بے شمار چارہ کے قائم مقام ہے جو زمین
سے اگتا ہے

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ:۔ اور یہی وہ فہم ہے۔ جو پہلے اور دوسرے طبقہ میں حد فاصل ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے ممتاز و جدا کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا کام صرف نصوص کو حفظ کرنا۔ اور ضبط و اتقان سے اسے محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں سے مختلف اقسام کے لوگ آکر ان سے وہ نصوص سیکھ کر جو ان سے استنباط کرتے ہیں۔ استخراج مسائل کرتے ہیں۔ اس کے فیضے نکالتے ہیں اور علم کی قابل زراعت زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور اپنی لیاقت برابر اس چشمہ شیریں سے سیراب ہو کر نکلتے ہیں

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (البقرہ) ہر آدمی نے اپنے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ	عزوجل اس شخص کو تروتازہ و خوش کرے جو میری حدیث کو سن کر یاد کرے اور جیسے سنے ویسے ہی انہیں الفاظ میں ادا کرے کیونکہ اکثر حاملین فقہ فقیہ

حاشیہ صفحہ ۱) احمد و بخاری و ابو داؤد و نسائی بروایت ابی جحیفہ رضہ ۱۲

أَفْقَهُ مِنْهُ لہ نہیں ہوتے اور بسا اوقات حاملین

فقہ اپنا حفظ کردہ ذخیرہ اپنے سے زیادہ سمجھدار اور بڑے فقیہ کے ہاں پہنچا دیتے

ہیں جس سے خود تو استنباط نہیں کر سکتے مگر دوسرے کو استنباط کا بخوبی

موقعہ ملتا ہے

دیکھیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ امت محمدیہ کے بہت بڑے عالم و

ترجمان قرآن ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث آپ نے

خود سنی ہیں ان کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی جن میں وہ سَمِعْتُ اور

رَأَیْتُ (میں نے سنا یا دیکھا) کا لفظ بولتے ہوں۔ ہاں اکثر صحابہ سے

بہت کچھ سنا تھی کہ بارگاہ الٰہی سے آپ کے فہم و استنباط میں اس قدر

برکت ہوئی کہ تمام دنیا کو علم و فقاہت سے بھر دیا۔

ابن عباسؓ کے فتاوی کی سات ضخیم جلد

ابو محمد ابن حزم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات ضخیم جلدوں میں آپ کے

فتاوی جمع کیے ہیں۔ حالانکہ یہ مقدار صرف ان فتاووں کی ہے۔ جو

فتاووں کے جامع (ابن حزمؒ) کو دستیاب ہوئے۔ ورنہ ابن عباس کا

علم ایک بے پایاں سمندر ہے۔ اور فقہ و استنباط اور فہم قرآن میں تو آپ

دنیائے عالم کے لوگوں سے فائق ہیں۔ حالانکہ جس طرح دوسروں نے

لہ اسے ابوداؤد ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن مسعودؓ سے

روایت کیا ہے ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں ۱۲۔

سنا۔ ویسے ہی آپ نے سنا جس طرح دوسروں نے قرآن پڑھا اور یاد کیا۔ اسی طرح آپ نے پڑھا اور حفظ فرمایا۔ مگر آپ کی چونکہ زمین تمام زمینوں سے بہتر اور سب سے زیادہ قابل زراعت تھی۔ آپ نے اس میں تفقہ کا بیج بویا تو اس سے ہر قسم کے اعلیٰ جوڑے پیدا ہوئے۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرتا ہے۔ یقیناً خدا تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

ابن عباس رضؓ و ابو ہریرہ رضؓ کا علمی موازنہ

ہاں تو دیکھئے ابن عباس رضؓ کے فتاویٰ و تفسیر کے سامنے ابو ہریرہ کے فتاویٰ و تفسیر کی کیا نسبت؟ حالانکہ ابو ہریرہ آپ سے زیادہ حافظ بلکہ علی الاطلاق حافظ الامت ہیں۔ حدیث کو جیسے سنتے ویسے ہی ادا کر دیتے اور رات کو اسے یاد کیا کرتے۔ لہٰذا ابو ہریرہ رضؓ کی تمام تر کوشش دو چیزوں کی طرف مبذول رہی اوّل احادیث کو حفظ کرنا دوم حفظ کردہ احادیث کو جیسے سنا ویسے ہی آگے پہنچا دینا۔ مگر ابن عباس کی تمام کوشش فقہ و استنباط نصوص سے استخراج مسائل کے دریا بہا نے۔ اور ان سے خزائن دفینے نکال لینے میں صرف ہوتی تھیں

علیٰ ہذا القیاس صحابہ کے بعد کے دور میں بھی دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔

حفّاظِ حدیث

قسم اول حفّاظ جن کی تمام تر توجہ ضبط و حفظ حدیث اور تبلیغ احادیث کو بعینہ ادا کر دینے کی طرف تھی۔ انہیں ان سے استنباط و استخراج مسائل سے کچھ سروکار نہ ہوتا تھا۔

اہلِ استنباط

قسم دوم اہل استنباط جن کی زیادہ تر توجہ نصوص سے استنباط و استخراج احکام اور تفقہ فی النصوص کی جانب مبذول رہتی تھی۔

قسم اول میں ابو زرعہ، ابو حاتم، ابن دارہ، اور ان سے قبل مثلاً بندار محمد بن بشار، عمرو الناقد، عبد الرزاق اور ان سے پہلے ائمہ مثل محمد بن جعفر غندر، اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ شامل ہیں جو صرف اہل ضبط و اتقان اور حفاظ حدیث تھے۔ نہ الفاظ نصوص میں کسی قسم کا تصرف کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان سے استنباط و استخراج احکام کرتے تھے۔

قسم دوم میں امام مالک و شافعی و اوزاعی و اسحٰق اور امام احمد بن حنبل و بخاری و ابو داؤد و محمد بن نصر مروزی وغیرہ شامل ہیں جو روایت و درایت دونوں کے جامع تھے۔ روایت کے ساتھ تفقہ و استنباط کے بھی جامع تھے۔

غرضیکہ یہی دونوں گروہ ہیں جو خلقت سے زیادہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت افروز ہوئے۔ اور سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور انہی لوگوں نے اسے لبیک کہی اور قبول کیا۔

تیسرا طبقہ

تیسرا طبقہ:- اشقیار کلّ ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے نہ ہدایت خداوندی کو قبول کیا۔ نہ اس کی جانب سر اٹھا کر دیکھا۔ نہ حفظ احادیث کی کاوش نہ فہم حدیث کا مادّہ۔ نہ روائت نہ درائت نہ رعائت، سب سے یکسر خالی و محروم۔ تو

پہلا طبقہ اہل روائت و درائت ہے۔

دوسرا طبقہ۔ اہل روایت و رعایت جنہیں درائت بھی نصیب ہوئی۔ روائت سے زیادہ درائت کا مادہ عنایت ہوا۔

تیسرا طبقہ اہل شقاوت کلّ ہے جن میں نہ روائت ہے نہ درائت نہ رعائت وہ بالکل چوپائے۔ بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گھروں کو تنگ کرتے ہیں۔ اور نرخوں کو گراں کرتے ہیں شکم اور فرج کے سوا انہیں کسی چیز کا فکر نہیں بس لے دے کر ان کے پاس صرف یہی دو چیزیں رہ گئی ہیں۔ اور ہر وقت انہیں کا مشغلہ ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کریں تو ان کے ساتھ ساتھ زیب و زینت اور فاخرانہ لباس اور امیرانہ ٹھاٹ سے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ ترقی کریں تو چودہری بننے کی کوشش کرتے ہیں اور نفس غضبیہ کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ ترقی کرتے کرتے نفس کلبیہ کی نصرت وامداد سے بھی آگے بڑھ کر نفس سبعیہ کی نصرت وامداد کرتے ہیں

نفس کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ:- کیونکہ نفوس تین قسم ہیں، کلبیہ

سبعیہ۔ ملکیہ۔

کلبیہ تو صرف ہڈی۔ روٹی کے ٹکڑے اور مردار و گندگی پر قناعت کر لیتا ہے۔ مگر

سبعیہ اسی پر قناعت نہیں کرتا۔ بلکہ قہراً لوگوں کو ماتحت رکھنا چاہتا ہے۔ اور حق و ناحق طریق سے غلبہ و استیلا کی کوشش کرتا ہے لیکن

ملکیہ ان تمام خرابیوں سے بالاتر ملأ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی تمام تر کوشش علم و ایمان، محبت الٰہی، و انابت الی اللہ کی طرف ہوتی ہے اسے ذات خداوندی سے طمانیت و سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ تمام محبتوں پر عزوجل کی رضا و محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کسی قدر دنیا بھی صرف اس لئے کماتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مربی و رازق سے مل سکے نہ یہ کہ اس سے منقطع ہو جائے۔

دوسری مثال ناری

دوسری مثال ناری ہے۔ جو عزوجل نے اسی سورہ رعد میں بیان فرمائی کہ

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ (رعد ۱۳۔ ع ۲)

اور جو سونا چاندی (وغیرہ) زیور بنانے یا ڈھال کر کوئی اور چیز بنانے کے لئے آگ میں گرم کرتے ہیں اس کی بھی بالائی کی طرح جھاگ ہوتی ہے۔

اس کی صورت بعینہ لوہے، تانبے، اور سونے چاندی کی طرح ہے اولاً بھٹی میں ڈالا جاتا ہے کہ خالص ہو جائے۔ اور میل کچیل سے صاف ہو

کھوٹ نکل جائے جب میل وغیرہ سے صاف ہو جاتی ہے اور یا ہر نکالی جاتی ہے تو تمام آلائشوں سے صاف ہو کر بالکل خالص نکل آتی ہے۔ اور وہی لوگوں کے کام آتی ہے۔

دونوں مثالیں ذکر فرمانے کے بعد عزوجل ان کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق فیصلہ سناتے ہیں کہ

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (رعد ع ۳)

جو اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی اطاعت نہیں کرتے اگر ان کے پاس زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوں تو اپنی جان کے عوض فدیہ دینے کو تیار ہو جائیں (مگر ان کے ہاں کچھ بھی نہیں ہوگا) ان کے لئے برا حساب ہے۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت برا بچھونا ہے۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ عزوجل نے حیات کو نور کی اور موت کو ظلمت کی حیثیت دی ہے۔ تو گویا روحانی و جسمانی ہر دو وجود کی حیات نور کے ساتھ قائم ہے۔ اور جس طرح وہ روشنی و ضو کا مادہ ہے اسی طرح ہی وہ مادہ حیات ہے۔ لہذا جس طرح اس کے بغیر روشنی مشکل ہے اسی طرح اس کے بغیر زندگی ناممکن ہے اور جس طرح اسی پر حیات موقوف ہے انشراح و وسعت قلبی بھی اسی پر موقوف ہے۔ چنانچہ ترمذی میں آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ

اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ الْقَلْبَ انْفَسَحَ وَانْشَرَحَ قَالُوْا وَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ ؟ قَالَ :۔ اَلْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ

جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ وفراخ ہوجاتا ہے صحابہ نے دریافت کیا انشراح صدر کی علامت کیا ہے ؟ فرمایا دار الغرور (دنیائے فریب خانہ) سے دل کا ہٹ جانا، دار الخلود (آخرت کی طرف) رجوع رکھنا اور موت آنے سے پہلے اس کا توشہ جمع کرلینا۔

اور آدمی کا نور وہی اس کے عمل و کلمات ہیں جو عزوجل کی طرف صعود کرتے ہیں کیونکہ عزوجل کی جانب طیب کلمے ہی صعود کرتے ہیں اور وہ نور ہیں اور ان کا منبع بھی نور ہے پھر اعمال میں سے عمل صالح اور ارواح سے ارواح طیبہ ہی بہتر ہیں، اور یہ دو قسم ہیں اول ارواح مومنین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ شریعت کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ دوئم ارواح ملائکہ جو نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَتِ الشَّيَاطِيْنُ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ

فرشتوں کو نور سے۔ شیاطین کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

ارواح طیبہ و ارواح خبیثہ

توجب فرشتے نوری ثابت ہوئے اور ان کا اصل مادہ نور ہے تو وہ بھی

اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں اسی طرح فوت ہوئے کر مومنین کے ارواح بھی عزوجل کی جانب اوپر چڑھتے ہیں، اور پہلے دوسرے تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں تک کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہیں، بعد ازاں ان کا نام اہل علیین کے رجسٹر میں درج کر دیا جاتا ہے۔ تو چونکہ یہ روح طیب و پاکیزہ اور نورانی و چمکتا ہوا روح تھا۔ لہٰذا وہ فرشتوں کے ساتھ اوپر چڑھتا گیا۔ مگر خبیث و گندے اور بے نور روح کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ نہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور نہ ہی وہ خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اسے حقیر کر کے آسمان دنیا سے رد کر کے ارواح خبیثہ کی دنیا میں واپس کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ارضی و سفلی تھا اور پہلا علوی و سماوی تھا۔ تو گویا جو روح جس خمیر جس اصل اور جس عنصر کی تھی اسے اسی طرف رد کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ بیان براء بن عازب کی طویل حدیث میں موجود ہے جو مسند احمد و صحیح ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح حاکم وغیرہ میں مروی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔[1]

---

[1] اسے حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب صفحہ ۱۹۰ کے باب عذاب القبر میں براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ کہ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ (باقی ص ۱۹۲)

غرضیکہ مقصود یہ ہے، کہ عزوجل کی طرف صرف وہی اعمال و اقوال و ارواح صعود کرتے ہیں جو نور ہوں۔ اور سب سے زیادہ وہی شخص نور والا ہوگا جو خدا کو زیادہ معزز اور خدا کے زیادہ قریب ہو۔

مسند احمد میں عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ خَلْقَہٗ فِیْ ظُلْمَۃٍ وَّاَلْقٰی عَلَیْہِمْ مِنْ نُّوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَہٗ ضَلَّ فَلِذٰلِکَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی

عزوجل نے مخلوق کو پیدا کر کے ان پر اپنے نور کی تجلی فرمائی جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ قلم علم الٰہی پر خشک ہوگیا

یہ عظیم الشان حدیث اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور اس سے مسئلہ تقدیر اور تقدیر کے اسرار و رموز کے بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں واللہ تعالیٰ الموفق۔

نور فطرت و نور وحی

یہ نور جسے عزوجل نے ازل کے روز القا فرمایا تھا۔ اسی سے لوگوں نے نجات و ہدایت پائی۔ تو فطرت کو بھی اس سے حصہ ملا مگر چونکہ وہ حصہ تام و کمال ایک مستقل حصہ نہ تھا اس لئے عزوجل نے دوسرے روح کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجلس نا خوکد الخ یہی حدیث ہے۔ منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے۔

جو انبیاء علیہم السلام پر القا فرمایا تھا۔ اور اس نور نبوت کے ساتھ جو اُن کی وحی فرمایا تھا اس کی تکمیل فرمائی۔ تو فطرت کو ایک تو ازل کے روز سابقہ نور عنایت ہوا تھا اب اس نورِ فطرت سے نورِ وحی و نورِ نبوت بھی مل کر نور علےٰ نور ہو گئے جس سے دل روشن ہو گئے چہرے منور ہو گئے۔ روح تازہ ہو گئے، اور طاعت کے لئے اعضاء جوارح برضا د رغبت مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ لہٰذا دل کو زندگی پر زندگی مل گئی پہلی حیات کے ساتھ ایک اور حیات مل گئی۔

صفات خداوندی کے انوار کا مشاہدہ

پھر اس نور نے دلوں۔ کو ایک دوسرے نور کا پتہ دیا جو اس سے بھی عظیم الشان و جلیل القدر ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی صفات علیا کا نور جس میں باقی تمام نور مضمحل ہو جاتے ہیں۔ تو دلوں نے بصیرت ایمانی سے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جس کی دل کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مرئیات کی آنکھ سے ہوتی ہے یعنی دلوں نے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جیسے کوئی چیز برای العین دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر یقین اس قدر غالب و مستولی ہو چکا ہوتا ہے اور حقائق ایمانی اس قدر منکشف ہو چکے ہوتے ہیں گویا وہ بالکل نمایاں طور پر عرش آلٰہی اور عرش آلٰہی پر عزّ و جل کو اسی طرح مستوی ہوتے دیکھ رہا ہے جس طرح اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں خبر دی ہے، کہ وہ کائنات عالم کے

جملہ امور کی تدابیر کرتا ہے۔ کسی چیز کے کرنے کا حکم صادر فرماتا ہے کسی سے منع کرتا ہے، مخلوق پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے۔ زندگی بخشتا ہے، مارتا ہے، کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے، پھر اس کو نافذ کرتا ہے، کسی کو عزت بخشتا ہے، کسی کو ذلت، کبھی لیل و نہار کو بدلتا ہے اور لوگوں میں طرح طرح کے دن پھیرلاتا ہے کبھی ایک حکمران قوم کو بدل کر اس کی جگہ دوسری کو حکمران کرتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پیغامبر فرشتے اس کے احکام لئے کبھی نیچے دوڑے آرہے ہیں، کبھی اوپر چڑھ رہے ہیں، اور آیات کی طرح پے درپے لگا تار اس کے اوامر و مراسم اس کی حسب منشا و ارادہ ہر وقت نافذ ہو رہے ہیں، جو چاہے جب چاہے جس طرح چاہے جس طرز کا چاہے بلا کم و کاست، بے زیادت و نقصان، اور بلا تقدیم و تاخیر جھٹ پٹ سب کچھ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے احکام اور اس کی سلطنت و حکمرانی آسمانوں میں، زمین کے چپہ چپہ میں اس کے آثار، دیار کی چیزوں میں فضا میں۔ دریاؤں اور سمندروں میں۔ بلکہ تمام اجزاء عالم کے ذرہ ذرہ میں اس کا حکم نافذ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے۔ اس میں رد و بدل تغیر و تصرف اور ہیر پھیر کرتا ہے اور نت نئے نئے کام اور نئی نئی مخلوق حوادث پیدا کرتا ہے، مگر اس کے باوجود سے ہر چیز کا علم ہے، اور ایک ایک چیز اس کو یاد ہے اور اس کا علم و شمار ہر چیز کو محیط و حاوی ہے پھر جس طرح اس کا علم وسیع حفظ وسیع اس کی رحمت و حکمت وسیع اسی طرح قوت سمع بھی وسیع تر ہے ایک ہی وقت میں مختلف آواز مختلف بولیوں

اور مختلف سوال و حاجات کے شور و غل میں ہر سوال کا جواب دیتا ہے ہر ایک
کی حاجت روائی کرتا ہے، اور ہر آواز و ہر بولی و ہر سوال کو پوری طرح سنتا
سمجھتا اور جانتا ہے نہ ایک کو سننے دوسرا جاننے پاتا ہے نہ ایک کی طرف خیال
کرنے دوسرے کو بھولتا ہے۔ اور نہ ہی کثرت مسائل کے باعث وہ کسی
قسم کی لغزش و غلطی کھاتا ہے۔ اور نہ ہی حاجتمندوں کے الحاح سے پریشان
خاطر ہوتا ہے، پھر وسعت سمع کی طرح اس کی آنکھ بھی تمام مرئیات و غیر
مرئیات کو دیکھ رہی ہے۔ حتی کہ اندھیری رات میں بے نشگاف بچتہ پتھر پر چلتی
ہوئی سیاہ چیونٹی کی حرکت کو بھی دیکھتا ہے۔ لہذا ہر غائب اس کے
نزدیک حاضر اور خفیہ اس کے نزدیک بالکل علانیہ کی طرح ہے، وہ پوشیدہ
و پوشیدہ تر دونوں کو برابر جانتا ہے۔ پوشیدہ وہ ہے جو انسان کے دل میں
کھٹکتا ہو۔ مگر ہونٹوں سے نہ نکلا ہو۔ اور اخفیٰ یعنی پوشیدہ تر وہ ہے جو دل
میں بھی نہ ہو وہ اسے بھی جانتا ہے کہ فلاں وقت اس کے دل میں فلاں
چیز کھٹکے گی غرضیکہ خلق دامر یعنی پیدا کرنا اور حکم دینا صرف اسی کے لئے
مخصوص ہے۔ تمام تر اسی کا ملک ہے اسی کی حکمرانی ہے اسی کے لئے
حمد و ثنا ہے۔ اور دنیا و آخرت بھی اسی کی ہے ہر نعمت و ہر فضل اسی کا ہی
ہے اور وہی بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ تمام ملک اسی کی
ملک اور تمام تر حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔ تمام خیر و برکت صرف اسی کے
دست قدرت میں ہے اور اسی کی طرف تمام امور کا مرجع و مآل ہے۔ اس کی
قدرت ہر شئے کو شامل اس کی رحمت ہر چیز کو وسیع۔ اور اس کی نعمت ہر

جاندار پر کشادہ وفراخ ہے

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کی تفسیر

یَسْئَلُہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (الرحمٰن ع۲)

آسمانوں اور زمین والے اس سے مانگتے ہیں، اسی کو سوال کرتے ہیں اور ہر روز وہ نئے کام میں ہوتا ہے

وہ گناہ معاف کرتا ہے غم رفع کر دیتا ہے مصیبتیں دور کرتا ہے شکستہ کو جوڑتا ہے اس کا نقصان پورا کرتا ہے۔ فقیر کو غنی، جاہل کو عالم، گمراہ کو ہدایت یافتہ اور حیران کو سمجھ دے کر راہ راست پر لگاتا ہے، غمزدوں کا فریاد رس۔ مصیبت زدوں کا حل المشکلات، بھوکوں کا سیر کرنے والا، ننگوں کو کپڑا دینے والا، مریضوں کا شافی اور بیماروں کو تندرستی عنایت کرتا ہے، تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ محسن کو جزائے خیر دیتا ہے، مظلوم کی امداد کرتا ہے سرکش و ظالم کی کمر توڑتا ہے لغزش معاف کرتا ہے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے اور خوف سے امن دلاتا ہے۔ بعض قوموں کو عزت و عروج بخشتا ہے اور بعض کو ذلت و پستی عنایت کرتا ہے۔ نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کو مناسب ہے میزان عدل کو وہی کبھی نیچے کبھی اوپر کرتا ہے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے رات سے پہلے اس کے ہاں پہنچتے رہتے ہیں۔ اس نے اپنے سامنے نور کا حجاب کر رکھا ہے اگر اٹھا دے تو جتنی مخلوق تک اس کی نظر جاتی ہے۔ تمام عالم کی تمام اس کے چہرۂ اقدس کے انوار سے جل کر راکھ ہو جائے اس

کا دستِ جود ہر وقت بھرا بھرا ہے کھلے دل سے خرچ کرنا اس سے ذرہ بھر
کم نہیں کرتا ابتدائے آفرینش سے دن رات لگاتار خرچ کرتا آرہا ہے کیا
کبھی کم ہوتا نظر آیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر دم بھرا ہی نظر آیا ہے۔ تمام بندوں کے
دل اور پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کی باگ ڈور اسی کی قضا
و قدر سے بندھی ہے۔ تمام زمینیں قیامت کو اس کی ایک مٹھی ہیں۔ اور تمام
آسمان ایک ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے وہ تمام آسمانوں کو ایک ہاتھ میں اور
زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر جھنجوڑے گا۔ اور ہلا کر فرمائے گا میں ہوں
بادشاہ میں ہوں شہنشاہ عالم میں ہی وہ ذات ہوں جس نے دنیا پیدا کی
اور وہ پہلے کچھ بھی نہ تھی اور میں ہی دوبارہ اسے لوٹاؤں گا جیسے اسے اولاً
پیدا کیا تھا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت
وسوال ایسا نہیں جسے پورا کرنے سے وہ قاصر رہ جائے۔ آسمانوں اور
زمین کے تمام رہنے والے، پہلے پچھلے جن و انسان سب سے متقی و پرہیزگار
اور پاک دل بن جائیں تو یہ پرہیزگاری و اتقا اس کے ملک میں کچھ اضافہ
نہیں کر سکتے

کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس کی مغفرت سے زائد بچ رہے اور وہ نہ
معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت وسوال ایسا نہیں جو اس کی عطا و العامات
سے باقی بچ رہے۔ اور وہ اس کے پورا کرنے سے قاصر رہے۔ کہ اس کے خزانے
ختم ہو گئے ہوں۔ اس کی جود و مغفرت کا تو یہ حال ہے کہ
اگر آسمانوں اور زمین کے تمام بسنے والے پہلے پچھلے جن و انسان

سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار اور پاک دل انسان بن جائیں تو یہ پرہیزگاری
واتقا اس کے ملک میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر تمام
پہلے پچھلے جن وانسان سب سے زیادہ فاجر و بدکار ہو جائیں تو اس کے ملک
میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے۔ علی ہذا القیاس تمام آسمانوں اور زمین
کے رہنے والے جن وانسان، زندے و مردے اچھے اور برے تمام کے
تمام ایک میدان میں جمع ہو کر اپنی حاجات طلب کرنے لگ جائیں اور وہ
ہر ایک کا سوال پورا کرتا جائے۔ اور ہر ایک کی منہ مانگی مراد پوری کرتا جائے تو
اس کے خزانہ سے ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتدائے آفرینش سے
اختتام دنیا تک کے روئے زمین کے درخت سراسر قلمیں بن جائیں۔ اور ایک
سمندر کے ساتھ اور سات سمندر مل کر سیاہی بن جائیں پھر ان قلموں اور سیاہی
سے عزوجل کے تمام کلمات تحریر کئے جائیں۔ تو قلمیں ختم ہو جائیں سیاہی ختم
ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی نہ ختم ہوں اور خدائے جل و
علا کے کلمات ختم اور فنا بھی کیسے ہو جائیں؟ حالانکہ نہ ان کی ابتدا ہے
نہ انتہا اور مخلوق کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ لہٰذا مخلوق ہی ختم و فنا کے
قابل ہے اور مخلوق غیر مخلوق کو فنا بھی کیسے کر سکتی ہے؟ جب کہ وہ اول
ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ سب سے آخر ہے جس کے بعد
کچھ نہیں وہ ظاہر ہے جس سے اور بڑھ زیادہ واضح کچھ نہیں۔ وہ باطن ہے
جس سے ورے کوئی چیز نہیں اور وہ . . . . منزہ ہے اور ان تمام چیزوں
سے جن کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی پرستش کی جاتی ہے جن کی حمد و ثنا

کہی جاتی ہے جن کا شکر کیا جاتا ہے بمعیت ہیں جن کی جستجو کی جاتی ہے سب سے زیادہ قابل ذکر، قابل عبادت، قابل حمد، لائق شکر، اور سب سے زیادہ معاون و مددگار ہے۔ وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ان تمام سے زیادہ سخی ہے جن کے سامنے دست سوال دراز کیا جاتا ہے ان سب سے زیادہ درگذر کرنیوالا ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود درگذر کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ کریم ہے جن کا قصد کیا جاتا ہے۔ اور جملہ انتقام لینے والوں سے زیادہ عادل و منصف ہے۔

وہ ایسا نہیں کہ علم نہ ہونے کے باعث حلم کرتا ہو یا طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کرنے پر مجبور رہو۔ یا قدرت نہ رکھنے کے باعث بخش دیا کرتا ہو۔ یا سوچ فکر اور حکمت و دانائی کے بغیر کوئی چیز دینے سے روک لیتا ہو یا رحمت و احسان سے خالی ہو کر محبت و موالات کرتا ہو۔ بلکہ علم رکھتے ہوئے حلم کرتا ہے۔ قدرت رکھتے ہوتے درگذر کرتا ہے، طاقت رکھتے ہوئے بخش دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی چیز کو روکتا ہے۔ اور محض اپنے فضل و رحمت اور جود و احسان سے کسی کے ساتھ محبت و موالات کرتا ہے۔ ؎

مَا لِلْعِبَادِ عَلَيْهِ حَقٌّ وَاجِبٌ	خدا تعالیٰ پر بندوں کا کوئی حق واجب
كَلَّا، وَلَا سَعْيٌ لَدَيْهِ ضَائِعٌ	نہیں۔ اور نہ ہی عزوجل کے ہاں کسی کی
إِنْ عُذِّبُوا فَبِعَدْلِهِ أَوْ نُعِّمُوا	کوشش ضائع و بے سود جاتی ہے
فَبِفَضْلِهِ، وَهُوَ الْكَرِيمُ الْوَاسِعُ	اگر عذاب میں ڈال دے جائیں۔ تو یہ

اس کا عدل ہے۔ ظلم نہیں یا انعام دئے جائیں تو یہ محض اس کا فضل ہے۔
جزاء اعمال نہیں ۔ اور وہ کریم و وسیع خزانوں کا مالک ہے۔

وہی بادشاہ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ غنی ہے لہذا اس کا معاون کوئی نہیں۔ وہ صمد و بے نیاز ہے اس لئے اس کی بیوی و اولاد نہیں وہ علی یعنی بلند و برتر ہے۔ لہذا اس کا شبیہ و مثیل اور ہمنام کوئی نہیں۔ ہر چیز کو فنا ہے مگر اس کی ذات کے لئے فنا نہیں۔ ہر ملک و حکومت کے لئے زوال ہے، مگر اس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں۔ تمام سائے ہٹ جانیوالے ہیں مگر اس کے سایہ کے لئے ہٹنا نہیں۔ اور تمام فضل و انعام ختم ہو جائیں گے۔ مگر اس کا فضل کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ اطاعت کیا جاتا ہے تو اپنے اذن و رحمت سے۔ نافرمانی کیا جاتا ہے تو اپنے علم و حکمت سے۔ فرمانبرداری کی جاتی ہے تو اس کا قدر کرتا ہے۔ نافرمانی کی جاتی ہے تو اس سے درگذر و معاف کرتا ہے، اس کا ہر عذاب محض عدل۔ اور اس کی ہر نعمت محض اس کا فضل ہے۔ تمام قریبوں سے زیادہ قریب۔ اور تمام محافظوں سے زیادہ نزدیکی محافظ ہے۔ تمام لوگوں سے ورے حائل ہو کر ہر چیز کی پیشانی کے بال اور دفتر اعمال اس لئے خود پکڑ رکھے ہیں۔ اور سب کی اجل لکھ رکھی ہے۔ تو دل اسی کی طرف جھک رہے ہیں مخفی اس کے نزدیک علانیہ اور غائب اس کے نزدیک حاضر ہے۔ اس کی عطاء صرف منہ سے ایک کلمہ کہہ دینا اور عذاب بھی صرف ایک لفظ کہہ دینا۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ | اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ کچھ چاہنا

يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ؕ (لیٰس ع۵)	چاہے تو اسے کہہ دیتا ہے "ہو جا" بس فوراً ہو جاتا ہے۔

توجب دل پر ان انوار صفات کی تجلی ہوتی ہے۔ تو ان کے ہوتے ہوئے سب نور مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایسے حالات طاری ہوتے ہیں ہیں جو نہ دل میں کھٹک سکتے ہیں۔ نہ عبارت میں سما سکتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ ذکر دل کو منور چہرہ کو نورانی اور اعضا کو روشن کر کے سب کو نور علے نور بنا دیتا ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو انسان کے ہاں دنیا و آخرت اور برزخ و قیامت میں موجود ہوگا۔

ذاکر کے دل میں جس قدر نور ایمانی ہوتا ہے۔ اسی تناسب سے اس سے اعمال و اقوال صادر ہوتے ہیں۔ اور ان میں نور و برہان ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض مومنوں کے اعمال جب خدا تعالے کی طرف چڑھتے ہیں۔ تو سورج کے نور کے برابر ان کی روشنی ہوتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب مومن کی روح خدا تعالے کے ہاں پہنچتی ہے۔ تو آفتاب کی طرح ہر طرف روشنیاں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح پل صراط کو جاتے ہوئے ان کے آگے آگے نور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ عزوجل ہمیں بھی عنایت فرمائے۔

ذکر راس الاصول ہے	ذکر راس الاصول عوام کا طریق، اور

منشور ولایت ہے۔ جس پر اس کا ادنیٰ سا حصہ بھی مفتوح ہو گیا۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ عزوجل تک پہنچنے کے تمام دروازے اس پر کھل گئے

لہذا اب اس کا فرض ہے کہ طہارت کر کے اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے بیدھڑک چلا جائے اس کے ہاں سے ہر مطلوب حاصل ہو جائیگا۔ اور حسب خواہش جملہ ضروریات پوری ہونگی۔ اگر اس نے اپنے رب کو پالیا۔ تو گویا سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اور اگر خدا تعالے تک اسکی رسائی نہ ہوسکی، تو گویا سب کچھ ضائع و برباد ہو گیا۔

۳۸ ذکر الٰہی سے فاقہ قلبی کا انسداد

دل میں ہر وقت ایک حاجت اور ایک فاقہ موجود ہوتا ہے۔ جس کا انسداد ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جب ذکر دل کا اس طرح شعار بن جائے کہ اصالۃً وہی ذاکر ہو۔ اور زبان محض اس کی تابع ہو۔ تو یہی وہ ذکر ہے جو تکمیل حاجات اور فاقہ کو مٹانے کا موجب ہو سکتا ہے اور جس کے ہوتے ہوئے انسان مال کے بغیر بھی غنی، قبیلہ و کنبہ نہ ہونے کے باوجود معزز اور حکومت کے بغیر بھی بارعب اور مہیب ہوتا ہے، اگر جب ذکر الٰہی سے غفلت کرے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اور کثرت امور و حادثات کے باوجود فقیر، حکومت کے باوجود ذلیل، اور بے شمار رشتہ داروں اور کنبہ و قبیلوں کے باوجود تمام لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور خسیس ہوتا ہے۔

۳۹ ذکر متفرق کو جمع، مجموع کو متفرق، قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرتا ہے

ذکر میں چار خوبیاں ہیں، متفرق کو جمع کرنا، اور مجتمع کو متفرق، قریب

کو بعید، اور بعید کو قریب کرنا جمع کی صورت یہ ہے کہ انسان کے پراگندہ دل، پراگندہ ارادہ، پراگندہ محبت، پراگندہ خشوع و تذلل، اور پراگندہ و متفرق عزائم کو جمع کرنا اور تمام پراگندگیاں رفع کر کے جملہ چیزوں کو درست کر دیتا ہے، اور بنظر غور دیکھا جائے تو ان تمام چیزوں کی پراگندگی تشتت و افتراق ہی انسان کے لئے سراسر عذاب و وبال جان ہے۔

اور دل و فکر اور عزم و ارادہ کی جمعیت میں ہی زندگی و حیات اور جملہ نعمت و انعامات مرکوز ہیں

تفرق کی صورت یہ ہے کہ انسان پر غم و تفکرات، ہم و اندوہ، کسی کلم اور مطلوبہ خواہشات میں ناکامی و نامرادی پر حسرت و افسوس، اور جملہ مصائب جس قدر بھی انسان پر جمع ہو جاتے ہیں سب کو متفرق و منتشر کر دیتا ہے، علی ہذا القیاس جس قدر گناہ و خطا کاریاں، بدکاریاں و بدنامیاں اس پر گھیرا ڈال لیں، سب کو یکدم رفوچکر کر دیتا ہے۔ اور سب ایک ایک کر کے اس سے جھڑ کر مضمحل و مفقود اور لاشے ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس کی جماعت پر جتنے بھی شیطانی لشکر چڑھ کر جمع ہو آتے ہیں مار مار کر ایک منٹ میں انہیں بھگا دیتا ہے۔ اور یاد رکھئے ایسے شخص پر شیطانی لشکروں کا حملہ و ہجوم لابدی ہے کیونکہ ابلیس ہر وقت اور ہر ساعت فوج در فوج اور لشکر بر لشکر روانہ کرتا رہتا ہے۔ اور ذاکر جتنا خدا تعالیٰ کا زیادہ طالب ہوگا۔ اور عشق الٰہی میں جتنا زیادہ پختہ کار ہوگا، خدائی تعلقات و ارادات میں جس قدر اس

کا گہرا تعلق ہوگا۔ اور اپنے اندر جتنی زیادہ خیر و برکت نیکی و بھلائی اور عشق الٰہی رکھتا ہوگا۔ اسی تناسب سے اسے گمراہ کرنے کے لئے زیادہ صاحب شان و شوکت و صاحب قوت و سطوت اور بے شمار و بھاری بھرکم لشکروں کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کریگا جن کا مقابلہ کرنا۔ جسے ہزیمت دینا۔ اور جسے متفرق و منتشر کرنا ازحد لازم ہے اور یہ کام صرف دوام ذکر سے نکل سکے گا۔ اور اس کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں انسان رطب اللسان رہے

یعنی کو قریب کرنا یہ ہے کہ خدا کی یاد میں شیطان اور انسان کی اپنی خواہشات اور طویل امیدیں جس سے آخرت کو دور اور انسان کی نظر سے اوجھل کر دیتی ہیں وہی آخرت خدا تعالیٰ کی یاد میں منہمک ہونے سے بالکل قریب آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس لیے وہ ذکر میں اس قدر سرپٹ مشغول ہو جاتا ہے۔ گویا قیامت بپا ہو گئی اور وہ عین میدان قیامت میں خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو بالکل تیار کھڑا ہے۔ یہ حالت طاری ہوتے ہی دنیا خود بخود اس کی نظر میں ذلیل و حقیر دکھائی دینے لگتی ہے اور دل میں آخرت کی عظمت و شان و شوکت کا سکہ بیٹھ جاتا ہے وہی دنیا جو کل تک قریب نظر آتی تھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور وہی آخرت جو آجتک دور معلوم ہوتی تھی آنکھوں کے سامنے نقشہ بن کر نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ دل میں آخرت قریب ہوگی تو دنیا دور ہوتی جائے گی حتیٰ کہ آخرت ایک مرحلہ قریب ہوگی۔ تو دنیا ایک مرحلہ دور ہوگی۔ اور

آخرت کو دل میں قریب تر کرنا از بس ضروری ولابدی ہے جو صرف اسی صورت قریب ہو سکتی ہے کہ انسان ہر وقت ہر آن ذکر میں رطب اللسان رہے

۴۵۔ ذکر بیداری قلب کا موجب

ذکر دل کو نیند سے ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار کر دیتا ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ دل غفلت کی نیند سو چکا ہو تو اس کی سینکڑوں تجارتیں خراب۔ اور ہزاروں منافع برباد اور سراسر خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔ مگر جب نیند سے بیدار اور خواب غفلت سے ہشیار ہو کر اسے پتہ چلتا ہے کہ سونے سے میری فلاں تجارتیں خراب ہوئیں لتنے منافع برباد ہو گئے اور الٹا لتنے خسارے لازم آئے۔ تو پہلے سے بھی زیادہ چالاک اور چاک چوبند ہو کر تلافی مافات کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے بقیہ عمر بھر کے لئے ہشیار و بیدار ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور غفلت و سستی اور نیند کو قریب تک نہیں آنے دیتا۔ اور یہ بیداری و ہوشیاری صرف ذکر الٰہی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ذکر الٰہی سے غافل رہنا ہی گہری نیند اور خواب غفلت کا موجب ہوتی ہے۔

۴۶۔ ذکر شجر معرفت ہے

ذکر وہ درخت ہے جس پر احوال و معارف الٰہی کے وہ پھل لگتے ہیں جس پر سالک و عارف لوگ جان دیتے ہیں اور یہ پھل صرف ذکر الٰہی کے شجر سے حاصل ہو سکتے ہیں پھر جس قدر اس درخت کا پیڑ زیادہ موٹا ہوگا جڑیں راسخ و مضبوط ہوں گی اسی قدر زیادہ پھلدار ہوگا

اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر اس مقام کا نتیجہ و ثمرہ حاصل ہوتا ہے جو توحید خداوندی کے لئے بیداری و ہشیاری کا موجب ہوتا ہے اور ذکر ہی وہ بنیاد ہے جس پر جملہ مقامات کی عمارت اسی طرح کھڑی کی جا سکتی ہے جس طرح کسی بنیاد پر دیوار یا دیوار پر چھت کھڑی کی جا سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خواب غفلت سے بیدار نہ ہو تو اپنی منزل طے نہیں کر سکتا اور بیدار کرنے والی چیز صرف ذکر الٰہی ایک ایسی چیز ہے جو خواب غفلت سے ہوشیار و بیدار کرتی ہے چنانچہ پیچھے بیان ہو چکا ہے اور غفلت ہی دل کی نیند بلکہ اس کے لئے موت کا حکم رکھتی ہے جس کی وجہ سے دل روحانی طور پر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔

۸ ذکر الٰہی قرب خداوندی اور معیت الٰہی کا باعث ہے

ذکر اپنے مذکور (خدا تعالےٰ) کے قریب اور مذکور (خدا تعالےٰ) اس کے ساتھ اور اس کی معیت میں ہو جاتا ہے۔ اور یہ معیت معیت علمی و احاطہ عامہ نہیں۔ بلکہ معیت خاصہ ہے۔ یعنی قرب و ولایت نصرت و محبت اور توفیق و اعانت کے لحاظ سے عزوجل انسان سے دور نہیں۔ بلکہ ساتھ ساتھ ہے۔ جیسا کہ ارشادات باری تعالےٰ میں ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (نحل ع ۱۶)	خدا تعالےٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے
وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بقرہ ع ۳۴)	عزوجل صبر گذاروں کے ساتھ ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ (انفال ع ۲)	اللہ تعالےٰ ایمانداروں کے ساتھ ہے۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ ع)

غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اور ذکر گزار کو اس محبت کا اکثر و فرحہ نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔

أَنَا مَعَ عَبْدِيْ مَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ [1]

جبتک انسان میرے ذکر میں رطب اللسان ہے اور اس کے ہونٹ ہلتے رہیں میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

حدیث قدسی

دیگر حدیث قدسی میں ہے

أَهْلُ ذِكْرِيْ أَهْلُ مُجَالَسَتِيْ وَأَهْلُ شُكْرِيْ أَهْلُ زِيَادَتِيْ وَأَهْلُ طَاعَتِيْ أَهْلُ كَرَامَتِيْ وَأَهْلُ مَعْصِيَتِيْ لَا أُقَنِّطُهُمْ مِنْ رَحْمَتِيْ إِنْ تَابُوْا فَأَنَا حَبِيْبُهُمْ فَإِنِّيْ أُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَأُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ فَإِنْ لَمْ يَتُوْبُوْا فَأَنَا طَبِيْبُهُمْ أَبْتَلِيْهِمْ بِالْمَصَائِبِ لِأُطَهِّرَهُمْ مِنَ الْمَعَائِبِ

اہل ذکر ..... میرے ہم مجلس، اہل شکر ..... میرے زائرین، اہل طاعت ..... میرے اصحاب کرامت ہیں۔ اہل معصیت ..... میرے رحمت پرور ہیں جن کو میں اپنی رحمت سے ناامید نہیں کرنا چاہتا، توبہ کریں تو میں ان کا دوست ہوں کیونکہ توبہ کرنے والوں کو میں محبوب سمجھتا ہوں اور پاکیزہ صفت والوں کو پسند فرماتا ہوں۔ اور اگر علاج ہی نہ کرائیں۔ تو میں خود ان کا طبیب ہوتا ہوں اور مصائب کے اپریشن سے ان کو عیوب سے پاک صاف کر دیتا ہوں۔

[1] بخاری بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲۔

مقام لغزش

جو معیت ذاکر کو نصیب ہوتی ہے اس سے کوئی معیت ہمسری و مشابہت نہیں کرسکتی اور یہ اس معیت سے اخص ہوتی ہے جو ایک محسن و متقی کو عنایت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ ایسی معیت ہے۔ جو نہ عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ وصف سے۔ بلکہ ذوق و وجدان سے معلوم ہوتی ہے اور یہی مقام لغزش ہے جہاں انسان کفر کے قریب تر پہنچ جاتا ہے اور جب تک اس معیت کے ساتھ ساتھ بندہ اور رب قدیم و حادث، خالق و مخلوق، اور عابد و معبود میں فرق نہ کرے تو اسلام سے خارج اور حلولیہ بن کر یا عیسائیوں سے جاملتا ہے یا وجودیہ ہو کر قائلین وحدت وجود میں داخل ہوتا ہے۔ جو وجود باری تعالیٰ کو عین موجودات کا وجود سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے خیال میں نہ کوئی رب ہے نہ بندہ نہ مخلوقات ہے۔ نہ خدائے برحق بلکہ وہ تو رب کو بندہ اور بندہ کو رب اور مخلوقات کو حق تعالےٰ تصور کرتے ہیں، حالانکہ عزوجل تو ان کے بکواسات سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

الغرض مقصود یہ ہے کہ انسان صحیح عقیدہ پر رہے تو فبہا۔ ورنہ جب ذکر و اذکار کا غلبہ و تسلط پوری طرح اس پر مستولی ہو جائے کہ خدا کی یاد بلکہ خود اس کا نفس اس کے دل سے غائب و مخفی ہو جائے۔ اور ہر چیز اس کو خدا نظر آئے تو یقیناً حلول و اتحاد جیسے عقائد فاسد میں مبتلا ہو کر، وہ شریعت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور مرتد و ملعون ہو کر مرے گا۔

ذکرِ صدقہ وجہاد سے افضل ہے نمبر ۴۳

ذکر الٰہی غلام آزاد

کرنے خدا کی راہ میں مال لٹانے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سواری پیش کرنے اور تلوار لیکر میدان جہاد میں خود اپنے نفس کو پیش کرنے کے برابر و مساوی ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ کہ

"جو شخص روزانہ سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ جاتا ہے۔ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک اس دن شیطان سے مصئون و محفوظ رہتا ہے" الحدیث

قولِ ابودرداءؓ

ابن ابی الدنیا بواسطہ اعمش از سالم بن ابی الجعد ذکر فرماتے ہیں کہ کسی نے ابودرداءؓ کو بتایا کہ فلاں شخص نے سو غلام آزاد کیا ہے۔ تو فرمایا کہ سو غلام بہت کافی اور افضل ترین صدقہ ہے لیکن اس سے بھی زیادہ افضل ترین وہ ایمان ہے جو انسان کے روز و شب لازم و ملزوم رہے اور انسان ہر وقت ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہے

قولِ عبداللہ بن مسعودؓ

عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ "سونے کے دینار سخاوت کرنے کی بجائے سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ لینا مجھے زیادہ پسند ہے۔

قولِ دیگر

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرما

لگے کہ "دہنار سخاوت کرنے کی بجائے اتنی دفعہ اللہ اکبر کہنا مجھے تو زیادہ پسند لگتا ہے۔" تو عبداللہ بن عمرو نے فرمایا "راہ چلتے چلتے چند مرتبہ اللہ اکبر کہہ لینا مجھے جہاد میں گھوڑا ابلیش کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

ابودرداء کی صحیح الاسناد حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ عمل نہ بتلاؤں ؟ جو تمہارے لئے تمام اعمال سے بہتر خدا کے ہاں ازحد نفیس و پاکیزہ، بلندی درجات کا اعلیٰ ذریعہ، راہ خدا میں سونا چاندی لٹانے سے بھی بہتر بلکہ اس سے بھی بہتر ہو کہ دشمنان خدا سے لڑتے انہیں مارتے خود بھی جام شہادت نوش کر جاؤ۔ صحابہ نے کہا، یارسول اللہ! فرمایئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ خدا تعالے کا ذکر ہے" (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم لب صحیح)

ذکر راس الشکر ہے نمبر ۱۴

ذکر راس الشکر ہے جس نے ذکر بھلا دیا اس نے گویا خدا تعالے کا شکر ترک کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور عزوجل کی گفتگو

بیہقی رحمہ اللہ زید بن اسلم سے ذکر فرماتے ہیں کہ

"موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، خدایا تیرے انعامات تو بے شمار ہیں، اب مجھے زیادہ شکر بجا لانے کا طریقہ بھی سکھلا دیجئے۔ عزوجل نے جواب دیا مجھے کثرت سے یاد کیجئے۔ کیونکہ آپ کثرت سے میرا ذکر کرینگے تو گویا آپ میرا

کثرت سے شکر بجا لائے اور مجھے بھلا دیا تو گویا آپ نے میری ناشکری کی"
شعب الایمان میں بیہقی رحمہ اللہ عبداللہ بن سلام کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! مولا! کونسا شکر آپ کے شایان ہے؟ عزو
جل نے وحی نازل فرمائی کہ میرے ذکر سے آپ کی زبان ہر وقت تر رہنی چاہیے
موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔ بعض دفعہ جنبی ہوتا ہوں یا پاخانہ پیشاب سے استنجا
نہیں کیا ہوتا؟ عزوجل نے فرمایا کوئی حرج نہیں پھر فرمانے لگے، مولا! کیا
پڑھا کروں؟ فرمایا یہ پڑھا کیجیے۔

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ فَجَنِّبْنِي الْأَذٰى وَسُبْحَانَكَ فَقِنِي الْأَذٰى

فرمایا میں تیری حمد و ثنا اور تسبیح کہتا ہوں مجھے گندگی سے دور رکھیے۔ فرمایا تو پاک ہے مجھے بھی گندگی سے نجات دیجیے۔

جماع و قضاء حاجت کے وقت خدا کی یاد اور اس کی تحقیق

میں (ابن قیم) کہتا ہوں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت خدا تعالے کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور کسی حالت کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنابت و طہارت، ہر حالت میں خدا تعالے کا ذکر فرمایا کرتے تھے؛ رہی پیشاب یا خانے کی حالت تو اس وقت آنحضرت کو کوئی دیکھتا ہی نہیں ہوتا تھا کہ واقعہ نقل کر سکے۔ البتہ آنجناب نے اپنی امت کو جو پاخانہ پیشا

سے قبل و بعد کی دعائیں سکھائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر از حد اہم چیز ہے اور قضاء حاجت سے قبل و بعد بھی انسان کو ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہیے، علی ہذا القیاس جماع کے وقت بھی ذکر مشروع فرمایا کہ یوں کہنا چاہیئے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا	بسم اللہ اے خدایا! ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان سے علیحدہ و محفوظ رکھنا۔

رہی عین قضاء حاجت و جماع کی حالت تو بلا شبہ اس وقت بھی دل میں ذکر الٰہی مکروہ نہیں۔ کیونکہ دل کو ذکر الٰہی کے سوا تو کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ اور تمام دنیا سے محبوب ترین خدا کی یاد سے دل پھیر لینا اس کے لئے ناممکن ہے اور وہ اگر دل کو خدا فراموشی کی تکلیف دے تو یہ تکلیف بالمحال ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔ شعر

يُرَادُ مِنَ الْقَلْبِ نِسْيَانُكُمْ لَنَا وَتَأْبَى الطِّبَاعُ عَلَى النَّاقِلِ	دل سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہم تمہیں بھول جائیں، مگر طبیعت نقل کرنے والے سے انکار کرتی ہے۔

البتہ اس خاص حالت میں، زبان سے کچھ کہنا۔ نہ آنحضرت ؐ نے جائز فرمایا ہے، نہ مشروع، اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی

لہ ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنی بیوی سے ارادہ صحبت کے وقت جو شخص مذکورہ دعا پڑھے۔ تو اس سے جو اولاد ملے گی۔ اسے شیطان تکلیف نہیں دیگا۔ اسے بخاری و مسلم احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

سے منقول ہے اور عبداللہ بن ابی الہذیل فرماتے ہیں ۔

کہ پاخانہ و پیشاب کے سوا ہر حالت بلکہ کوچہ و بازار میں بھی خدا کا ذکر کرنا خدا تعالے کو محبوب تر ہے ۔ رہی قضا حاجت وجماع کی حالت تو ایسی حالت میں اسے اتنا کافی ہے کہ حیا و مراقبہ اور خوف خدا کو اپنا شعار بنائے اور انعامات و احسانات الٰہی کو دل نشین رکھے ۔ یہی طریقہ اس وقت کا سب سے اعلیٰ ذکر ہے ۔ کیونکہ ہر حالت کے لئے اس کا ذکر اس کے مناسب حال ہوتا ہے ۔ اور اس مخصوص حالت کے لائق و مناسب یہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کی ہیبت وجلال اور شان و شوکت کا خوف لاوے اور عزوجل سے شرم و حیا کی چادر اوڑھ لے اور اس دشمن جان و موذی چیز (پاخانہ پیشاب) کے اخراج پر جو اندر ہی رک کر قولنج بن جائے تو ہلاکت نفس و وبال جان بن جائے ۔ خدا تعالے کے انعام و احسانات کو مت بھولے ۔ کیونکہ جس طرح خدا کا کھانا نعمت ہے اسی طرح اس مادہ فاسد کا خروج و دفعیہ بھی یقینا خدا کا انعام ہے ،

حضرت علی رضی اللہ عنہ قضار حاجت سے نکلتے وقت شکم پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے یہ بھی خدا تعالے کی بڑی نعمت ہے ۔ کاش لوگوں کو اس کا قدر ہو سلف صالحین میں سے ایک بزرگ یہ کہا کرتے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰی فِیَّ مَنْفَعَتَهٗ وَاَذْهَبَ عَنِّیْ مَضَرَّتَهٗ	عزوجل کا شکر جس نے طعام کھلا کر ذائقہ ولذت سے حظ اندوز فرمایا اس کے منافع کو بدن میں رکھا اور نقصانات

کو رفع کر دیا۔

علیٰ ہذا القیاس حالت جماع میں یہی ذکر کافی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی یہ نعمت کبھی نہ بھولے۔ کیونکہ دنیوی نعمتوں میں سے یہ نعمت سب سے اعلیٰ ہے۔ تو جب اپنے نفس پر خدا تعالیٰ کے یہ انعامات واحسانات یاد کریگا فوراً اس کے دل سے شکر الٰہی کے جوش وابال بھڑک اٹھیں گے تو معلوم ہوا کہ ذکر راس الشکر ہے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا معاذ خدا کی قسم مجھے آپ بہت پیارے لگتے ہیں چند کلمے سکھاتا ہوں ہر نماز کے بعد ضرور پڑھنا خبردار! ناغہ مت کرنا اور بھول نہ جانا۔ فرمایا پڑھا کرو،

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ [1]	خدایا اپنے ذکر و شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری اعانت و دستگیری فرمایئے

اس دعا میں آنحضرت نے ذکر و شکر دونوں کو جمع فرمایا جیساکہ عز و جل نے آیت

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ ع)	مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا میرا شکر بجالاؤ اور ناشکری مت کرو

میں جمع کر دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ذکر اور شکر سعادت و نیک بختی اور فلاح و نجات کے جامع اور سرچشمہ ہیں۔

ذاکر تمام متقیوں سے مقرب ہے نمبر ۴۵ | متقی و پرہیز گاروں میں

[1] ابو داؤد و نسائی ۱۲۔

سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق اور معزز وہ شخص ہے، جس کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے جو اسرار و اہی کا اسے از حد پاس ہوتا ہے ہر وقت اسے ان کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے اور ذکر اس کی گھٹی و شعار بن چکا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تقویٰ اس کے لئے دخول جنت، اور دوزخ سے نجات کا موجب ہو جاتا ہے اور دخول جنت و نجات نار معمولی چیز نہیں، بلکہ بہترین ثواب و اعلیٰ قسم کا اجر ہے اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اٹھا کر خدا تعالیٰ کے قرب و حضور اور بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا قرب ہی سب سے بہترین و اعلیٰ منزلت و مقام ہے۔

ثواب کی غرض سے عمل کرنے والوں اور قرب الٰہی کے لیے عمل کرنے والوں کا فرق

اور آخرت کے لئے عمل کرنے والے لوگ دو قسم ہیں۔ بعض تو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو محض خدا تعالیٰ کے ہاں درجہ و منزلت اور قرب حاصل کرنے کی بنا پر عمل و تعمیل بجا لاتے ہیں اس لئے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت اور وسیلہ کی طلب میں دوسرے فریق سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ اور عزو جل کے قرب و جوار کے حصول کی خاطر جان دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں عزو جل نے سورہ حدید میں دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (حدید ع ۲)	صدقہ کرنیوالے مردوں اور عورتوں، اور خدا کو قرض حسنہ دینے والوں کے صدقہ وقرض کو دوچند کرکے دیا جائیگا اور ان

کے لئے بہترین اجر ہے۔

پہلا فریق یہ پہلا فریق ہے جو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ (حدید ع ۲)	جو خدا تعالےٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق ہیں۔

یہ اصحاب قرب و منزلت ہیں۔ پھر فرمایا

وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدید ع ۲)	اور شہداء خدا تعالےٰ کے پاس ہوں گے انہیں اجر بھی ملیگا اور نور بھی عنایت ہوگا

اس جملہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پر اس کا عطف ڈال کر یہ مطلب لیا ہے کہ عزوجل مومنین کے متعلق یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ یہی صدیق ہیں، اور یہی شاہد جو قیامت کو تمام امتوں پر شاہد ہوں گے، اور شہادت دینگے۔ ان کے متعلق یہ خبر دی کہ ان کو اجر و ثواب ملے گا لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ تو گویا عزوجل نے ان کے متعلق چار چیزوں کی خبر دی ہے۔ جن میں ایک یہ ہے۔ کہ وہ صدیقون و شہداء ہیں، اور یہی قرب مرتبت و قرب منزلت ہے۔

دوسرا فریق دوسرا فریق کہتا ہے کہ عطف نہیں بلکہ اَلصِّدِّيْقُوْن

کے بعد از سر نو ابتدا شہدا کی حالت بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب و حضور میں ہوں گے اور انہیں ان کا اجر و ثواب اور نور عنایت ہوگا، تو پہلے نیکوکار و اہل احسان متصدقین کا تذکرہ فرمایا، پھر مومنین کا ذکر فرمایا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو کر جڑیں مار چکا ہے۔ اور شربت ایمان سے لبالب بھر چکے ہیں لہٰذا یہ لوگ صدیقون اور اہل علم و عمل ٹھہرے اور پہلا فریق اہل البر والاحسان یعنی نیکوکار و محسنین ہوا لیکن پھر بھی صدیق لوگ محسنین و نیکوکاروں سے بلحاظ کیفیت میں کامل بلکہ اکمل ہیں ان کے بعد پھر شہدا امت اور ان پر نازل کردہ انعامات کا ذکر فرمایا کہ انہیں رزق ملیگا اور نور حاصل ہوگا کیونکہ جب انہوں نے اپنی جان تک خدا کے راہ میں قربان کر دی تو عزوجل نے اس کے عوض ان پر یہ انعام فرمایا کہ انہیں زندہ فرما کر رزق عنایت کیا انہیں رزق بھی ملتا ہے اور نور بھی ملیگا۔ یہ تھا سعید و نیک بخت لوگوں کا تذکرہ۔

اس کے بعد شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر کیا، فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (حدید ع۳)	جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔

اصحاب اجور و طالبین قرب

غرضیکہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عزوجل نے دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اوّل اصحاب اجور دوم اصحاب منزلت و مرتبت اور انہی دو چیزوں (اجر و منزلت) کا فرعون نے جادوگروں سے

وعدہ فرمایا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ کی صورت انہیں انعام ملیں گی چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ جادوگروں نے کہا۔

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ۝ | اگر ہم غالب آجائیں تو کیا کچھ اجر بھی ملیگا

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۝ (اعراف ع ۱۴) | تو فرعون نے جواب دیا کیوں نہیں یقینا مزید براں تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔

یعنی تمہیں دونوں چیزیں انعام کروں گا، اجر بھی دونگا اور اپنی بارگاہ میں قرب منزلت بھی بخشوں گا۔

بہر صورت اعمال کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہمیں اجر ملے اگر عارف لوگ اس لئے عمل کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو اور عزوجل کے ہاں مرتبہ و منزلت بڑھے اور قلبیہ (اہل دل عارفین) کے اعمال بدنیہ اہل ظاہر کے اعمال سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں اگرچہ بدنیہ (اہل ظاہر) کے اعمال بھی بعض دفعہ اہل دل اور عارف لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہو جایا کرتے ہیں۔

عزوجل اور موسیٰ ع کا سوال جواب

بیہقی رحمہ اللہ نے محمد بن کعب قرظی رح سے ذکر کیا کہ مجاہد نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے پروردگار! کون آدمی تیرے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معزز اور برگزیدہ ہے ؟ عزوجل نے جواب دیا جو ہر وقت میرے ذکر میں رطب اللسان رہے، پھر فرمایا، زیادہ عالم کون ہے؟ جواب ملا جو اپنے علم کے ساتھ ساتھ دوسروں کا علم بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ پھر فرمایا زیادہ عادل کون ہے؟ جواب آیا جو شخص

خود اپنی ذات پر وہی فیصلہ صادر کرے جو غیر دل پر صادر کرتا ہے فیصلہ کرتے ہوئے اپنی اور غیر کی کسی کی رعایت نہ کرے پھر دریافت کیا زیادہ گنہگار کون ہے؟ فرمایا جو مجھے تہمت لگائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! تجھے بھی کوئی متہم کر سکتا ہے؟ فرمایا جو مجھ سے خیر و برکت تو طلب کرے، مگر میری تقدیر سے منہ چڑھائے۔

قول ابن عباسؓ

نیز بیہقی نے ابن عباس سے بھی بیان فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے، تو دریافت کیا کہ مولا! تجھے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا، جو مجھے ہر وقت یاد رکھے، اور کسی وقت نہ بھولے۔

کعبؓ کا قول

کعب فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میرے مالک! آپ قریب ہیں؟ کہ تجھے آہستہ بلاؤں اور مناجات کروں یا بعید ہیں؟ کہ تجھے زور سے بلاؤں عزوجل نے فرمایا موسیٰ جو میرا ذکر کرتے ہیں اس کا ہم جلیس و ہم مجلس ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! میں تو بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنا بالکل نامناسب ہے عزوجل نے فرمایا وہ کونسی حالت؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قضاء حاجت یا جنابت کی حالت فرمایا کوئی حرج نہیں ہر حالت میں یاد رکھیئے۔ اور خدا کا ذکر بجا لایئے۔

علیؓ بن عمیر نے فرمایا، مومن کے نامۂ اعمال میں صرف سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کا موجود ہونا روئے زمین کے پہاڑوں برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے

امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول

حسن فرماتے ہیں قیامت کے دن منادی آواز دیگا لوگ کہتے ہیں فلاں اہل کرم اور برگزیدہ لوگ ہیں، آج دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ کون لوگ اہل کرم و برگزیدہ ہیں؟ پھر آواز دیگا کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو نرم و گرم بستروں کو چھوڑ کر خدا تعالےٰ کو خوف و رجا کے ساتھ پکارتے اور دعائیں مانگا کرتے۔ اور خدا کے عطا کردہ مال سے خیرات کیا کرتے تھے جلدی چلے آئیں، تو وہ اٹھینگے اور تمام لوگوں کو پھاندتے کودتے لعوبخ کے ہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر دوبارہ آواز دیگا! دنیا دیکھے گی کہ کرم و بزرگی کے قابل کون ہے؟ پھر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں خدا تعالےٰ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کر سکتی تھی نہ خرید و فروخت روک سکتی تھی تو یہ سب لوگوں کو پھاندتے منادی کے پاس جا پہنچیں گے اسی طرح ہر ساعت ہر حالت ہر پہلو ہر کروٹ پر خدا تعالیٰ کی تعریف و حمد کرنیوالوں کو آواز پڑے گی تو وہ پرے کے پرے باندھ کر دوڑے دوڑے منادی کے پاس چلے آئیں گے اور بے شمار تعداد میں آموجود ہوں گے بعد ازاں باقی بچے کچھے لوگوں کو منادی ہوگی اور حساب شروع ہو گا۔[1]

کثرت ذکر سے لوگ پاگل کہنے لگ جائیں

ابو مسلم خولانی کے ہاں ایک شخص آیا کہنے لگا کوئی وصیت فرمایئے۔ فرمایا ہر جنگل ہر شہر

[1] اس حدیث کے پہلے قطعہ کو جو قیام اللیل میں ہے بیہقی نے اسماء بنت یزید سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے سورہ سجدہ کی ایک آیت میں اسے ابن ابی حاتم سے ذکر کرتے ہوئے

ہر بستی ہیں بلکہ ہر شجر و حجر کے پاس بھی خدا تعالےٰ کا ذکر کیجیے پھر لکھا کچھ اور فرمانے ابومسلم نے فرمایا خدا کا اس قدر ذکر کیجئے کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں وہ شخص کہتا ہے۔ ابومسلم بجد ذکر کیا کرتے تھے کسی آدمی نے آپ کو ذکر کرتے دیکھ پایا اور لوگوں سے کہنے لگا یہ تمہارا آدمی پاگل ویسے وقوف تو نہیں؟ ابومسلم نے بھی سن لیا۔ اور جواب دیا کہ یہ فعل تو جنون نہیں البتہ یہ ذاکر (ابومسلم) ضرور مجنون ہے

ذکر سے قساوت قلبی کا علاج نمبر ۶۴

دل میں قساوت و سختی ہوتی ہے جسے ذکر الٰہی ہی پگھلا کر تحلیل کر سکتا ہے اس لئے انسان کو ذکر الٰہی کے ساتھ اپنی قساوت قلبی و سخت دلی کا علاج کرنا چاہیئے۔

حماد بن زید معلی بن زیاد سے ذکر کرتے ہیں کہ کسی نے امام حسن کو کہا۔ اے ابا سعید مجھے قساوت قلبی کی شکایت ہے۔ فرمایا ذکر الٰہی کی انگیٹھی میں رکھ کر اسے پگھلائیے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل جتنا زیادہ غافل ہوگا اتنا ہی زیادہ سخت اور قاسی ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن جب خدا تعالےٰ کی یاد کریگا۔ تو یہ قساوت و سختی اس طرح پگھلتی جائیگی جس طرح آگ میں شیشہ و تانبا پگھل جاتا ہے غرضیکہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو قساوت قلبی و سنگ دلی کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔

ذکر دل کی دوا ہے نمبر ۶۵

ذکر دل کی دوا اور قلب کی شفا ہے اور غفلت سراسر

مرض و بیماری ہے، یاد رکھئے ہر دل بیمار ہے اور سب کی دوا و شفا ذکر الٰہی میں موجود و مرکوز ہے۔

امام مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

خدا تعالے کا ذکر سراسر شفا ہے مگر کسی انسان کا نام جپنا اور ذکر کرنا سراسر مرض اور بیماری ہی بیماری ہے

امام بیہقی رحمہ اللہ مکحول رحمہ اللہ سے مرفوعا مرسلا ذکر فرماتے ہیں کہ جب دل ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو شفایاب اور تندرست ہو جاتا ہے۔ لیکن ذکر سے جب غافل ہو جاتا ہے۔ تو دوبارہ بیمار اور مریض ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

اِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَیْنَا بِذِکْرِکُمْ فَنَتْرُکُ الذِّکْرَ اَحْیَانًا فَنَنْتَکِسُ	ہم جب بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ کا ذکر کر کے علاج کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن جب

کبھی ذکر ترک کر دیتے ہیں تو دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں۔

ذکر حب الٰہی کا اصل ہے نمبر ۴۸

ذکر محبت الٰہی کا اصل اور راس

الموالات ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا اصل اور راس یعنی ذکر سے تو انسان ہمیشہ خدا تعالے کا ذکر کرتے کرتے اس مقام و منزلت تک پہنچ جاتا ہے کہ عزوجل بھی اس سے دوستی و موالات اور محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و سستی کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا دشمن و مغضوب اور درگاہ الٰہی سے بالکل راندہ جاتا ہے۔

امام اوزاعی حسان بن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں، کہ
عزوجل سے انسان کی ہر خدا دشمنی ہیچ ہوتی ہے مگر ذکر الٰہی سے
کراہت کرنے یا خدا تعالے کا ذکر کرنے والے ذاکر کو برا سمجھنے سے کوئی
دشمنی بڑھ کر نہیں"۔ دیکھئے اس دشمنی وعداوت کا اصل سبب ذکر الٰہی
سے غفلت کرنا ہے۔ اور انسان خدا کی یاد سے غافل رہ رہ کر نہ خود پسند
کرتا ہے کہ ذکر الٰہی بجا لائے اور نہ ہی اور کوئی شخص خدا تعالے کا ذکر کرتا
اسے اچھا لگتا ہے۔ تو اس وقت عزوجل کا پکا دشمن بن جاتا ہے جیسا
کہ ذاکر ذکر کرتے کرتے خدا تعالے کا محبوب ہو جاتا ہے۔

ذکر انعامات الٰہی کے حصول اور غضب الٰہی کے دفع کا موجب ہے

نمبر ۱۵ کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکر الٰہی کے برابر انعامات خداوندی کے حصول
یا عذاب وغضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہو سکے کیونکہ ذکر خدا تعالے
کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کر دینے کا باعث اور غضب
خداوندی کو دفع کرنے کا موجب ہے ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (حج ع ۵) | خدا تعالے ایمانداروں سے اپنا غصہ وغضب دفع کرتا ہے۔

غرضیکہ ایمانداروں میں ذکر الٰہی کے باعث جس قدر قوت ایمانی ہوگی
جتنا ایمان کامل ہوگا جس قدر مادہ ایمانی قوی و مضبوط ہوگا۔ اتنا ہی خدا انہیں

اس سے غضب الٰہی کو دور سے دور رکھے گا۔ چونکہ اصول ہے کہ کوئی جیسا کریگا ویسا بھریگا اسی اصول کی بنا پر جو خدا تعالےٰ کو یاد رکھے گا۔ خدا اس کو یاد رکھیگا اور جو خدا کو بھلائیگا خدا اس کو بھلا دیگا ارشاد الٰہی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم ع۱) شکر کروگے تو میں اور زیادہ دونگا۔

اور ذکر ہر قسم کے شکر سے اعلیٰ ترین شکر ہے اور شکر ازدیاد نعمت کا موجب اور مزید نعمت کا باعث ہے۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی یاد سے غفلت کرنا کتنی بدترین قباحت ہے جو نیکی و احسان میں تجھ سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

ذکر خدا کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا موجب ہے نمبر ۵

ذکر کیوجہ سے ذاکر پر خدا تعالےٰ اور تمام فرشتوں کی صلوات ورحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور غور کیجئے کہ جس کے لئے خدا تعالےٰ دعا کریں اور خود خدا تعالےٰ رحمت نازل فرمائے تو یقیناً وہ فلاح یاب اور کامیاب وفائز المرام ہوگا ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ

ایماندارو کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو وہی تم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس کے

فرشتے کہ تمہیں ظلمات سے نکال کر روشنی میں پہنچائے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مہربان ہے۔	یُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (احزاب ۳۳ ع)

تو یہ خدا تعالےٰ اور ملائکہ کی رحمت و صلوات ہے جس کا اتنا اثر ہے کہ انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچانے کا باعث ہے۔ تو جب خود خدا تعالےٰ اور تمام فرشتوں کی رحمت و صلوات انسان پر نازل ہوں اور اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی میں پہنچا دیں۔ تو پھر خود ہی بتلایئے کہ وہ کونسی خیر و برکت ہے جو انسان کو حاصل نہیں ہوئی؟ اور کونسی برائی و شرارت ہے جو انسان سے دور نہیں ہوئی؟ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو خدا تعالےٰ سے غافل رہ کر اس کے کروڑہا انعامات و احسانات سے محروم و بدنصیب رہ گئے وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

مجالس ذکر جنت کے باغ ہیں نمبر ۵

جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہو اسے مجالس ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہیے کیونکہ ذکر کی مجلسیں جنت کے باغ ہیں۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ نے جابر بن عبداللہ کی حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے

لوگو! جنتی باغوں سے پھل کھایا کرو ہم نے کہا یارسول اللہ جنت کے باغ	يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوْا فِيْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا

رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ مَجَالِسُ الذِّکْرِ ثُمَّ قَالَ اغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَاذْکُرُوْا فَمَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ مَنْزِلَتُہٗ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُنْزِلُ الْعَمَلَ مِنْہُ حَیْثُ اَنْزَلَہٗ مِنْ نَّفْسِہٖ

کون ہیں فرمایا مجالس ذکر، پھر فرمایا صبح و شام اگلے پچھلے پہر جا کر وہاں ذکر کیا کرو کیونکہ جو معلوم کرنا چاہتا ہو کہ خدا کے ہاں ذاکر کی کیا قدر و منزلت ہے تو خود ذاکر بن کر معلوم کر سکتا ہے کیونکہ عزوجل عمل کی وہی قدر و منزلت کرتا ہے جو انسان کروانا چاہے۔

مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہیں نمبر ۵۲

ذکر کی مجلسیں عام مجالس کی طرح نہیں۔ بلکہ فرشتوں کی مجالس ہیں۔ کیونکہ تمام دنیوی مجالس میں سے وہ اسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں خدا تعالےٰ کی یاد اور ذکر الٰہی کیا جائے۔ چنانچہ صحیحین[1] میں بروایت اعمش از ابی صالح از ابی ہریرہ مروی ہے کہ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نامہ نویس[2] فرشتوں کے

[1] بخاری نے تو اسی طریق سے روایت کیا ہے۔ مگر مسلم بطریقہ وہیب از سہیل از ابی ہریرہ روایت کیا ہے [2] علامہ رشید رضا مرحوم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں سَیَّارَۃً فُضُلًا کا لفظ موجود ہے مگر عَنْ کُتَّابِ النَّاسِ (نامہ نویس) کا لفظ موجود نہیں اور بخاری میں دونوں لفظ موجود نہیں البتہ اسماعیلی کی روایت والی بخاری میں صرف فُضُلًا کا لفظ ہے اور یہ یقینیں ہے اسی طرح رفعی حالت کے

(بقیہ برص ۲۲۷)

علاوہ خدا تعالیٰ نے دیگر فرشتے اس ڈیوٹی پر مقرر فرمائے ہیں جو مجالس ذکر کی تلاش میں ہر طرف صرف اسی لئے گشت کرتے پھرتے ہیں کہ کہیں لوگ خدا تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہاں جا کر چند منٹ بیٹھیں اور ذکر الٰہی سنیں پھرتے پھراتے کہیں ایسی مجلس دیکھ پاتے ہیں تو سب کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑو مقصود حاصل ہو گیا تو وہ پرے کے پرے باندھ کر آتے ہیں اور اہل مجلس کو زمین سے آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر جب عزوجل کے ہاں واپس پہنچتے ہیں تو عزوجل خود اہل ذکر کے متعلق واقف و عالم ہونے کے باوجود (خوشی سے) دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ مولا! تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کرتے ہیں عزوجل (پیار سے) دریافت

(بقیہ ص ۲۲۶) ساتھ مروی ہے یا بالضمہ بعدہ سکون. یا بالفتح بعدہ سکون پہلی صورت کو نووی نے اور دوسری کو قاضی عیاض نے اپنی اپنی شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے نیز فُضَلاً بھی روایت کیا گیا ہے بہر صورت اہل علم فرماتے ہیں کہ جملہ روایات کو ملانے سے اس کا معنی یہ نکلا کہ . . . .

. . . . . . جو متعدد ستون اور دیگر منتظمین خلائق ملائکہ سے علاوہ دیگر زائد فرشتے ہیں تو ظاہری یوں معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نسخہ میں کُتَّابُ النَّاس کی زیادتی ہے وہ فُضُلاً کی تفسیر ہے جو اس میں غلطی سے درج ہو گئی ہے اور بعض دفعہ اصل میں ایسی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی تائید و توضیح ہوتی ہے مگر کتابت و طباعت کے وقت ساقط ہو جاتی ہے غرضیکہ اصل نسخہ حدیث میں دیگر الفاظ بھی تھے جنکی ہم نے بروایت بخاری تعمیم کر دی ہے"

حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲۸

کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری ذات کی قسم انہوں نے دیکھا تو نہیں عزوجل فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، مولا! کچھ نہ پوچھئے، وہ دیکھ پائیں تو عبادت کرتے کرتے تھک مریں، اندر سے تیری حمد و ثنا بجا لائیں سختی سے تیری تمجید و بزرگی کہیں اور ہر وقت تیری تسبیح و تقدیس ہی کرتے رہ جائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور کونسی چیز طلب کرتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں، خدایا جنت کا سوال کرتے ہیں خدا تعالےٰ دریافت کرتے ہیں جنت انہوں نے دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں پھر خدا تعالےٰ فرماتے ہیں اگر دیکھ بھی لیں، تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دیکھ پائیں تو پہلے سے بھی زیادہ اس کے طالب ہو جائیں، زیادہ حرص کریں اور اس کے بیحد خواہشمند اور طلبگار بنجائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ کسی چیز سے پناہ بھی مانگتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں عزوجل دریافت فرماتے ہیں کہ دوزخ انہوں نے کبھی دیکھا بھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں دیکھا تو نہیں پھر عزوجل دریافت فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھ پائیں تو بے چارے خوف کے مارے اس سے دور بھاگ جائیں اور ڈر ڈر مریں عزوجل کی رحمت جوش میں آتی ہے اور فرماتے ہیں۔ گواہ رہیے میں نے انہیں معاف کر دیا، اور بخشدیا ایک فرشتہ کہتا ہے، مولا! ان میں فلاں شخص ان کی جماعت کا نہیں تھا۔ وہ تو ... کسی

(حاشیہ صفحہ ۲۲۷) ایک روایت میں ہنم کا لفظ آیا ہے یعنی وہ فرشتوں سے زیادہ واقف ہے ۱۲

اپنے کام کے لئے آیا تھا عزوجل فرماتے ہیں یہ ایسے جلیس ہیں کہ انکا ہمنشین محروم و بے نصیب ہو کر چلا جائے" لہ

دیکھئے! یہ ہے ان بابرکت لوگوں کی مجلس کا اثر جو خود بھی بخشے جاتے اور ان کی برکت سے ان کے ہم مجلس بھی بخشے جاتے ہیں، تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ

وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَمَا كُنْتُ (مریم ع۲) عزوجل نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی ہوں اور جس مقام میں ہوں

اہل ایمان بھی بابرکت ہوتے ہیں. جہاں کہیں ہوں اور جس مقام میں ہوں بابرکت ہی بابرکت ہوتے ہیں لیکن ایک فاجر اور بدکار شخص جہاں بھی ہو اور جس مقام میں ہو بے برکت و منحوس اور شوم ہی شوم ہوتا ہے. معلوم ہوا کہ مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و بکواسات کی مجلس شیطانی مجلس ہوتی ہے. کیونکہ ہر شخص اپنے ہم مثل و ہم شکل کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور ہر کام اپنے مناسب حال کی جانب نسبت کیا جاتا ہے،

اہل ذکر سے عزوجل فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں

نمبر ۵۳. عزوجل ذکر گذاروں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ

لہ مسلم کی روایت میں ہے هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین محروم و بے نصیب نہیں رہتا. ۱۲

صحیح مسلم میں بروایت ابی سعید خدری مروی ہے۔ کہ ابو سعید فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ مسجد میں ایک مجلس کے ہاں تشریف آور ہوئے اور دریافت فرمایا کس لئے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا یہاں بیٹھ کر کچھ ذکر اذکار کر رہے ہیں، فرمایا صرف اسی غرض سے؟ لوگوں نے کہا خدا کی قسم صرف اسی غرض سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے تمہیں متہم سمجھ کر تم سے حلف نہیں لیا۔ اور نہ ہی میں تمہارے برابر کثیر الروایت ہونے کی ہمسری کر سکتا ہوں میں تو بالکل ایک قلیل الروایت آدمی ہوں (بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ایک دفعہ صحابہ سے حلف لیا چنانچہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم ایک دفعہ صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے دریافت فرمایا کیسے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے کہا ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ اور عزوجل کے احسان اسلام اور مسلمان ہونے کے شکرانہ میں اس کی تعریف اور حمد و ثنا کر رہے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا! صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا بخدا! محض اسی لئے بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں حضور صلعم نے فرمایا میں تم سے متہم سمجھ کر حلف نہیں لے رہا ہوں بلکہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ میرے پاس آئے ۔ اور خبر دی کہ عزوجل تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں"

عزوجل کی یہ فخر و مباہات اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اشرف ترین چیز ہے اور خدا تعالےٰ کو از حد محبوب ہے۔ اور جملہ اعمال پر اسے مزیت و فوقیت ہے

دوام ذکر سے انسان ہنستے ہوئے جنت میں جائیگا نمبر ۵

ذکر الٰہی پر مداومت کرنے والا شخص خوشی کے مارے خنداں خنداں

اور ہنستے ہنستے جنت میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے ابی درداءؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"جن کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہتی ہے وہ ہنستے ہنستے اور خنداں خنداں جنت میں داخل ہوں گے"

جملہ اعمال قیام ذکر کے لئے مشروع کئے گئے ہیں

نمبر ۵۵۔ تمام اعمال اِقَامَتْ لِذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ذکر الٰہی کو قائم دائم اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنے کی غرض سے مشروع کئے گئے ہیں تو گویا جملہ اعمالؑ کے اجراء و مشروعیت کا اصل مقصد ذکر الٰہی کا حاصل کرنا ہے، ارشاد باری ہے

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ع ۱) میری یاد اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کیجئے

"لِذِکْرِیْ" میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض ذکر کو مصدر مضاف لفاعل سمجھ کر یوں ترجمہ کرتے ہیں، نماز پڑھئے تاکہ میں تمہیں یاد رکھوں، بعض فاعل کی بجائے مذکور کی طرف مضاف سمجھتے ہوئے یہ مطلب لیتے ہیں کہ تم مجھے یاد رکھ سکو۔ اس صورت میں لام تعلیلیہ ہوگا بعض لام وقتیہ بناتے ہیں یعنی میرا ذکر کرتے وقت نماز پڑھو جس طرح آیات ذیل میں وقتیہ ہے۔ ارشاد ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل ع) سورج ڈھلتے نماز پڑھئے

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (انبیاء ع ۲) قیامت کے روز ہم انصاف کا ترازو (میدان میں) لگائیں گے

مذکورہ بالا آیت سے ظرفیت کا معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ مگر اس تفسیر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ لام ظرفیہ کے بعد اسم ظرف و اسمائے زمان آنا چاہئیں اور ذکر ظرف نہیں، بلکہ مصدر ہے، ہاں یہ جواب دیا جائے، کہ یہاں ظرف زمان محذوف سمجھی جائے یعنی عِنْدَ وَقْتِ ذِكْرِي میرے یاد کرنے کے وقت، اور یہ احتمالی معنی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ لام تعلیلیہ بنایا جائے یعنی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِاَجْلِ ذِكْرِي میرے یاد کرنے کی وجہ سے نماز قائم کیجئے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اقامت نماز اس وقت ہو جب خدا انسان کو یاد کرے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کے ذکر کرنے سے پہلے خدا اور تعالیٰ انسان کو یاد کرتے ہیں جب ہی تو ذکر الٰہی کا القاء و الہام ہوتا ہے۔ لہٰذا تینوں معنی درست ہیں۔

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنکبوت ع ۲۹)

اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجئے کیونکہ نماز فحش و بد کاموں سے روک دیتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ذکر یقیناً ہر چیز سے بہت بڑا ہے

بعض اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ تم نماز میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو اور جو اسے یاد کرے خدا اس کو یاد کرتا ہے۔ تمہارے اللہ اللہ کرنے کی نسبت خود عزوجل کا تمہیں یاد کرنا کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، اور یہ تفسیر عبداللہ بن عباسؓ، سلمانؓ، ابی درداءؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے ابن ابی الدنیا عطیہ سے بواسطہ فضیل بن مرزوق ذکر کرتے ہیں، کہ

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ، فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ کی تفسیر ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے ذکر الٰہی بجالانے کی نسبت خدا تعالیٰ کا ہمیں یاد کرنا ہر ذکر سے اعلیٰ و افضل ہے۔

ابن زید اور قتادہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں خدا کا ذکر کرنا تمام چیزوں کے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔

سلمانؓ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل جملہ اعمال سے افضل ہے فرمایا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہ عزوجل فرماتے ہیں وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ابی درداء کی گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت میں پیش کی جا سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر و پاکیزہ اور سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہترین عمل نہ بتلاؤں؟ الخ

شیخ الاسلام ابو العباس امام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہٗ فرمایا کرتے تھے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نماز کے دو بڑے مقصد ہیں جو دو نو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں اوّل یہ کہ نماز فحش و بیحیائی اور بُرے کاموں سے روکنے کا موجب ہے اور وہ ذکر الٰہی پر مشتمل ہے دوم یہ کہ اس کے اندر ذکر جیسی اعلیٰ چیز موجود ہے جو نہی عن الفحشاء والمنکر سے بھی اعلیٰ ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے۔ کہ آپ سے دریافت فرمایا گیا، کونسا عمل تمام اعمال سے افضل ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے"

سنن میں بروایت عائشہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طواف بیت اللہ اسعی بین الصفا والمروہ منیٰ کے جمرات کو کنکر مارنا سب ذکر الٰہی کے قائم دائم رکھنے کی غرض سے کئے جاتے ہیں (ابو داؤد۔ ترمذی حسن صحیح)

کثرت ذکر افضل الاعمال ہے نمبر ۵۶

دنیا میں طرح طرح کے عمل اور قسم قسم کے عامل ہیں کوئی روزہ دار ہے، تو کوئی حاجی، کوئی صدقہ دیتا ہے، تو کوئی دیگر عمل کرتا ہے لیکن سب سے اعلیٰ و افضل عمل اس شخص کا عمل ہے جس میں ذکر الٰہی کا اکثر و بیشتر حصہ موجود ہو لہٰذا سب سے اعلیٰ روزہ دار وہ ہے جو روزہ میں خدا تعالےٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے سب سے بڑا سخی و متصدق وہ ہے جو کثرت سے خدا کا ذکر کرے سب سے بڑا حاجی وہ ہے جو اپنے حج میں اعز و جل کا ذکر بڑھ چڑھ کر ادا کرے علیٰ ہذا القیاس دیگر اعمال کو سمجھ لیجئے

اس کے متعلق ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اہل مسجد میں سے کون شخص زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالےٰ کا ذکر کرے۔ پھر سوال کیا گیا کونسا جنازہ بہتر ہے؟ فرمایا جس میں خدا تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے پھر پوچھا گیا مجاہدین میں سے کونسا مجاہد بہتر ہے۔ فرمایا جو خدا تعالےٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے پھر دریافت کیا گیا حاجیوں میں سے کونسا حاجی[له] بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے پھر دریافت کیا گیا کہ تمام انسانوں یا عابدوں میں سے کونسا آدمی بہتر ہے فرمایا جو کثرت سے خدا تعالےٰ کا ذکر کرے۔

ابو بکر کا قول ہے ذکر گذار لوگ تمام خیر و برکت لوٹ لے گئے

له نزل الابرار میں ہے دَاعِیُ الْعُوَّادِ خَیْرٌ کو تسبیح عبادت گذار بہتر ہیں ۱۲ ه یہ ابن ابی الدنیا حدیث کے تخریج کنندہ ہیں۔

عبید بن عمیر فرماتے ہیں
رات کی مشقت سے اگر تنگ آ گئے ہو مال خرچ کرنے سے بخیل و شوم بن گئے ہو اور دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے بزدل ہو گئے ہو تو کثرت سے عزوجل کا ذکر کرو، اور خدا تعالیٰ کی یاد کرو۔

ذکر الٰہی تمام نفلی عبادات کا کام دے جاتی ہے نمبر ۵

ذکر الٰہی پر دوام و مداومت تمام تطوعات و نفلی عبادات کی نائب اور ان کی قائم مقام کام دے جاتی ہے خواہ وہ تطوعات بدنی ہوں یا مالی یا بدنی بھی ہوں اور مالی بھی، جیسے نفلی حج اور اس کا ثبوت حدیث ابی ہریرہؓ میں بصراحت موجود ہے کہ فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے یا رسول اللہؐ مالدار تو بڑے بڑے اعلیٰ درجات اور ابدی نعمتیں حاصل کر گئے ہماری طرح وہ نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں روزے بھی رکھ لیتے ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس زائد مال بھی موجود ہوتا ہے اس لئے وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کر لیا کرتے ہیں اور ہم ویسے کے ویسے ان سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کر سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسی صورت نہ بتلاؤں؟ کہ جو تم سے فوقیت لے گئے ہیں ان کے مساوی اور دوسروں پر فائق ہو جاؤ اور تم سے وہی شخص فائق و افضل ہو سکے جو تمہاری طرح اس عمل کو کرنے لگ جائے فقراء نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! ضرور بتلایئے، حضورؐ نے فرمایا ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللہُ اَکْبَرُ پڑھا کرو (متفق علیہ)

دیکھیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوت شدہ حج وعمرہ اور جہاد کے عوض انہیں ذکر کی تلقین فرمائی اور بتلایا کہ ذکر کرنے سے وہ ان سے فائق ہو جائیں گے" لیکن جب مالداروں کو پتہ چلا تو وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور صدقات وعبادات کے ساتھ ساتھ پھر مالی لحاظ سے فائق رہے اور خیرات مال کے ساتھ ذکر کر کے دونوں فضیلتیں حاصل کر گئے لہٰذا دوبارہ بیچارے فقراء کو مطالبہ کرنا پڑا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شکایت لے پہنچے کہ وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور مالی لحاظ سے بھی ہم پر فائق رہے جو کہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اب کیا کریں؟ حضور نے فرمایا میاں! پھر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے"

عبداللہ بن بسر کی حدیث میں ہے کہ

ایک جنگلی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام کے اکثر عادات وسنن اور احکام وشرائع کا پتہ چل گیا ہے۔ اب کوئی ایسی جامع چیز ارشاد فرمایئے جو میرے لئے کافی ووافی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر الٰہی کو اپنے پر لازم کر لیجیے کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ مجھے کافی ہے؟ فرمایا کافی بلکہ زائد ہے"[۱]

دیکھیے ناصح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا ذریعہ بتلایا جو شرائع اسلام پر ہر وقت اسے برانگیختہ وشائق رکھے ہر دم اسے ان کی حرص وطمع دامنگیر رہے۔

---

[۱] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰہِ: رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۱۲

بلکہ زیادہ سے زیادہ انہیں جمع کرنے کی سعی وکوشش میں منہمک رہے کیونکہ جب ذکر الٰہی کو وہ اپنا شعار بنالے گا تو اسے ذکر سے بھی محبت ہوگی اور ذکر محبوب کھنے والے خدائے مسبب الاسباب سے بھی کیونکہ عزوجل کو تقرب الٰہی کے بعد شرائع اسلام سے زیادہ کوئی چیز محبوب تر نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسی چیز بتلادی جس سے وہ شرائع اسلام کو بخوبی ادا کر سکے اور اس پر تمام سنن و احکام و شرائع کا ادا کرنا بالکل سہل و آسان ہوجائے اور اس کا نام ہے "ذکر الٰہی"

ذکر الٰہی اطاعت الٰہی کا سب سے بڑا معاون ہے

نمبر ۵ ذکر الٰہی خدا تعالیٰ کی طاعات وعبادات پر سب سے بڑا معاون ہے۔ کیونکہ ذکر کی تاثیر سے انسان کو طاعات خداوندی سے انس و محبت ہوجاتی ہے اور بالکل سہل و آسان معلوم ہوتی ہیں طبیعت میں کچھ کوفت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ادا کرنے میں اسے اس قدر حظ و سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے اس قدر خوشی و مسرت ہوتی ہے اور اس قدر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ نہ انہیں اسے مشقت معلوم ہوتی ہے نہ طبیعت میں گرانی محسوس ہوتی ہے جتنی کہ غافل انسان کو غافل رہ کر تکلیف و مشقت اور گرانی محسوس ہوتی ہے اور تجربہ و مشاہدہ اس کا شاہد و مؤید ہے جس سے خود بخود حقیقت حال منکشف ہو سکتی ہے۔

ذکر سے تمام مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں نمبر ۵۹

ذکر الٰہی ہر مشکل کو

آسان صعب کو سہل عسیر کو یسیر اور ثقیل کو خفیف کر دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی

مشکل نہیں جو ذکر کی برکت سے آسان نہ ہو کوئی عسیر نہیں جو لیسیر نہ ہو کوئی مشقت نہیں جو خفیف نہ ہو کوئی شدت و سختی نہیں جو زائل نہ ہو کوئی مصیبت نہیں جو اس کی برکت سے دور نہ ہو سکے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو شدت و سختی کے بعد کشادگی، تنگی کے بعد آسانی عسر کے بعد لیسر اور رنج و غم کے بعد مسرت و فرحت کا موجب ہوتا ہے۔

ذکر سے تمام خطرے دور ہو جاتے ہیں نمبر ۶۰

ذکر تمام خوف و

خطرات اور ہولناکیوں کو دفع کرتا اور تحصیل امن میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے کیونکہ سخت سے سخت خوف و خطرات اور ہولناک مصیبتوں میں گھرے ہوئے انسان کے لئے بھی کوئی چیز ذکر سے زیادہ نافع اور فائدہ مند نہیں۔ ذاکر خدا تعالےٰ کا جتنا ذکر کرتا ہے اتنا ہی اسے امن حاصل ہوتا ہے اور خطرات زائل ہوتے جاتے ہیں حتی کہ وہی خطرات جو اس کے لئے خوف کا موجب ہوتے ہیں امن سے بدل جاتے ہیں مگر اس کے برعکس غافل انسان امن کے باوجود خوفزدہ رہتا ہے حتی کہ وہی امن اس کے لئے خطرات بن جاتے ہیں۔ اور جس میں ادنیٰ سا بھی احساس ہو وہ دونوں کا تجربہ و مشاہدہ کر سکتا ہے وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

ذکر سے بے حد قوت حاصل ہوتی ہے نمبر ۶۱

ذکر سے اس قدر

قوت ... بڑھ جاتی ہے۔ کہ ذاکر وہ کام کر گذرتا ہے جس کے بغیر وہم و گمان میں بھی اس کا تصور نہیں آسکتا

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں

میں (ابن قیم ؒ) نے اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو ایک اثر ذکر کرتے سنا تھا آپ فرمایا کرتے فرشتوں کو جب عرش الٰہی اٹھانے کا حکم ملا تو کہنے لگے خدایا ہم تیرا عرش کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ جبکہ اس پر تیری عظمت و جلال کا بھاری بھرکم بوجھ موجود ہے عزوجل نے فرمایا پڑھو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو انہوں نے پڑھتے ہی عرش الٰہی اٹھالیا۔ بعد ازاں بعینہ یہ اثر مجھے مل گیا کہ

ابن ابی الدنیا نے یہی اثر لیث بن سعد از معاویہ بن صالح سے ذکر فرمایا کہ معاذ بن صالح نے کہا ہمارے استاذ نے بیان فرمایا کہ روایت پہنچی ہے کہ

عرش الٰہی جب پانی پر تھا تو عزوجل نے سب سے پہلے حاملین عرش کو پیدا کیا انہوں نے دریافت کیا پروردگار! آپ نے ہمیں کس لئے پیدا کیا؟ ارشاد ہوا اپنی تخت برداری کے لئے کہنے لگے خدایا تیرا عرش اٹھانے کی کس کو طاقت؟ حالانکہ اس پر تیری عظمت و جلال اور تیرا رعب و قار موجود ہے عزوجل نے فرمایا پیدا تو اسی لئے کیا ہے فرشتوں نے بار بار عذر پیش کیا تو عزوجل نے فرمایا پڑھو لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے ہی انہوں نے فوراً عرش الٰہی کو اٹھالیا،

اور بڑے بڑے مشکل معاملات کو طے کرنے تکلیفیں سہ جانے بشاہی دربار وں تک رسائی اور بڑے بڑے بادشاہوں سے نہ جھکنے میں بلکہ ہولناک سے ہولناک اور خطرناک سے خطرناک حالتوں سے صحیح سالم نکل جانے میں اس کلمہ بابرکت کی

عجیب و غریب تاثیر دیکھی ہے بلکہ اس میں فقر و فاقہ اور افلاس دور کرنے کی قدرتی تاثیر بھی موجود ہے

چنانچہ ابن ابی الدنیا بواسطہ لیث بن سعد عن معاویہ بن صالح عن اسد بن وداعہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے وہ کبھی مفلس نہیں ہوگا

حبیب بن سلمہ نے جب دشمن سے مٹھ بھیڑ ہوتا یا کوئی قلعہ فتح کرنا ہوتا تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے کو بہت پسند فرماتے ایک دفعہ آپ کوئی رومی قلعہ فتح کرنے گئے ہی تھے کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی دیگر مسلمانوں نے بھی زور سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور نعرۂ تکبیر کہا تو فوراً قلعہ بھی زمین پر دھڑام آگرا

مقابلہ اعمال میں اہل ذکر کی جیت نمبر ۶۲ | میدان مقابلہ میں

جملہ اعمال آخرت کا مقابلہ ہو رہا ہے جس میں ذکر گذار و ذاکر لوگ ہی جیت رہے ہیں لیکن فی الحال دنیا کی گرد و غبار آلود زندگی انکے غلبہ و جیت کی رویت سے مانع ہے اس دنیوی زندگی کی گرد و غبار ہٹتے ہی روز روشن کی طرح سب کچھ عیاں ہو جائیگا اور تمام لوگ خود اپنی آنکھوں مشاہدہ کرلیں گے کہ کون شخص تمام اعمال میں سب سے بڑھ کر جملہ اعمال میں جیت گیا ہے

ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ محمد بن عجلان نے عمر نامی عفرہ کے غلام سے سنا کہ قیامت کے روز جب عملوں کے ثواب سے پردہ منکشف ہوگا تو ذکر سے زیادہ کوئی عمل لوگوں کو افضل نہیں دکھائی دیگا تو اسوقت تمام لوگ افسوس کرنے لگجائیں گے اور کہینگے کہ افسوس! ذکر سے زیادہ تو کوئی چیز آسان نہیں تھی اور ہم محروم ہی رہ گئے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سِیرُوا سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ قَالَ: اَلَّذِیْنَ اُھْتِرُوْا فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَوْزَارَھُمْ

چلے چلو! مفردون سبقت لے گئے صحابہ نے دریافت کیا مُفَرِّدون کون ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا جو ذکر الٰہی میں ہر دم خوش رہتے ہیں اور ذکر ان کی تمام تکلیف و مصیبتیں رفع کر دیتا ہے۔

اُھْتِرُوْا بِالشَّیْءِ وَفِیْہِ۔ کسی چیز پرست و دیوانہ ہو گئے اسے چمٹ گئے اور اسے اپنا شعار بنا لیا

حدیث کے بعض الفاظ ہیں اَلْمُسْتَھْتِرُوْنَ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور مُسْتَھْتِرُوْنَ کا معنی ہے شیفتگان ذکر۔ عربی میں کہا جاتا ہے اُسْتُھْتِرَ فُلَانٌ بِکَذَا یعنی اس پر شیفتہ ہو گیا۔ اس کی ایک دیگر تفسیر یہ ہے۔ کہ اُھْتِرُوْا فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے بوڑھے ہو گئے حتیٰ کہ ان کے ہم عمر بھی فوت ہو گئے۔ مگر وہ ابتک ذکر الٰہی میں مشغول ہیں عربی میں کہا جاتا ہے۔ اُھْتِرَ الرَّجُلُ فَھُوَ مُھْتَرٌ جب کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے مخبوط الحواس ہو کر بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جائے بہکی بہکی باتوں کو ھِتْر کہتے ہیں گویا اس نے ذکر الٰہی میں اتنی عمر گذار دی کہ اس کے ہوش و حواس تک قائم نہ رہے نیز باطل کو بھی ھِتْر کہتے ہیں رَجُلٌ مُسْتَھْتِرٌ یعنی کثیر الاباطیل زیادہ دروغ گو۔

اسی طرح ابن عمر کی حدیث میں ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْتَھْتِرِیْنَ خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ مُسْتَھْتِر دروغگو بنوں

غرضیکہ اس کی حقیقت لفظی یہ ہے کہ اِسْتَھْتَارَ کسی چیز سے محبت کی

وجہ سے اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر لینا خواہ حق ہو یا باطل۔ لیکن اس کا اکثر استعمال باطل میں ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ جب کہا جائے فُلَانٌ مُسْتَهْتِرٌ تو اس سے صرف باطل کا معنی ہی سمجھا جاتا ہے البتہ جب کسی شئے سے مقید کر دیا جائے تو اس وقت تقید ہی معنی مراد ہوگا جیسے هُوَ مُسْتَهْتِرٌ وَقَدِ اسْتُهْتِرَ فِي ذِكْرِ اللهِ یعنی ذکر الٰہی پر شیفتہ ہو کر جنونانہ وار پلٹ پڑا۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں

أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ حَتّٰى يُقَالَ مَجْنُونٌ — خدا کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں

عز وجل سے ذاکر کی تصدیق نمبر ۶۳

ذکر انسان کے لئے عز وجل کی جانب سے

تصدیق و صادق کہلانے کا مستحق بنا دیتا ہے کیونکہ ذاکر خدا تعالیٰ کے اوصاف کمال و نعت جلال بیان کرتا ہے اور جب ذاکر اوصاف و نعوت بیان کرتا ہے تو عز و جل خود

لہ المصباح المنیر میں ہے اِسْتُهْتِرَ یعنے خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کیا کچھ کر رہا ہے فائق میں زمخشری فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْتَهْتِرِينَ میں مُسْتَهْتِرٌ بننے سے پناہ مانگتا ہوں مُسْتَهْتِرِينَ کمینہ و خسیس لوگوں کو کہتے ہیں جنہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی نے نہیں کیا کہا یا وہ لوگوں سے کیا بکواس بکتے ہیں اور اس حدیث کو ترمذی و حاکم نے بلفظ ذیل روایت کیا ہے کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ الْمُسْتَهْتِرُونَ فِي ذِكْرِ اللهِ يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَثْقَالَهُمْ فَيَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا ذکر الٰہی کے شیفتہ مفردون سبقت لے گئے جن کے تمام بوجھ کو ذکر الٰہی دور کر دے گا تو قیامت کے دن وہ ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے اس کی سند صحیح ہے۔

اس کی تصدیق و تائید کرتے ہیں اور جسے خود خدا تعالے سچا کہے عزوجل خود اس
کی تصدیق فرمائے تو وہ جھوٹے اور کاذب لوگوں میں کیونکر اٹھایا جا سکتا ہے
بلکہ اس کا حشر یقیناً صادقین و سچے انسانوں میں ہوگا۔

ابو اسحٰق اغر مسلم[۱] سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ و ابو سعید خدری رضی
اللہ عنہما شاہد ہیں کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب لَا اِلٰہَ اِلَّا
اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے
تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں
اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ جب کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ یعنی صرف
تنہا محض خدا ہی معبود ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے صحیح کہا
صرف میں ہی معبود ہوں جب کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ یعنی صرف
خدا ہی معبود و قابل پرستش ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو عزوجل فرماتے ہیں
میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں میرا کوئی شریک نہیں جب
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ کہتا ہے یعنی صرف خدا ہی قابل پرستش ہے اسی
کی حکومت ہے اور وہی حمد و ثنا کے قابل ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے
نے سچ کہا میں ہی قابل پرستش ہوں میری ہی حکومت ہے اور میں ہی قابل حمد و
ستائش ہوں جب کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی صرف خدا
ہی معبود و قابل پرستش ہے نیکی کرنے اور بدی سے ہٹنے کی توفیق صرف امداد

[۱] یہ مسلم بن کیسان ہیں نسائی نے فضیلت سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر میں اس کے
واسطے سے ابی ہریرہ و ابی سعید سے روایت کیا ہے۔ ترغیب و ترہیب حافظ منذری ۱۲

خداوندی پر موقوف ہے تو عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود و قابل پرستش ہوں نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق محض میری دستگیری و اعانت سے ہی ہوتی ہے۔ پھر بعد ازاں کہا جسے مرتے دم یہی کلمات پڑھنے نصیب ہو جائیں وہ دوزخ سے بالکل نجات یافتہ ہو جائیگا

ذکر سے محلات بہشتی کی تعمیر نمبر ۱۴۶

بہشتی قصور و محلات کی ذکر سے تعمیر کی جاتی ہے جب ذاکر ذکر سے رک جائے تو فرشتے بھی تعمیر بند کر دیتے ہیں

ابن ابی الدنیا اپنی کتاب میں حکیم بن محمد اخنسی سے ذکر کرتے ہیں کہ مجھے حدیث ملی ہے کہ بہشتی قصور و محلات کی تعمیر ذکر سے ہوتی ہے جب ذکر کرنا بند کر دیں تو تعمیر بھی بند ہو جاتی ہے پوچھا جائے تو فرشتے کہتے ہیں کہ سامان نہیں ہے

ابن ابی الدنیا نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سات دفعہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم اس کے لیے جنت میں ایک برج تیار کیا جاتا ہے اور جس طرح جنت کے محلات ذکر سے تیار ہوتے ہیں اسی طرح جنت کے باغ اور پودے بھی ذکر سے بنتے ہیں۔

جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قول ہے کہ جنت کی زمین بھی بہترین اور پانی بھی اعلیٰ ہے مگر بالکل صاف چٹیل میدان اور اسکے درخت ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پس معلوم ہوا کہ ذکر ہی اس کے محلات اور ذکر ہی اس کے درخت ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ بن عمر سے حدیث روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں بہت بہت درخت لگاؤ صحابہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ بہشت کے درخت کیا ہیں فرمایا ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

ذکر انسان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائے گا

نمبر ۶۵ ذکر انسان اور جہنم کے درمیان دیوار بنجاتا ہے جب وہ کسی دوزخی راستے پر چلنا چاہتا ہے تو ذکر الہی رستے میں دیوار بن کر حائل ہوجاتا ہے ذکر دائمی اور کامل ہوگا تو وہ دیوار بھی محکم و مضبوط اور پختہ ہوگی جس میں سے گذرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ ورنہ وہ گناہ میں مبتلا ہو کر رہے گا۔

عبدالعزیز بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہتا تھا اس نے ایک مسجد بنائی اور اس کے محراب میں سات پتھر لگائے جب نماز پڑھنے لگتا تو پتھروں سے مخاطب ہو کر کہتا میں تمہیں اپنے عقیدہ پر گواہ بناتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ قادہ بیمار ہو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اسے دوزخ میں چلے جانے کا حکم سنادیا [illegible] ہے کہ میں نے پتھروں میں سے ایک پتھر کو جسے خوب جانتا ہوں دیکھا کہ دوزخ کے منہ پر پھیل کر آگیا اور دوزخ کا ایک دروازہ بند کردیا حتی کہ اسی طرح تمام پتھروں نے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردئے۔

ذاکر کے حق میں فرشتوں کی استغفار نمبر ۶۶

فرشتے ذاکر کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ تائب الذنوب کے لیے دعاء مغفرت فرماتے ہیں چنانچہ حسین معلم بواسطہ عبداللہ بن بریدہ از عامر شعبی عبداللہ بن عمرو بن عاص کا

قول روایت کرتے ہیں کہ مجھے عزوجل کی نازل کردہ کتاب (قرآن حکیم) میں غور و استنباط سے معلوم ہوا کہ

انسان جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جب پورا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ (خدایا اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیجئے) جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ فرشتے کہتے ہیں وَبِحَمْدِہٖ اور جب پورا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرشتے کہتے ہیں وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور جب پورا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ (خدایا اپنے بندے کو بخش دیجئے)

ذاکر سے دشت و جبل کی فخر و مباہات نمبر ۴

پہاڑ اور وادیاں ذاکر کی وجہ سے فخر و مباہات کرتی اور خوش ہوتی ہیں کہ فلاں ذاکر نے ہم پر ذکر الٰہی کیا ہے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو نام لیکر دریافت کرتا ہے کہ آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں گذرا ہے تو اسے بیحد خوشی ہوتی ہے"

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں بعض میدان دوسرے میدانوں کو آواز دیکر پوچھتے ہیں کہ کیا تیرے پر سے آج تم میں سے کوئی ذاکر تو نہیں گذرا؟ تو جواب میں بعض کہتے ہیں ہاں اور بعض کہتے ہیں نہیں جواب دیتے ہیں کہ ہاں [illegible]

سے نقل کرتے ہیں کہ بعض پہاڑ بھی دوسرے پہاڑ کو نام لیکر بلاتے ہیں کہ او فلاں آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ بعض اثبات میں جواب دیتے ہیں اور بعض نفی میں۔

کثرت ذکر سے برات نفاق نمبر ۶۸

کثرت سے عزوجل کا ذکر کرنا نفاق سے

نجات کا موجب ہوتا ہے کیونکہ منافق عزوجل کو بہت کم یاد کیا کرتے ہیں ارشاد باری ہے

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (نساء ع)

عزوجل کا بہت کم ذکر کرتے ہیں

کعب فرماتے ہیں جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے

اور واللہ اعلم شاید عزوجل نے اسی لئے سورہ منافقون کو اپنے قول

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

(سورہ منافقون ع)

ایماندارو تمہیں تمہارے مال اولاد ذکر الٰہی سے غافل نہ کردیں جو ایسا کریگا۔ تو یقیناً وہی لوگ خسارہ میں رہیں گے

سے ختم فرمایا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے غفلت کی وجہ سے گندگی نفاق میں پھنس گئے

اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خارجیوں کے متعلق روایت کیا گیا تو فرمایا وہ منافق نہیں خدا تعالےٰ کو کم یاد کرتے ہیں"

معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کا ذکر کم کرنا نفاق کی علامت ہے اور کثرت سے ذکر کرنا نفاق سے امن کا موجب ہوتا ہے اور خدا عزوجل اس سے کہیں منزہ و برتر ہے کہ ایک ذکر گذار دل کو نفاق میں مبتلا کردے۔ بلکہ یہ تو ذکر الٰہی سے دائمی

غفلت کا خمیازہ ہے جو اسے بھگتنا ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی کی لذت تمام لذات سے بہتر ہے نمبر ۶۹

صرف ذکر میں ایک ایسی لذت و چاشنی ہوتی ہے جس کی نظیر مشکل ہے انسان کو سارے ثواب کی بجائے محض وہی لذت و سرور حاصل ہو جاتا ہے جو ایک ذکر گذار کو حاصل ہوتا ہے وہ تمام نعمتیں مل جائیں جو اس کے لئے ادھر حاصل ہوتی ہیں تو اتنا ہی کافی عوض ہے اسی لئے مجالس ذکر کو ریاض الجنۃ جنت کے باغ کہا گیا ہے

مالک بن دینار فرماتے ہیں کوئی لذت لذت ذکر کی ہمسری نہیں کر سکتی کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں جو ذکر سے زیادہ خفیف و آسان ہو اور نہ ذکر سے زیادہ لذت دار ذکر سے زیادہ خوش کن اور ذکر سے بڑا محرک قلب کا باعث ہو

ذکر سے دنیا میں چہرے کی رونق اور آخرت میں نورانیت نمبر ۷۰

ذکر دنیا میں بھی چہرے کی رونق تروتازگی اور بشاشت اور آخرت میں بھی نورانیت کا موجب ہوتا ہے لہذا خدا تعالیٰ کے ذکر گذار بندے دنیا میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ تروتازہ اور بارونق چہرہ ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی سب سے زیادہ ان کو نور ملے گا۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ

سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر کہے وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہو گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ چمکتا ہو گا۔

کثرت ذکر سے گواہوں کی کثرت ہر جگہ ہر مقام سفر میں حضر

میں اندر باہر گھر میں جنگل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا انسان کے خود اپنے لئے قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ گواہان و شاہد بنانے کا باعث ہے کیونکہ زمین کا ہر قطعہ ہر ٹکڑا گھر باہر جنگل پہاڑ ذاکر کے لئے قیامت کو گواہی دے گا ارشاد باری ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (زلزال)

جب زمین سخت ہلائی جائیگی اور وہ اپنے اندر کی تمام چیزیں نکال باہر کریگی اور انسان کہے گا اسے کیا ہو گیا؟ تو اس دن وہ اپنی سب باتیں بتا دیگی کیونکہ عزوجل اسے سب کچھ بتا دینے کا حکم صادر فرما چکے ہیں۔

ترمذی میں ایک جماعت نے ابو اسلام سعید مقبری ابو ہریرہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یومئذٍ تحدث اخبارھا تلاوت فرما کر صحابہ سے فرمایا جانتے ہو اخبارھا یعنی زمین کی خبریں بتلانا کیا مطلب ہے؟ صحابہ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پتہ ہو گا حضورؐ نے فرمایا اس کا خبریں بتلانا یہ ہے کہ کسی انسان خواہ غلام ہو یا آزاد

جس نے بھی اس پر کوئی عمل نیک و بد کیا ہوگا وہ اس پر گواہی دیگی کہیگی فلاں نے فلاں روز مجھ پر یہ کیا وہ کیا ایسا کیا ویسا کیا یہ روایت حسن صحیح ہے۔

اور زمین کے ہر قطعہ میں کثرت سے عزوجل کا ذکر کرنے والوں کے بے شمار گواہیوں گے جنہیں دیکھ دیکھ کر لوگ رشک کریں گے کہ کاش ہمارے بھی اتنے گواہ ہوتے

ذکر الٰہی کے شغل سے زبان فضول کلامی سے بند ہو جاتی ہے نمبر ۲۱

ذکر الٰہی کا شغل تمام فضول و باطل اشتغال مثلاً چغلی و غیبت لوگوں کی مدح و مذمت وغیرہ سب اشغال سے پھیر دیتا ہے کیونکہ عموماً زبان خاموش تو رہتی نہیں ذکر الٰہی کرتی ہے یا لیسا اوقات لغویات اور فضول بکواسات بکتی رہتی ہے ان دونوں میں سے ایک نہ ایک بات تو ضرور ہوتی ہے اگر ذکر سے گی تو فضول واہیات بک دیگی کیونکہ اسے حق میں مشغول نہ کرے گا تو باطل میں لگا دیگا اسی طرح دل اپنے خالق سے لو نہیں لگائے گا۔ تو کسی مخلوق کے دام محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ ایک نہ ایک امر لقینی ہے لہذا دونوں میں سے خود ہی سمجھ کر ایک خصلت اختیار کر لینی چاہئے اور ہر مقامات میں سے ایک مقام کو قبول کر لینا چاہئے۔

ذکر سے شیطانوں میں گھرے ہوئے آدمی کی نجات

نمبر ۲۲ یہ وہی خصلت ہے جس کی ہم نے شروع میں اللہ کی نہی اور

معمولی طور پر اشارۃً ذکر گیا تھا یہاں ذرا لبسط سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور ہر کسی کو اس سے احتیاج واسطہ پڑتا ہے بلکہ یہ ہر شخص .... کے لئے مشکور ہے اور وہ یہ ہے کہ شیاطین انکے دکھے انسان کو شکاریوں کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور سے جانی دشمنوں کی طرح نظریں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے گھورتے ڈراتے دھمکاتے ہیں ہو اس کے قایمی داخلی دیرینہ اور جانی دشمن چلے آتے ہیں تو آپ خود ہی خیال کر لیجئے جو تن تنہا خشم آلود اور کمینگاہوں میں چھپے ہوئے پرانے دشمنوں کے نرغہ میں پھنس جائے وہ چاروں طرف سے اس کے گرد جمع ہو کر محاصرہ کر لیں اور خفیہ شرارت و تکلیف اور دھول دھپا کسی سے بن آئے وہ خوب اس کی تواضع کریں۔ کوئی تھپڑ لگائے تو کوئی لکہ رسید کرے کوئی ڈنڈے سے خبر لے اور کوئی پول پرشاد کرے۔ تو اس بیچارے سے کیا گذریگی؟ لہذا ان شیطانوں کا بندوبست کرنا اور انہیں منتشر کرنا ازحد ضروری ہے جس کا علاج صرف ذکر الٰہی ہے اور کوئی نہیں۔

ایک عجیب و غریب قابل دید حدیث

اور ذیل کی عظیم الشان و شریف القدر حدیث میں بے شمار فوائد ہیں جس کا یاد کر لینا ہر مسلم کا فرض ہے لہٰذا ہم بطولہ پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں کیونکہ ہر فرد اس کا محتاج و ضرورتمند ہے اور فوائد بھی بے حساب ہیں اور وہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سعید بن مسیب رح مروی ہے کہ

مدینہ منورہ میں ہم صفہ میں قیام فرما تھے ایک روز رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے، اور وہیں کھڑے ہو کر فرمانے لگے آج میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔ میرے ایک امتی کے ہاں جان لینے کے لئے ملک الموت آیا تو اس کی بر الوالدین یعنی والدین کے ساتھ سلوک و احسان اور نیکی سامنے آگئی اور فرشتے کو اس سے پیچھے ہٹا دیا پھر میں نے اپنا ایک اور امتی دیکھا جو عذاب قبر میں مبتلا ہو چکا تھا تو وضو آیا اور اسے عذاب سے بچا لیا پھر میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جسے بہت سے شیاطین نے تکہ بوٹی کرنے کے لئے گھیر رکھا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور تمام شیطانوں کو بھگا دیا پھر مجھے اپنا ایک امتی نظر آیا جسے ملائکۃ العذاب نے گھیر رکھا تھا تو اس کی نماز آئی اور ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ پھر ایک امتی دکھائی دیا جو آگ کے شعلوں میں جل رہا تھا اور بروایت دیگر پیاس سے ہانپ رہا تھا جب بھی حوض کے قریب جاتا پیچھے دھکیل دیا جاتا تو ماہ رمضان کے روزے آئے اور پلا کر اسے سیر کر دیا پھر ایک امتی نظر آیا اور کچھ لڑکوں کی ٹولیاں ٹولیاں بیٹھی دکھائی دیں جن کے پاس بھی وہ جاتا اسے بیٹھنے نہ دیتے اور دور چھوڑ آتے۔ تو اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے (پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے) پاس بٹھا دیا۔ پھر ایک امتی کو دیکھا جس کے آگے بھی اندھیرا پیچھے بھی دائیں بھی اندھیرا بائیں بھی اوپر بھی اندھیرا نیچے بھی اور وہ حیران کہ کدھر جائے؟ اور کہاں جائے؟ تو اس کی حج و عمرہ آئے اور اندھیرے سے نکال روشنی میں پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو ہاتھ کے ساتھ آگ کے شعلوں اور چنگاڑوں سے بچاؤ کرتا ہے تو اس کا صدقہ و خیرات آیا اور آگ کے سامنے پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ پھر ایک امتی کو دیکھا جو مومنوں سے

بات چیت کرتا ہے مگر وہ اس سے نہ بولتے ہیں نہ کلام کرتے ہیں تو صلہ رحمی آئی اور کہنے لگی معشر المومنین. مومنوں کی جماعت یہ تو بڑا صلہ رحمی کرنے والا آدمی تھا تم اس سے کیوں نہیں بولتے تو اسی وقت تمام مومن اس سے کلام کرنے لگے اور وہ بھی ان سے باتیں کرنے لگا انہوں نے مصافحے کئے اور اس نے بھی. پھر ایک امتی نظر آیا جو دوزخ کے فرشتوں اور داروغہ کے آڑے چڑھ گیا اور انہوں نے اسے گھیر لیا تو اس کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر آئی اور ان کے ہاتھوں سے چھین کر ملائکہ رحمت یعنی رحمت کے فرشتوں میں جا چھوڑا پھر ایک امتی کو دیکھا جو گھٹنوں کے بل گرا پڑا تھا اور اس کے اور خدا تعالے کے درمیان حجاب اور پردہ تھا تو اس کا حسن خلق آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا تعالے کے پاس پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جسے اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملا تھا تو اس کا خوف خدا آیا اور اعمالنامہ پکڑ کر داہنے ہاتھ میں دیدیا پھر ایک امتی دیکھا جس کے اعمال کا تول کم ہو گیا تو فوت شدہ بچے آئے اور اس کے تول کو بھاری کر دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا تھا اس کی رجاء من اللہ یعنی خدا تعالے سے وابستہ امید میں آئیں اور اس سے بچا کر نکال دیں. پھر ایک امتی پر نظر پڑی جو جہنم میں گر رہا تھا یا گر گیا تھا کہ اس کے خوف خدا سے نکلے ہوئے آنسو آئے اور اسے بچا لیا پھر ایک امتی دیکھا جو پلصراط پر کھڑا اس طرح کانپ رہا تھا جیسے تیز و تند ہوا میں کھجور کی ٹہنی ہلتی ہے تو اس کا حسن الظن باللہ یعنی خدا سے اس کا نیک ظن آیا اور اس کی کپکپی دور کر کے چلا گیا پھر ایک امتی

نظر آیا جو پل صراط پر بیچارہ کبھی چوتڑوں پر گھسٹتا ہے کبھی گھٹنوں اور پیٹ کے بل لڑھکتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے تو اس کی نماز آئی اور اٹھا کر پاؤں کے بل کھڑا کر دیا۔ اور اس طرح بچا لیا پھر ایک امتی جنت کے دروازے پر پہنچا نظر آیا اور جنت کے دروازے بند تو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت و گواہی آئی اور اس نے دروازے کھول کر اسے جنت کے اندر داخل کر دیا۔

یہ حدیث حافظ ابو موسیٰ مدینی نے منجیات و مہلکات کے متعلق اپنی تصنیف کردہ کتاب الترغیب فی الخصال المنجیہ والترھیب من غلال المردیہ میں جس کی آپ نے شرح بھی لکھی ہے روایت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث نہایت حسن صحیح ہے جسے عمرو بن ازد علی بن زید بن جدعان اور ابو جبلہ ہلال نے سعید بن مسیب سے روایت فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ اس حدیث کی بڑی عظمت و شان بیان کرتے اور اسے بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اس کی صحت پر شواہد موجود ہیں۔

بہر صورت اس حدیث میں ہمارے مطلوبہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک امتی دیکھا جسے شیاطین نے گھیر لیا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور انہیں دور بھگا دیا یہ واقعہ حارث اشعری کی اس حدیث کے مطابق ہے جس کی ہم نے سابقاً اس رسالہ میں تشریح کر دی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے کہ

عزوجل نے تمہیں اپنا ذکر بجا لانے کا حکم دیا۔ ذاکر کی مثال ایسی ہے جیسے

کوئی آگے آگے بھاگا جا رہا ہو اور دشمن بھی اس کے پیچھے پیچھے تعاقب میں سرپٹ دوڑا آرہا ہو اور دوڑتے دوڑتے وہ ایک مضبوط و پختہ قلعہ میں داخل ہو کر خود کو محفوظ کرلے بعینہٖ اسی طرح انسان شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ اپنے کو ذکر الٰہی کے پختہ و مضبوط قلعے میں محفوظ نہ کرلے۔

ترمذی میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ	اللہ کا نام لیکر نکلتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت

توفیق الٰہی پر موقوف ہے۔

تو اسے کہا جاتا ہے تو نے راہ راست پالیا۔ اپنے کو مامون و مصئون کر لیا اور تمام تکالیف و مصائب سے خود کو محفوظ کر لیا اور اس سے شیطان دور کھڑا ہو کر دوسرے شیطان کو طعن دیتا ہے کہ واہ تجھ سے ایک آدمی بھی نہ ورغلایا جاسکا اور تجھ سے بچ گیا اور اس نے خود کو محفوظ کر لیا" یہ حدیث ابوداؤد نسائی اور ترمذی نے روایت کی اور حسن کہا۔

اس سے قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ذکر ہو چکا ہے کہ جو روزانہ دن میں سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے تو یہ کلمات شام تک اسے شیطانی شرارت سے محفوظ رکھتے ہیں

سفیان بواسطہ ابی الزبیر عن عبداللہ بن ضمرہ کعب سے ذکر کرتے ہیں

کہ جو شخص گھر سے نکلتے پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ فرشتہ جواب دیتا ہے ھُدِیْتَ تجھے صحیح راستہ مل گیا جب کہتا ہے تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰہِ فرشتہ کہتا ہے کُفِیْتَ تو کفایت کیا گیا جب کہتا ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ فرشتہ جواب دیتا ہے حُفِظْتَ تو نے اپنے کو محفوظ کر لیا تو شیطان دوسرے شیطانوں سے کہتا ہے چلو میاں! یہاں تمہاری دال نہیں گلتی تم اسے کیسے گمراہ کر سکتے ہو جو ہر چیز سے کفایت کر لیا گیا راہنمائی کر دیا گیا اور محفوظ ہو گیا۔"

ابوخلاد مصری فرماتے ہیں جو اسلام میں داخل ہوا وہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو مسجد میں داخل ہوا وہ اندرونی قلعہ میں داخل ہوا اور جو مسجد کے اندر ذکر الٰہی کے حلقہ میں داخل ہو گیا وہ اندرونی قلعہ کی اندرونی کوٹھری میں داخل ہو کر محفوظ تر ہو لیا

حافظ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب میں بواسطہ ابی عمران جونی از انس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ حضور نے فرمایا جو شخص بستر پر لیٹتے وقت بسم اللہ سمیت پوری فاتحہ پڑھے وہ جن و انس بلکہ ہر شے کی شرارت سے مامون و مصئون ہو جاتا ہے۔"

صحیح بخاری میں بواسطہ ابن سیرین ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان (صدقہ فطر) کے مال کا مجھے محافظ بنایا کہ اس کی نگرانی و حفاظت رکھوں تو کوئی آیا اور جھولیاں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہنے لگا اس دفعہ جانے دیجیے پھر نہیں آؤں گا آخر اسی طرح دوبارہ آیا اور منت سماجت کر کے چھوٹ گیا تیسری دفعہ پھر پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو تیرے لئے نہایت مفید و نافع ہوں گے جب آپ بستر

پر تشریف لے جائیں تو شروع سے آخر تک پوری آیت الکرسی تلاوت فرمایئے عزوجل کی طرف سے ایک محافظ تمام رات آپ کی حفاظت کریگا اور صبح تک کوئی شیطان آپ کے قریب تک نہیں پھٹک سکے گا۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا، اور صبح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ماجرا بیان کیا اور اس کے بیان کردہ آیت الکرسی اور اس کے اثر کو بھی پیش کیا تو حضور نے فرمایا تھا وہ جھوٹا مگر یہ بات سچ کہی"

حافظ ابو موسیٰ بواسطہ ابی الزبیر جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان بستر پر جاتا ہے تو جلدی سے اس کے پاس ایک فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتا ہے فرشتہ کہتا ہے (اس دن کی بیداری کو) خیر و نیکی کے ساتھ ختم کر اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے ختم کر اگر وہ ذکر الٰہی کرتے کرتے سو جاتا ہے، تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر ساری رات اس کی حفاظت کرتا ہے علی ہذا القیاس جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو جلدی سے فرشتہ و شیطان اس کے پاس آتے ہیں، فرشتہ کہتا ہے خیر و نیکی کے ساتھ کھولئے (یعنی دعا و نیکی کرتے اٹھئے) اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے، تو اگر وہ یہ پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَا نَفْسِي بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ يُمِتْهَا فِي نَوْمِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي يُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي

تمام تعریفات خدا کو سزاوار ہیں جس نے مجھے مار کر زندہ کر دیا اور سوتے میں بالکل ہی نہیں مار دیا سب تعریفوں کے لائق وہی خدا ہے جو ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہے اور

يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ	باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک رہا کر دیتا ہے ۔ تمام تعریفات کا سزاوار خدا تعالیٰ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑیں

اگر (بالفرض) موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام نہیں سکتا تمام حمد و ثنا خدا کے لئے ہے جو آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔

تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

صحیحین میں بواسطہ سالم بن ابی الجعد از کریب ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا	خدایا ہمیں اور ہماری اولاد کو شر شیطانی سے محفوظ رکھیے۔

اور بچہ پیدا ہو تو اسے شیطان کبھی تکلیف نہیں دے سکے گا۔

حافظ ابو موسیٰ امام حسن بن حضرت علی سے ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مندرجہ ذیل آیات تلاوت کرے میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ عزو جل اسے ہر شیطان سرکش اسرکاش کھانے والے درندے اور ہر چور ڈاکو سے محفوظ رکھیگا۔ آیات یہ ہیں آیۃ الکرسی سورہ اعراف کی اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے لیکر تین آیتیں صافات کی دس آیات، سورہ رحمٰن کی يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ سے لیکر تین آیات اور سورہ حشر کی لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا

سے آخر سورت تک تین آیات"

محمد بن ابان فرماتے ہیں ایک دفعہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے اپنے پہلو میں کوئی چیز محسوس ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا، گھبرایئے نہیں میں تو محض لوجہ اللہ آپ کے ہاں آیا ہوں کہ آپ عروہ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ مجھے وہ تعوذ سکھا دیجئے جس سے ابلیس الابالیس اور شیطانوں کا شیطان بھاگ جائے، فرمایا پڑھیئے؛

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاعْتَصَمْتُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ حَسْبِیَ وَكَفٰی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰی۔

میں خدائے واحد بلند و برتر پر ایمان لایا اور بتوں اور شیطانوں کے حکم سے انکار کیا اور عروۃ الوثقیٰ یعنی مضبوط شریعت کو پکڑ لیا جو ٹوٹنے کی نہیں اور عزوجل سمیع و علیم ہے وہی مجھے حسبی و کافی ہے اور جو اسے بلائے اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور خدا کے ورے کچھ منتہی نہیں

بشر بن منصور وہیب بن ورد سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ رات گذرے ایک شخص چٹیل میدان کی طرف نکلا اور کہتا ہے کہ میں نے ایک دھما کا سا سنا کہ ایک تخت لا کر رکھدیا گیا۔ کوئی آیا اور اس پر بیٹھ گیا اور جلدی سے اس کے پاس اس کے تمام لشکر فوج در فوج جمع ہو گئے۔ پھر وہ چلانے لگا کہ کوئی ہے جو عروہ بن زبیر کو میرے قابو میں لادے اور گرفتار کر لائے تو کسی نے جواب دیا نہ کہ وہ دیر تک چیختا چلاتا رہا۔ تو ایک نے کہا اس کام کو میں پورا کرتا ہوں۔

آدمی کہتا ہے کہ میرے دیکھتے دیکھتے اس نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور جلدی
واپس چلا آیا کہنے لگا عروہ پر کسی کا داؤ نہیں چل سکتا تو صاحب تخت نے کہا
زوف ہے تم پر! پھر اس نے کہا وہ تو صبح و شام چند کلمات پڑھا کرتا ہے
اس لئے ہماری مجال نہیں کہ اس پر قابو پاسکیں وہ آدمی کہتا ہے کہ صبح ہوتے
ہی میں نے بیوی سے زاد راہ لیکر مدینہ شریف کا رخ کیا اور عروہ بن زبیر کا پتہ
پوچھا کسی نے مجھے بتایا تو میں پہنچتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ عروہ بہت بوڑھے
ہو چکے ہیں میں نے پوچھا آپ صبح و شام کچھ کلمے پڑھا کرتے ہیں؟ تو آپ نے
کچھ نہ بتایا پھر میں نے وہ گذشتہ واقعہ سنایا اور جو کلمات اس نے سنے تھے
وہ واقعہ بھی بتلایا تو آپ نے فرمایا کہ اور تو مجھے کچھ پتہ نہیں ہاں یہ کلمات
صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھا کرتا ہوں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ الخ

ابو موسیٰ مسلم البطین[له] سے ذکر کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ایک شیطان خبیث آپ سے مکر و فریب کرنا اور
ایذا دینا چاہتا ہے۔ اس لئے جب بستر پر تشریف لیجائیں تو یہ کلمات پڑھ لیا کریں

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ

میں خدا تعالیٰ کے کلمات تامہ کی جن سے نیک و بد کو گذرنے کی مجال نہیں (ان) چیزوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں یا آسمان کی طرف چڑھتی ہیں یا جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں یا اس سے

[له] یہ مسلم بن عمران یا ابن ابی عمران البطین ہیں۔

نیز ابراہیم بن حکم، حکم کے واسطہ عکرمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مسافر ایک سونے والے شخص کے پاس سے گذرا اور اس کے پاس شیاطین کو کھڑے دیکھ کر ٹھہر گیا تو ایک شیطان نے دوسرے شیطان سے ...... کہا۔ کہ سوتے سوتے ہی جا کر اس کا دل بگاڑ دیجئے جب وہ گیا تو قریب جا کر واپس چلا آیا اور کہنے لگا کہ یہ آیت پڑھ کر سویا ہے اس لئے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تو اس کی تحقیق کرنے دوسرا گیا اور واپس آکر کہا کہ تو نے ٹھیک کہا پھر وہ چلے گئے اور مسافر نے اسے بیدار کر کے ماجرا سنایا اور آیت دریافت کی تو اس نے یہ آیت بتائی

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (اعراف ع)

تمہارا پروردگار وہ خدائے قدوس ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا وہ رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدل دیتا ہے اور دن اس کے پیچھے تیزی سے چلا آتا ہے اور چاند سورج اور ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کر دیا۔ خبردار! خلق و امر یعنی پیدا کرنا و حکم کرنا صرف خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور خدائے رب العلمین بابرکت ہے

ابو نصر[1] ہاشم بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں کچھ عجیب سا واقعہ

---

[1] ابو النضر نے جو چیز دیکھی وہ اس نسخہ میں مذکور نہیں ہے یوں نقل ہوا کہ ابا النضر! آواز آئی کہ اے ابو نضر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ عبارت باقی رہ گئی (۲۶۳)

دیکھا کرتا ایک دن میرے کان میں آواز آئی کہ یہاں ہمارے پڑوس سے دو چلے جائیں! تو مجھے بڑی کوفت ہوئی کہ کہاں جائیں آخر میں نے کوفہ میں ابن ادریس اور محاربی اور ابی اسامہ کی طرف یہ ماجرا لکھ بھیجا، محاربی نے میری طرف لکھا کہ مدینہ شریف میں ایک کنواں خشک ہو جایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہاں ایک قافلہ آ نکلا تو وہاں کے باشندوں نے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر یہ کلام پڑھ کر دم کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا تو کنوئیں سے آگ نکلی اور کنارہ کے قریب نکل کر بجھ گئی۔ ابو نصر فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پانی کا چھوٹا برتن منگوا کر اس میں وہی کلمات پڑھ کر دم کیا اور مکان کے تمام گوشوں میں چھڑکا تو وہ چیخ اٹھے کہ ابو نصر! تو نے تو ہمیں جلا دیا۔ اب ہم جاتے ہیں اور ابھی نکلتے ہیں کلمات یہ ہیں

بِسْمِ اللهِ اٰمَنَّا بِاللهِ الَّذِیْ لَیْسَ
مِنْهُ شَیْءٌ مُمْتَنِعٌ وَبِعِزَّةِ اللهِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ
وَلَا تُضَامُ بِسُلْطَانِ اللهِ الْمَنِیْعِ
نَحْتَجِبُ وَبِاَسْمَائِهِ الْحُسْنٰی كُلِّهَا نَعُوْذُ
مِنَ الْاَبَالِسَةِ وَمِنْ شَرِّ شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ
وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعْلِنٍ وَمُسِرٍّ وَمِنْ
شَرِّ مَا یَخْرُجُ بِاللَّیْلِ وَیَكْمُنُ بِالنَّهَارِ

اس خدا کا نام لے کر ہم نے شام کی جس کے قبضۂ قدرت
سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی عزوجل کے اس غلبہ
و عزت کے ساتھ شام کی جس کا لشکروں سے
مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور خدا تعالیٰ کے سخت
و شدید تسلط و غلبہ میں ہم اپنے آپ کو چھپاتے
ہیں اور عزوجل کے جملہ اسماء حسنیٰ کی اعانت
و امداد سے ہم تمام ابلیسوں اور شیطان

بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳ ساقط ہے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انہیں دیکھتا تھا اس نے اس سے گفتگو کی تو کہا گیا کہ اے ابوالنصر ۱۲ محمد

وَيَكْمُنُ بِاللَّيْلِ وَيَخِرُّ بِالنَّهَارِ وَمِنْ
شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ
اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ
اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِمَا
اسْتَعَاذَ بِهٖ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ
اِبْرَاهِيْمُ الَّذِيْ وَفّٰى مِنْ شَرِّ مَا
خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِيْسَ
وَجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَا يَبْغِيْ اَعُوْذُ
بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَ
الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝
فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ
الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا
مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ
اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ
جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ

انسانوں اور جنوں کی شرارت اور ہر ظاہر و مخفی
چیزوں کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو
رات کو نکل آتی ہیں اور دن کو چھپ جاتی
ہیں اور خدا کی اس مخلوق کی شر سے جو روئے
زمین پر پھیل گئی ہیں اور ابلیس اور اس کے
لشکروں کی شرارت اور ہر چلنے والی چیز سے
جس کو تو نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا
ہے تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں
یقیناً میرا رب صحیح راستے پر ہے میں ان کلمات
کے ساتھ جن کے ساتھ موسیٰ و عیسیٰ اور اس
ابراہیم نے جس نے خدا کے کلمات کو پورا
کر دکھایا پناہ طلب کی، خدا سے ان چیزوں
کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے
پیدا کئے روئے زمین پر پھیلا دیں۔ اور
ابلیس اور اس کے لشکروں اور باقی ماندہ
تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں
خدائے سمیع و علیم کے ساتھ شیطان مردود
سے پناہ مانگتا ہوں خدائے رحمان و رحیم
کے نام سے شروع کرتا ہوں ان جماعتوں

وَاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (صافات ع ۱)

کی قسم جو (عبادت خدا میں) صفیں باندھے رہتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو (اللہ کے حکم سے خوب) ڈانٹتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو قرآن کی تلاوت کرتی ہیں بیشک تمہارا معبود ایک ہے وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں اور مشرقوں کا رب ہے۔ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے لیے بنایا وہ عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے دھتکار دئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو شیطان اچک کر سن بھاگے۔ تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا انگارا لگ جاتا ہے۔

اس کا بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے تعلق ہے۔ جو آنحضرت نے آدمی کو بتایا تھا کہ ذکر الٰہی سے انسان اپنے کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے

اب ہم ذکر کے متعلق تکمیل فائدہ کی غرض سے چند نہایت مفید فصلیں تحریر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

فصل اول

ذکر دو قسم ہے۔

ذکر کی پہلی قسم عزوجل کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا

قسم اول خدائے تبارک تعالےٰ کے اسماء وصفات کا ذکر کرنا۔ اور ان کے ذریعہ عزوجل کی تعریف وثنا کرنا اور خدا تعالےٰ کے نامناسب اور غیر لائق

چیزوں سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور پاکی بیان کرنا اور پاک منزہ کہنا
اور یہ بھی دو قسم ہے۔

اول عزوجل کی خود حمد و ثنا کرنا

اول یہ کہ ذاکر کا خود ان کے ذریعہ عزوجل کی حمد و ثنا کا آغاز کرنا اور یہ قسم احادیث میں مذکور ہے جیسے سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وغیرہ تو ذکر کی سب سے اعلیٰ و افضل وہ قسم ہے جو تمام ثنا و تعریفات خداوندی کی جامع اور اعم ہو مثلاً سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ صرف سُبْحَانَ اللهِ سے افضل ہے ایسے ہی حمد الٰہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ بَیْنَهُمَا وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے سے کئی درجے افضل ہے

اور جویریہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میں نے تیرے بعد تین دفعہ ایسے کلمات پڑھے ہیں جو تیری آج کے پورے دن کی عبادت سے تولے جائیں تو وزنی ہوں وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللهِ رِضٰی نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ (رواہ مسلم)[1]

[1] مسلم کی ایک روایت میں ہے سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰی نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِهٖ۔ اور مِدَادَ کَلِمَاتِهٖ (باقی بر صفحہ ۲۶۸)

ترمذی وسنن ابی داؤد میں سعد بن وقاص سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ام المومنین کے پاس سے گذرے جو کچھ سنگریزوں یا کھجور کی گٹھلیوں کے ذریعہ تسبیحیں پڑھ رہی تھیں۔ تو آنحضرتؐ نے انہیں فرمایا میں تمہیں اس سے افضل و اعلیٰ اور آسان تر کلمات بتاتا ہوں، یہ پڑھا کیجیے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ

دوم۔ خدا کے اسماء و صفات کے احکام بیان کرنا

خدا تعالیٰ کے احکام اسماء و صفات کا پرچار کرنا۔ مثلاً آپ یہ تبلیغ کریں کہ عز و جل اپنے بندوں کی تمام حرکات سکنات اور دعاء پکار سنتا ہے اس پر کوئی ایسا وقت بھی مخفی نہیں جس میں وہ کچھ نہ کرتے ہوں وہ ان پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحیم و شفیق اور مہربان ہے وہ ہر شے پر قادر ہے اور وہ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص جنگل میں دانہ پانی لدے اونٹ گم ہونے کے بعد مل جانے پر خوش ہوتا ہے وغیر ذلک۔ [1]

(بقیہ حاشیہ ص ۲٦٦) اس کے کلمات کی سیاہی برابر ہے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتے ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] اسی مفہوم کی حدیث بخاری و مسلم میں انس بن رباتی رضی (۲٦۹)

اور اس کی سب سے اعلیٰ و افضل قسم یہ ہے کہ انسان اپنی وضع کردہ
من گھڑت اور خود ساختہ حمد و ثنائیں نہیں بلکہ بلا تحریف و تعطیل اور
تمثیل و تشبیہ عزوجل کی وہی ماثورہ ثنا و تعریف بیان کرے جو اس
نے خود اپنے لئے تجویز فرمائیں ہیں یا آپ کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے
بیان فرمائی ہیں۔ اور خود ان الفاظ سے حمد و ثنا کی ہے۔

حمد و ثنا اور مجد و بزرگی

پھر یہ قسم بھی آگے تین اقسام پر منقسم ہے حمد، ثنا، اور مجد و بزرگی

عزوجل کی حمد یہ ہے کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی خشک طور پر محض صفات
کمالیہ ہی نہ بیان کرے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی محبت و رضا کو
بھی شامل رکھے کیونکہ نہ محب ساکت حامد ہوتا ہے اور نہ بے محبت
ثنا کرنے والا شخص حامد ہو سکتا ہے جبتک کہ ثنا و تعریف کے ساتھ
خدا تعالےٰ کے عشق و محبت کا عنصر نہ ملایا جائے، پھر یہ بھی معلوم ہونا
چاہیئے اگر ...... ثنا کنندہ شخص کسی ایک کو لگاتار ذکر کرتا چلا جائے
تو یہ ثنا ہوگی اگر صفات جلال و عظمت و کبریائی اور صفات ملک و
حکومت کے ساتھ عزوجل کی مدح سرائی کرے تو یہ مجد ہوگی۔
اور یہ تینوں اقسام عزوجل نے سورہ فاتحہ کے آغاز میں جمع فرما دیے

(بقیہ حاشیہ ۲۶۸) مالک سے مروی ہے الفاظ یہ ہیں لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ
سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ بیابان جنگل میں اونٹ گم ہونے کے بعد
مل جانے سے جسقدر آدمی خوش ہوتا ہے عزوجل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے

ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو عزوجل فرماتے ہیں حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ یعنی میرے بندے نے میری حمد کی جب کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو عزوجل فرماتے ہیں اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ میرے بندے نے میری ثنا کی جب کہتا ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے میری مجد و بزرگی بیان کی۔[1]

قسم دوم۔ عزوجل کے اوامر و نواہی کی یاد رکھنا

عزوجل کے اوامر و نواہی کی یاد رکھنا بھی ذکر ہے اور یہ بھی دو قسم ہے

اول یہ کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا کہ عزوجل نے فلاں کام کا حکم دیا ہے۔ اور فلاں سے منع فرمایا ہے۔ فلاں کو پسند فرماتے ہیں۔ فلاں سے غصہ اور فلاں کام سے راضی ہوتے ہیں۔

دوم:۔ دوسروں کو وعظ کے ساتھ ساتھ خود بھی عمل کرنا اس کے اوامر کو بجا لانا اس کے نواہی سے دور بھاگنا۔ تو اوامر و نواہی کا صرف وعظ کر دینا اور چیز ہے اور اس پر عامل ہونا چیز ے دیگر۔ جب ذاکر میں یہ دونوں اوصاف جمع ہو جائیں تو اس کا ذکر دو اذکار جملہ اذکار سے اعلیٰ و افضل

---

[1] بخاری و مسلم میں بروایت ابی ہریرہ۔ اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔ فَاِذَا الخ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرا بندہ جو سوال کرے۔ اسے ملے گا۔ الخ ۱۲

زور اور نفا پائیدار ہوگا

ذکر دعا سے

فصل دوم۔ ذکر دعا سے افضل ہے

افضل ہے۔ کیونکہ عزوجل کی اس کے اوصاف جمیلہ، اس کے انعامات واسماء مبارکہ کے ساتھ ثنا و تعریف کرنا ذکر کہلاتا ہے اور عزوجل کی بارگاہ میں انسان کا اپنی حاجات پیش کرنا دعا کہلاتا ہے تو کہاں ذکر؟ اور کہاں دعا؟ کوسوں کا فرق ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے جو میرا ذکر کرتے کرتے اپنی کوئی حاجت و درخواست پیش نہ کر سکے اور میرا ذکر اسے اپنی ضروریات پیش کرنے سے مشغول کر دے میں اسے مانگ کر لینے والوں سے بھی زیادہ عنایت کرتا ہوں۔

اسی لئے

دعا کا آغاز حمد وثنا اور درود سے کرنا چاہیئے

دعا میں یہی طریق مستحب اور پسندیدہ ہے کہ جب دعا کرنا ہو تو انسان دعا سے پہلے خدا تعالے کی حمد وثنا سے آغاز کرے بعد ازاں اپنی حاجات وضروریات کی درخواست پیش کرے چنانچہ فضالہ بن عبید کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا جو نہ تو دعا سے پہلے حمد وثنا کرتا ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ اس نے دعا میں جلدی کی، پھر اسے بلایا اور کہا، جب نماز پڑھو تو پہلے عزوجل کی حمد وثنا سے آغاز

کرو پھر آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ پر درود شریف پڑھے بعد ازاں جو دعا کرنا ہو اور کچھ مانگنا ہو اس کی دعا و درخواست کرو صحیح حاکم احمد ترمذی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

دعائے ذی النون ع

علے ہذا القیاس دعا ذی النون یونس علیہ السلام کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جو بھی میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دعا پڑھے اس کی تمام مصیبتیں رفع ہو جائیں گی"

ترمذی میں ہے جو مسلمان کسی کام کے لئے بھی یونس علیہ السلام کی وہ دعا مانگے جو آپ نے شکم ماہی میں تلاوت فرمائی تھی تو عزوجل اس کی درخواست و دعا قبول فرماتے ہیں وہ یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ عام دعاؤں کا ہے جن میں دعا کو حمد و ثنا سے شروع کیا گیا ہے علی قائلھا افضل الصلوٰۃ والسلام

دعائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

دیکھئے! آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائے کرب و مصیبت کو حمد و ثنا کے ان الفاظ سے آغاز فرمایا ہے
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لا خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم و حلیم

لہ سے ترمذی، امام احمد، حاکم اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے از سعد بن ابی وقاص رضی ۱۲

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ [1]

خدائے عزوجل کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمین اور عرش کریم کا رب ہے۔

علیٰ ہذا القیاس بریدہ اسلمی کی وہ حدیث جو اصحاب سنن اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ ..... اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

خدایا میں تجھ سے اس بات کو وسیلہ بنا کر سوال کرتا ہوں کہ میں تیرے خدا ہونے کی شہادت دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد ہے بے نیاز ذات ہے جس کا نہ فرزند ہے نہ والد اور نہ ہی کوئی اس کے برابر کا ہے۔

تو آنحضرت نے فرمایا خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے عزوجل سے ایسے اسم اعظم کے ساتھ درخواست کی ہے جس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے سوال کیا جائے تو پورا کیا جاتا ہے۔[2]

ابو داؤد و نسائی میں انس رض سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

---

[1] بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رض ۱۲ [2] حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالحسن مقدسی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کوئی طعن نہیں اور اس مسئلہ میں اس سے بہتر کوئی حدیث نہیں۔

سلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ

خدایا میں تجھ سے ان کلمات کی طفیل سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد و ثنا تیرے لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو منان یعنی احسان کنندہ اور آسمانوں اور زمین کو از سر نو پیدا کنندہ ہے اے بزرگی و جلال کے مالک۔ اے زندہ بنی قائم رہنے والے خدا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عزوجل کو اس کے ایسے اسم اعظم سے پکارا ہے جس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ اور سوال کیا جائے تو پورا کرتا ہے!

دیکھئے! آنحضرت نے دو چیزیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ دعا سے پہلے حمد و ثنا اور ذکر کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے دوم اینکہ یہ اسم اعظم ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالے کا ذکر انسان کے جملہ مطالبات کی کامیابی کا سب سے بہترین اور اعلیٰ ذریعہ ہے۔

فائدہ دیگر۔ ذکر قبولیت دعا کا باعث ہے

پھر فوائد ذکر و ثناء

یوں سے یہ علیحدہ فائدہ ہے اور یہ چوہتروان فائدہ ہے کہ ذکر دعا کو مقبول

لہ یہ ابو عیاش زرقی زید بن صامت ہیں جیسا کہ اسے حافظ الامام احمد نے روایت کیا ہے اسی طرح اسے ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

ومستجاب کردیتا ہے تو جس دعا سے پہلے ذکر الٰہی وثنا خداوندی موجود ہو اس دعا سے پہلے قبول ہوتی ہے جو حمد وثنا سے خالی ہو پھر اس کے ساتھ انسان اپنی غربت ومسکینی فقر واحتیاج اور اظہار واعتراف حقیقت کو بھی شامل کر لے۔ تو بالاہتمام قبول ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنے مدعو ومسئول یعنی خدا تعالےٰ کے ہاں اس کی صفات کمالیہ اور اس کے فضل واحسان کو وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہوئے درخواست کی ہے۔ بلکہ اپنی شدت احتیاج وضرورت اور فقر ومسکینی کو صراحۃً واضح کردیا ہے تو یہ سائل کے سوال کا مقتضا تھا۔ اور وہ اجابت مسئول کا۔ جب دعا میں سائل ومسئول ہردو کے مقتضیات صراحۃً پیش کر دیے گئے تو اثر وقبولیت کے لحاظ سے زیادہ مؤثر۔ اور معرفت وعبودیت۔ کے لحاظ سے بحد اکمل وکامل تر ہوں گے۔

آپ اس مثال میں مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سے انعام واکرام وغیرہ کا طالب ہو تو اس کے جود وکرم اور نیکی وبھلائی کا توسل کرتے ہوئے ساتھ ہی اپنی حاجت وضرورت اور فقر ومسکینی کو بھی پورے خشوع وتضرع کے ساتھ بیان کرے۔ تو مسئول کے دل کو بحد نرم کرنے کا موجب ہوگی اور حاجت روائی کا اقرب ترین ذریعہ ہوگی جب اس کی ثنا وتعریف کرتے ہوئے کہیگا کہ آپ کے جود وسخا کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور آپ کا فضل واحسان کالشمس فی النہار ہو چکا ہے اور بندہ اس قدر عاجز ومحتاج ہو گیا ہے کہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ وغیرہ۔ تو اس شخص کی نسبت اس کی دعا بالاہتمام مقبول ومستجاب ہوگی۔ جو سامنے ہوتے ہی کہدے

کہ مجھے فلاں چیز دے دو۔

تین پیغمبروں کی دعائیں

جب آپ کو بہ بخوبی معلوم ہو گیا تو اب مذکورہ ذیل تینوں پیغمبروں کی دعاؤں میں غور کیجئے۔ ہر ایک نے حمد و ثنا کے ساتھ عزوجل کی جود و سخا و مہربانی اور اپنے فقر و احتیاج اور مسکینی کے اظہار کے ساتھ دعا فرمائی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو ملاحظہ فرمایئے فرماتے ہیں

رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥ (قصص ع ۳)	خدایا میں آپ کی میرے لیئے نازل کردہ خیر و بھلائی کا فقیر و محتاج ہوں۔

حضرت ذی النون یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء ع ۶)	مولا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ کی تسبیح بیان کرتا ہوں، اور یقیناً میں ہی ظالم ہوں

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥ (اعراف ع ۲)	پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اگر تو مغفرت نہ فرمائے اور رحمت نہ کرے تو ہم خسارہ والوں سے ہو جائیں گے

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھلایئے۔ جو نماز میں پڑھا کروں فرمایا پڑھئے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	خدایا میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم ڈھائے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو

إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ	بخشنے والا نہیں لہٰذا مجھ پر اپنی خاص مغفرت و رحمت فرمائیے تو ہی غفور رحیم ہے۔

دیکھئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم الشان و برگزیدہ دعا میں کتنی چیزوں کو جمع فرما دیا ہے اس میں اپنی حالت کا اعتراف بھی موجود ہے خدا کے فضل و احسان اور جود و سخا کا وسیلہ بھی بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا ہے اور مغفرت ذنوب کے لئے صرف عز و جل کی ذات بابرکات کو ہی مخصوص و منفرد فرمایا ہے۔ پھر ہر دو امور سے توسل کرنے کے بعد اپنی حاجت کی درخواست فرمائی ہے، تو یہ ہیں آداب دعا و آداب عبودیت۔

فصل سوم۔ تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دعا سے افضل ہے

تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دعا سے افضل ہے۔

یہ اس صورت ہے کہ ہر دو کو علیحدہ علیحدہ بنظر مجرد دیکھا جائے۔ لیکن بعض دفعہ کسی عارضہ سے مفضول فاضل سے اولیٰ و اعلیٰ بلکہ بعینہٖ فاضل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مفضول کو ادنیٰ تصور کرتے ہوئے فاضل کو اختیار کرنے کے لئے مفضول کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً رکوع و سجود میں تلاوت قرآن کی نسبت تسبیح کہنا افضل بلکہ اس وقت تلاوت قرآن حرام یا مکروہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تسبیح و تحمید لیے اپنے موقعہ و محل میں تلاوت قرآن سے

(حاشیہ بر صفحہ ۲۷۸)

افضل ہے۔ اسی طرح تشہد اور ہر دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ پڑھنا قرأت قرآن سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس سلام پھیرنے کے بعد معاً تسبیح و تہلیل اور تحمید و تکبیر کہنا تلاوت قرآن سے افضل ہے اسی طرح اذان کا جواب دینا اور موذن کی طرح وہی کلمات کہنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔ اگرچہ قرآن حکیم کو دیگر تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت و فوقیت ہے جیسے خالق برتر کو مخلوقات پر مگر ہر مقام اور موقعہ و محل کے لئے خاص کلمات مخصوص اور خاص خاص اذکار مناسب و مختص ہیں جن کو چھوڑ کر کسی دیگر کو ان کی جگہ پڑھنے سے وہ راز و حکمت خلل پذیر ہو جاتی ہے جس کے لئے عزوجل نے ان خاص کلمات کو مخصوص جگہ کے لئے معین فرمایا ہے۔ اور وہ مطلوبہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے علیم و حکیم نے انہیں اس مقام

(حاشیہ صفحہ ۲۷۸) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات) میں پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کے لئے صفیں باندھے کھڑے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب صرف رویائے صالحہ ہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اَلَا وَاِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا خبردار رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے رکوع میں عزوجل کی عظمت و کبریائی بیان کیا کرو سجدہ میں دعا کی کوشش کیا کرو کیونکہ ایسی صورت قبولیت کی زیادہ سزاوار ہے۔ احمد، مسلم، نسائی، ابوداؤد ۱۲۔

کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح اذکار مقیدہ و موقتہ قرأت مطلقہ سے اور قرأت مطلقہ اذکار مطلقہ سے افضل ہیں الا اینکہ دیگر کوئی عارضہ پیش آجائے کہ قرأت قرآن کی بجائے ذکر و دعا ہی اس مقام و محل کے لئے مناسب نہ ہو

مثلاً ایک گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس لئے اسے توبہ و استغفار کی ضرورت ہوتی ہے یا کسی شیطان و شریر آدمیوں اور جنات کی شرارت و تکلیف کے خطرہ و خوف سے دم دعا اور ذکر اذکار کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ بچاؤ کی تدبیر کرتے ہوئے خود کو محفوظ کر سکے۔

علی ہذا القیاس بعض دفعہ ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو نظر انداز کر کے قرأت قرآن میں مشغول ہونے سے دل پوری طرح حاضر نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اکتا جاتا ہے۔ اگر سوال و درخواست اور دعا و اذکار کا ادنیٰ سا خیال بھی اس وقت حضور دل اور جمع قلبی کا موجب ہوتا ہے۔ متفکر و پریشان حال اور تکلیفوں کا مارا ہوا غمزدہ انسان انتہائی عاجزی و تضرع کے ساتھ دعا کرتا ہے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ارحم الراحمین میں بار بار گڑگڑاتا ہے۔ اور دل کاٹ کاٹ کر کلیجہ نکال باہر رکھ دیتا ہے اور اس پر ایک عجیب ہی کیفیت سی طاری ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہی حالت

اس کے لئے اس وقت مفید و نافع تر ہوتی ہے۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے قرأت قرآن اور ذکر و اذکار دونوں فی نفسہ افضل و اعلیٰ ہیں۔

دو چیزوں کی ضرورت

اور یہ باب ازحد فائدہ مند ہے۔ مگر اس میں دو چیزوں کی بیحد ضرورت ہے۔ اول فقہ نفس دیکھنے اپنی اپنی طبیعت و مذاق سے پوری واقفیت، دوم کسی چیز کی ذاتی اور عارضی فضیلت کہ کون چیز بذاتہٖ افضل ہے اور کون کسی عارضہ کیوجہ سے تاکہ وہ حق بحقدار رسید کے اصول پر عملدر آمد کر سکے۔ اور ہر چیز کو اس کے مناسب موقعہ و محل میں رکھ سکے۔ کیونکہ جو کام آنکھ دے سکتی ہے، وہ ٹانگ نہیں دے سکتی۔ جہاں پانی کام دیتا ہے۔ وہاں گوشت اور شوربا کام نہیں آسکتا۔ بہرصورت حفظ مراتب میں کامل حکمت و دانشمندی ہے جس پر اوامر و نواہی کا نظام چل رہا ہے۔ وَاللہُ تعالےٰ المُوَفِّقُ

ایک مثال

اسی طرح بعض اوقات کپڑوں کے لئے بھی صابون فائدہ مند ہوتے ہیں اور کبھی تخمیر و عرق گلاب اور خوشبو لگانا

تسبیح واستغفار میں سے کون زیادہ مفید ہے

ایک رز...

ہیں (ابن قیمؒ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو واقعہ سنایا، کہ کسی عالم سے دریافت کیا گیا۔ انسان کے لئے تسبیح زیادہ فائدہ مند ہے یا استغفار زیادہ مفید ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کپڑا صاف ستھرا ہو تو عرق گلاب اور بخورات مفید تر ہیں۔ لیکن اگر میلا کچیلا ہو تو گرم پانی اور صابون بہتر ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا بخورات و عرق گلاب اور خوشبویات کجا؟ جب کہ کپڑے ہر وقت میل کچیل سے غلیظ اور گندے ہی رہتے ہوں، تو پھر؟

اسی طرح سورہ اخلاص کو لے لیجئے وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اس کے باوجود آیات میراث، خلع و طلاق و عدت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہی آیات اپنے اپنے مناسب موقعہ و محل اور ضرورت و احتیاج کے لحاظ سے سورۂ اخلاص کی تلاوت سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہیں

نماز فرداً فرداً تلاوت قرآن اور ذکر و دعا سے افضل ہے

پھر چونکہ نماز قرأت قرآن اور ذکر اور دعا تینوں چیزوں پر مشتمل اور اجزاء عبودیت کی بالکل وجوہ جامع ہے اور ان تمام قراءات و اذکار اور اجزاء عبودیت کے ساتھ ساتھ مزید براں تمام اعضاء و ارکان کی عبودیت و عبادات کی بھی جامع

ہونے کی بنا پر انفراداً قرأت قرآن اور ذکر و دعا ہر ایک سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس لئے یہ از حد نافع و فائدہ مند اصل ہے جو انسان پر مراتب اعمال کی معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ یہ اصل انسان پر روز روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ فلاں عمل کا موقعہ و محل فلاں ہے۔ اور فلاں عمل فلاں وقت میں موزون ہے تاکہ انسان فاضل کو چھوڑ کر مفضول میں لگ کر شیطان کو خوش کرتا پھرے۔ یا فاضل میں اتنا منہمک ہو جائے۔ کہ مفضول کو بالکل ہی نظر انداز کر دے حالانکہ اس کے لئے وہی وقت موزون تر ہو اور وہ اسی وہم و گمان میں مفضول کو چھوڑ کر فاضل کے پیچھے پڑ جائے کہ اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے اور اس میں کم اور اس کا خیال تک ترک کر دے۔ بہر صورت یہ چیز مراتب اعمال کی معرفت، اور تفاوت اعمال و مقاصد اعمال کی واقفیت، ہر عمل و فعل کو اپنے مناسب موقعہ و محل میں بجا لانے کی دانش و فقاہت، یا اہم و اولیٰ اور افضل چیز کی تفویت کی واقفیت از حد محتاج ہے۔ تاکہ انسان فوت شدہ کی تلافی کر سکے اور دوبارہ نقصان نہ کر بیٹھے۔ کیونکہ اگر مفضول کو چھوڑ دے گا تو اس کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا مفضول کو بجا لانا بھی از حد ضروری ہے اس کی مثال یہ ہے کہ انسان قرآن

کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور کوئی شخص آ کر سلام کہے یا چھینک مارے تو قرأت کو ترک کر کے سلام اور چھینک کا جواب دے لے۔ اگرچہ یہ مفضول ہے اور قرأت قرآن فاضل۔ کیونکہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں، کہ مفضول کو بھی ادا کر لے اور دوبارہ فاضل کو بھی پہلے کی طرح لگاتار کرتا چلا جائے بخلاف اسکے کہ وہ قرأت کرتا رہے اور سلام و چھینک کا جواب دینے کی مصلحت فوت کر بیٹھے اسی طرح باقی اعمال کا حال ہے واللہ تعالےٰ الموفق

نوٹ:۔ اس سے آگے الوابل الصیب کا وہ حصہ شروع ہوتا تھا جس میں الحزب المقبول۔ الحزب الاعظم اور حصن حصین کی طرح صرف دعائیں ہی دعائیں تھیں زائد کوئی چیز نہ تھی۔ چونکہ یہ کام مذکورہ بالا تینوں کتابوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اور وہ ہر شہر میں معراد مترجم ہزارہا موجود ہیں۔ اس لئے یہاں سے آخر کتاب تک وہ حصہ ترک کیا جاتا ہے۔ اگر اس حصہ کا ترجمہ یہاں الحاق کیا جاتا، تو خواہ مخواہ حجم بہت بڑھ جاتا۔ (مترجم عفی عنہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ و ابن قیم کی دیگر تصانیف کے اردو تراجم

اسوۂ حسنہ امام ابن قیمؒ کی مشہور و معروف کتاب زاد المعاد کے عربی خلاصہ کا اردو ترجمہ از مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی سیرۃ نبوی کے ہر پہلو پر محققانہ سیر حاصل بحث۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، طفولیت، شباب، نبوت، غزوات، نزول وحی، معراج، معجزات، عبادات، تعلیمات، عادات، خلق، تبلیغ وغیرہ کا مکمل نمونہ اس کے سوا آپ کو کہیں نہیں ملیگا۔ علاوہ ازیں ضمنا جابجا مفید معلومات کے دریا بہا دئے ہیں۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلیٰ ۸

کتاب التقدیر از امام ابن قیمؒ مسئلہ تقدیر کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث، معتزلہ و مجبرہ وغیرہ فرقہائے باطلہ کا بہترین رد بڑے سائز کی ضخیم کتاب ۸۰۰ صفحات کاغذ معمولی مجلد ۷

تفسیر المعوذتین از امام مذکور مضامین ذیل کی مخصوص پیرایہ میں تشریح استعاذہ کی حقیقت، سحر النبی صلعم، تاثیر سحر، عالم اجساد و عالم ارواح، نظر بد اور تقدیر، سحر اور حسد، عبادت لغیر اللہ، متکلمین، مادہ پرست، کاہن وغیرہ، رب، مالک، الٰہ، وسواس، خناس وغیرہ کی تشریح کتابت طباعت عمدہ عہ

اسلامی تصوف از امام مذکور جس میں اصلی و نقلی تصوف کا فرق اور تصوف اسلامی کا صحیح تصور پیش کیا گیا ہے قیمت ۱۲ عہ

خیر الکلام از امام مذکور درود شریف کے متعلق جامع و کامل بحث آپکو اسکے سوا کہیں نہ ملیگی اسمیں درود شریف، اسکی اقسام، درود پڑھنے کے چالیس مقام، ۳۹ فائدے درود مسنونہ وغیرہ عہ

دین محمدی امام ابن قیمؒ کی مشہور و بلند پایہ ضخیم کتاب اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ جسمیں تقلید و اتباع کا فرق، حیل باطلہ کا رد، تائید قرآن و سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل فتاوی نبویہ وغیرہ ہے بے نظیر کتاب دیکھنے کے قابل ہے صفحات تقریباً دو ہزار قیمت ۱۵

کتاب الروح ۔ روح کے متعلق مفصل معلومات ۲

وسیلۃ النجات ۔ کتاب الصلوۃ اردو ترجمہ عہ

تفسیر سورۂ اخلاص امام ابن تیمیہ کی بےنظیر کتاب جس میں قل ہو اللہ احد کی مفصل تفسیر اسکے نکات و معارف، لفظ احد و صمد کی تفسیر و معنی و استعمال، الوہیت مسیح کا رد، اثبات صانع، ابن اللہ و روح القدس کی تشریح، قدم عالم کی تردید، جسم باری پر بحث، صفات الٰہیہ کی بحث، ترکیب اجسام، جوہر فرد، تجزو جہت، حدوث اجسام، جواہر عقلیہ، حرکت افلاک، حقیقت عقل، ملائکہ، معراج، تاویل، متشابہات، وصفات الٰہیہ، نماز، قربانی، حج، اسماء الٰہیہ وغیرہ وغیرہ کی مکمل بحثیں درج ہیں قیمت ۵ر

کتاب الوسیلہ از امام ابن تیمیہ، وسیلہ کیا ہے؟ کس سے اور کس طرح کرنا چاہیے نیز دیگر بہت مسائل ضمناً آگئے ہیں، کتاب قابل دید ہے، مگر کاغذ کتابت طباعت معمولی ہے قیمت ۱۲ر

حقیقت عبودیت از امام ابن تیمیہ، جمیع عبادت، عبودیت، مراتب محبت، بحث خلت، ربوبیت، حقیقت کونیہ، حقیقت دینیہ، طلب از اللہ کا غلط تصور، الہی تحقیق، مسئلہ تقدیر، وحدۃ الوجود وغیرہ درج ہیں ۸ر

بندگی یہ بھی عبادت و عبودیت کا ترجمہ ہے مگر دوسرے رنگ کا قیمت ۸ر

اصحاب صفہ درس نبوی کے درویش فقیروں کے حالات ہیں، اور جھوٹے پیروں جعلی صوفیوں اور جعلی کرامتوں کی تردید ہے ۱۲ر

ائمۂ اسلام فضائل ائمہ اور ان کے باہمی اختلافات وغیرہ ۴ر

خلاف الامت ائمہ کا اختلاف امت کے لئے مضر نہیں ۵ر

العروۃ الوثقیٰ خالق و مخلوق کے مابین وسائط کی بحث ۱۰ر

زیارۃ القبور زیارت قبور کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ قبروں پر مردوں کو پکارنے، ان سے حاجات طلب کرنے، قبروں کی پرستش کرنے اور پیروں کی نذر و نیاز ماننے کا قرآن و حدیث سے رد دیکھیے قیمت ۱۲ر

فتویٰ شرک شکن تعظیم قبور کی تردید میں امام ابن تیمیہ کا فتویٰ ۴ر

ولی اللہ اولیاء اللہ کی شناخت۔ سچے اور جعلی ولیوں کا فرق ۵ر

وجد و سماع رقص، وجد، راگ، سرود کا رد ۱۲ر

تفسیر سورۂ کوثر گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ ۴ر

الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان۔ صحیح عربی متن۔ رحمانی اور شیطانی ولیوں کا فرق ۸ر

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
محمد بن عبدالوہاب	مسعود عالم	۱۲/	قرآن اور سیرت سازی	میر ولی الدین	[illegible]
ہندوستان کی پہلی تحریک اسلامی	"	[illegible]	اسلامی تقاریب	غلام دستگیر	[illegible]
حکومت الہیہ و علماء مفکرین	امام دین	[illegible]	مشرق بعید کے حالات	محمد اسحاق	[illegible]
روح حیات	اختر قریشی	[illegible]	اسلام اور سود	الور [illegible]	[illegible]
اسلام کا نظام عدالت و سیاست	یعقوب الرحمن	[illegible]	معنا بین سائنس	مولوی عبدالرحمن	[illegible]
سراپائے رسول	اعجاز الحق	[illegible]	رسول پاک کی بیویاں	اعجاز الحق	[illegible]
رسول پاک کی صاحبزادیاں	"	[illegible]	قرآن والیاں	ابو مصلح	[illegible]
درسگاہ رسول کے دو طالب علم	اعجاز الحق	[illegible]	حلیۃ النبی آنحضرت صلعم کا حلیہ مبارک		[illegible]
ہمارے نبی کے صحابہ	"	[illegible]			

علاوہ ازیں مشاہیر مصنفین مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد جونا گڑھی وغیرہم کی مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، تاریخی، طبی، سیاسی، معاشی، اقتصادی کتابیں مطبوعہ لاہور، دہلی، کراچی، کلکتہ، کانپور، لکھنؤ، بمبئی، مدراس، حیدرآباد، ادارۃ المصنفین، ندوۃ المصنفین وغیرہ تمام اداروں کی ہم سے منگوالیے جگہ جگہ سے منگوانے میں آپ کو بار بار محصول ڈاک وغیرہ کا زیربار ہونا ہوتا ہے نیز عربی مدارس کے لئے درسی وغیر درسی جملہ علوم و فنون صرف و نحو قرآن، تفسیر، حدیث، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، عقائد وغیرہ مطبوعات ہندوستان و پاکستان، مصر، بیروت وغیرہ بھی مہیا کی جاتی ہیں اور ہر قسم کے قرآن مجید، حمائلیں معرا و مترجم مطبوعات تاج کمپنی، دہلی، پیکو آرٹ پریس، انجمن حمایت اسلام، فیروز سنز، القرآن کمپنی، ملک دین محمد، غلام علی وغیرہ بھی ہم سے مل سکتے ہیں آرڈر دے کر ہماری خدمات حاصل کریں۔

(نوٹ) مکتبہ عتیقیہ سابقہ پتہ سے تبدیل ہو کر لاہور میں منتقل ہو گیا ہے تمام آرڈر، خط و کتابت، ترسیل زر ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیے۔ فہرست (زیر طبع)

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

ذکر الٰہی

ترجمہ

الوابل الصیب من الکلم الطیب

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور